

# اردو سے معنی

ترجمہ  
سید تقی حسین نقوی



جلد اول

جلد دوم

بِعَوْنِ صَنَائِعِ مِکْنِیْنِ مِکَانَ وَفَضْلِ خَلَاقِ زَمَیْنِ

۱۱۲

اُردو کا کلیسی ادب  
اُردوئے معلیٰ

از  
مرزا اسد اللہ خاں غالب

ناشر

مجلس ترقی ادب ۲۔ نرسنگہ داس گارڈن لاہور  
کلب روڈ

# اُردوئے معلیٰ

(صدی ایڈیشن)

حصہ اول

(جلد دوم)

تدوین و حواشی

سید مرتضیٰ حسین فاضل

جمہور حقوق محفوظ  
طبع اول : ۱۹۹۱ء  
تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی قاج (مستارۃ امتیاز)

ناظم مجلس ترقی ادب ، لاہور

طابع : سید ظفر الحسن رضوی

مطبع : ظفر سنز پرنٹرز - ۹ کوہر روڈ لاہور

قیمت : نو روپے



## فہرست

صفحہ

(۲۰) بہ نام عضدالدولہ حکیم غلام نجف خان

- ۱۔ سعادت و اقبال نشان ، حکیم غلام نجف خان  
صاحب طالع بقاء۔ ۱۹ جنوری ۱۸۵۸ ع ۴۴۳
- ۲۔ میان ! حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے۔  
۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ ع ۴۴۴
- ۳۔ اقبال نشان عضدالدولہ حکیم غلام نجف خان  
کو غالب علی شاہ۔ ۲۱ اکتوبر ۱۸۶۵ ع ۴۴۵
- ۴۔ میان ! تمہارا خط پہنچا، آج میں نے اس کو  
اپنے۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۷ ع ۴۴۶
- ۵۔ بھائی ! تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب  
بر سے۔ یکم اپریل ۱۸۵۸ ع ۴۴۶
- ۶۔ میان ! ہوش میں آؤ۔ میں نے تم کو خط  
کمپ بھیجا۔ ۹ ۱۸۵۸ ع ۴۴۸
- ۷۔ میان ! جانول برے، بڑھتے نہیں، لمبے نہیں  
پتلے نہیں۔ اگست ۱۸۵۸ ع ۴۴۸
- ۸۔ حکیم غلام نجف خان، سنو! اگر تم نے مجھے  
بنایا ہے۔ ۹ ۱۸۶۶ ع ۴۴۹
- ۹۔ میان ! پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو۔  
۹ ۱۸۶۶ ع ۴۴۰
- ۱۰۔ بھائی! میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیسا  
ہوں۔ نومبر ۱۸۶۵ ع ۴۴۰

- ۱۱۔ صاحب! تم سچ کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ  
خان۔ ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۵ ع ۳۴۲
- ۱۲۔ صاحب! کل آخر روز تمہارا خط آیا، میں نے  
پڑھا۔ ۱۱ جنوری ۱۸۶۳ ع ۳۴۳
- ۱۳۔ بھائی میرا دکھ سنو! ہر شخص کو غم موافق  
اس کی طبیعت کے۔ اپریل ۱۸۵۸ ع ۳۴۴
- ۱۴۔ قبلہ! یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے  
دس آدمی۔ اگست ۱۸۵۸ ع ۳۴۶
- ۱۵۔ بھائی! تمہارے رقعہ کا جواب چلے تم کو۔  
مارچ ۱۸۵۹ ع ۳۴۷
- ۱۶۔ بھائی! ہاں، غلام فخر الدین خان کی ربانی  
زندگی دوبارہ ہے۔ اگست ۱۸۵۸ ع ۳۴۸
- ۱۷۔ برخوردار سعادت و اقبال نشان حکیم غلام  
نجف خان۔ ۳ فروری ۱۸۶۰ ع ۳۴۹
- ۱۸۔ میں! تم نے برا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ  
پڑھ لیا۔ ۱۴ فروری ۱۸۶۰ ع ۳۵۱
- ۱۹۔ صاحب! تمہارے دو خط متواتر آئے۔  
۱۲ نومبر ۱۸۶۵ ع ۳۵۳
- ۲۰۔ میان! تمہارا گدہ میرے سر و چشم پر۔  
یکم اپریل ۱۸۶۵ ع ۳۵۴
- ۲۱۔ میان! آج صبح کو تم آئے تھے، میں  
اس ٹکٹے۔ اگست ۱۸۵۹ ع ۳۵۶
- ۲۲۔ میان! میں تم سے رخصت ہو کر اس دن۔  
۲۱ جنوری ۱۸۶۰ ع ۳۵۷

۲۳۔ برخوردار حکیم غلام نجف خان کو فقیر غالب

علی شاہ - ۱۱ اکتوبر ۱۸۶۵ ع ۳۵۸

(۲۱) بہ نام ظہیر الدین احمد خان

۱۔ پنج شنبہ . . . اقبال نشان حکیم ظہیر الدین

احمد خان کو فقیر غالب علی شاہ -

۲ نومبر ۱۸۶۵ ع ۳۵۹

(۲۲) بہ نام نجم الدین حیدر از طرف ظہیر الدین احمد

۱۔ جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ -

۱۸۵۶ ع ۳۶۰

(۲۳) بہ نام میر ابراہیم علی خان وفا

۱۔ ولی نعمت کو غالب کی بندی - بہ سبب

ضعف پیری - ۲ اکتوبر ۱۸۶۶ ع ۳۶۲

۲۔ سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خان

بہادر - ۵ دسمبر ۱۸۶۶ ع ۳۶۳

۳۔ پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علی خان صاحب

کو بندی - ۲۱ جولائی ۱۸۶۶ ع ۳۶۴

۴۔ بخد مت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی

تسلیم - ۱۷ اگست ۱۸۶۸ ع ۳۶۵

۵۔ جناب قدس التساب سید صاحب و قبلہ -

جولائی ۱۸۶۸ ع ۳۶۶

(۲۴) بہ نام احمد حسن فتوحی

۱۔ یا رب ! یہ خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے

آیا ہے - اگست ۱۸۶۰ ع ۳۶۸

۲۔ مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خاں

صاحب - ۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ ع ۳۷۰

(۲۵) بد نام سید احمد حسن مودودی

۱۔ حضرت قبلہ ! پہلے التماس یہ ہے کہ آپ -

۲۹ جون ۱۸۶۱ ع ۳۷۲

۲۔ حضرت پیر و مرشد ! غزل بعد اصلاح کے

پہنچتی ہے - ۱۹ جنوری ۱۸۶۲ ع ۳۷۳

۳۔ سید صاحب و قبلہ ! عنایت نامہ مع قصیدہ

پہنچا - یکم ستمبر ۱۸۶۶ ع ۳۷۴

۴۔ پیر و مرشد ! تین برس عوارضِ احتراقِ خون

میں - ۲۴ جولائی ۱۸۶۵ ع ۳۷۶

۵۔ حضرت پیر و مرشد ! ان دنوں میں اگر فقیر -

۱۷ جنوری ۱۸۶۶ ع ۳۷۶

۶۔ پیر و مرشد ! آپ کو میرے حال کی بھی خبر

ہے ؟ ۸ اپریل ۱۸۶۶ ع ۳۷۸

۷۔ پیر و مرشد ! یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو

پہنچا - ۲ جون ۱۸۶۶ ع ۳۷۹

۸۔ قبلہ ! ڈاک کے ہرکارے نے کل دو خط -

۲۵ ستمبر ۱۸۶۶ ع ۳۸۰

۹۔ حضرت ! یہ آپ کے جدِ امجد کا غلام تو

مر لیا - ۱۸ اکتوبر ۱۸۶۶ ع ۳۸۱

۱۰۔ سید صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب

کو غالب - ۳ جولائی ۱۸۶۷ ع ۳۸۳

۱۱۔ جناب سید صاحب و قبلہ سید احمد حسن

صاحب کو غالب - ۱۷ جولائی ۱۸۶۸ ع ۳۸۴

(۲۶) بہ نام تفضل حسین خان صاحب

۱۔ کیوں صاحب ! یہ چچا بھتیجا ہونا ۔

۳۸۵ ۱۸۶۰ ع ؟

(۲۷) بہ نام مرزا حاتم علی مہر

۱۔ بہت سہی غم گیتی ، شراب کم کیا ہے

۳۸۷ جون ۱۸۵۸ ع

۲۔ بھائی صاحب ! از روئے تحریر مرزا تفتہ ۔

۳۹۱ ستمبر ۱۸۵۸ ع

۳۔ صاحب میرے ، عہدہ وکالت مبارک ہو ۔

۳۹۲ مئی ۱۸۶۳ ع

۴۔ جناب مرزا صاحب ! آپ کا غم لڑا نامہ پہنچا ۔

۳۹۳ جون ۱۸۶۰ ع

۵۔ شرطِ اسلام بود ورزشِ ایمان بالغیب

۳۹۶ ۲۷ اپریل ۱۸۵۹ ع

۶۔ مرزا صاحب ! ہم کو یہ باتیں پسند نہیں ۔

۳۹۹ ۱۸۶۰ ع

۷۔ مرا بسادہ دلہائے من توان بخشید

۵۰۱ ۲۱ ستمبر ۱۸۵۸ ع

۸۔ بندہ پرور ! آپ کا مہربانی نامہ آیا ۔

۵۰۳ ستمبر ۱۸۵۸ ع

۹۔ مرزا صاحب ! میں نے وہ انداز تحریر ایجاد

کیا ہے ۔ نومبر ۱۸۵۸ ع ۵۰۶

۱۰۔ بھائی صاحب ! آپ کے خادمہ مشک باری

صبر نے ۔ اکتوبر ۱۸۵۸ ع ۵۰۹

- ۱۱۔ بھائی صاحب ! مطبع میں سے سادہ کتابیں ۔  
 نومبر ۱۸۵۸ ع ۵۱۰  
 ۱۲۔ بھائی صاحب ! خدا تم کو دولت و اقبال ۔  
 ۳۔ ستمبر ۱۸۵۸ ع ۵۱۲  
 ۱۳۔ خود شکوہ دلیل رفع آزار پس ست  
 ۵۔ مارچ ۱۸۵۸ ع ۵۱۳  
 ۱۴۔ بھائی صاحب ! تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا ۔  
 جنوری ۱۸۵۹ ع ۵۱۵  
 ۱۵۔ خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف ۔  
 ۱۸۵۸ ع ۵۱۶  
 ۱۶۔ بھائی جان ! کل جو جمعہ روز مبارک و سعید ۔  
 ۱۹۔ نومبر ۱۸۵۸ ع ۵۱۹  
 ۱۷۔ بندہ پرور ! آپ کا خط کل پہنچا ۔ اکتوبر ۱۸۵۸ ع ۵۲۰  
 ۱۸۔ جناب مرزا صاحب ! دلی کا حال تو یہ ہے ۔  
 ۱۸۵۸ ع ۵۲۳

(۲۸) یہ نام منشی بی بخش صاحب

- ۱۔ بھائی صاحب ! آپ کا عنایت نامہ پہنچا ۔  
 ۲۲۔ ستمبر ۱۸۵۸ ع ۵۲۶  
 ۲۔ بھائی ! میں تم کو اطلاع دیتا ہوں ۔  
 ۱۷۔ جنوری ۱۸۵۹ ع ۵۲۸

(۲۹) یہ نام منشی عبداللطیف صاحب

- ۱۔ صاحب ! آگے تمہارا ایک خط، پھر بارہ کتابوں ۔  
 ۶۔ دسمبر ۱۸۵۸ ع ۵۲۹

(۳۰) بہ نام خواجہ غلام غوث خان بے خبر

۱۔ قبلہ! اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو ہمارے اہر۔

۵۳۱ دسمبر ۱۸۵۸ ع

۲۔ قبلہ! کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ

۵۳۲ کوئی ہمارا دوست - ۳۰ جنوری ۱۸۵۹ ع

۳۔ جناب عالی! آج دو شنبہ، ۳۱ جنوری ۱۸۵۹ ع

۵۳۳ کی ہے -

۴۔ پیر و مرشد! یہ خط ہے یا کرامت ہے،

۵۳۶ صاف صفائے ضمیر - ۲ دسمبر ۱۸۵۸ ع

۵۔ مولانا! بندگی، آج صبح کے وقت شوق

۵۳۸ دیدار - ۱۲ جنوری ۱۸۶۶ ع

۶۔ قبلہ! پیری و صد عیب، ساتویں دہاکے -

۵۳۹ ۹۔ ۱۸۶۵ ع

۷۔ بندہ گنہ گار شرمسار عرض کرتا ہے -

۵۴۰ ۱۰۔ جنوری ۱۸۶۶ ع

۸۔ قبلہ! آپ کا خط پہلا آیا - ۷ جولائی ۱۸۶۵ ع

۹۔ درنومیدی بسے امید است - ۵ مارچ ۱۸۶۳ ع

۱۰۔ حضور! پہلے خدا کا شکر، پھر آپ کا شکر

۵۴۸ بجا لاتا ہوں - مارچ ۱۸۶۰ ع

۱۱۔ قبلہ! میں نہیں جانتا کہ ان روزوں -

۵۵۰ ۱۸۶۳ ع

۱۲۔ قبلہ! میرا ایک شعر ہے - اگست ۱۸۶۳ ع

۱۳۔ قبلہ! حاجات! قطعہ میں جو حضرت نے -

۵۵۳ ۳۱۔ جنوری ۱۸۵۹ ع

۱۴۔ میں سادہ دل آزر دگی۔ بار سے خوش ہوں ۔

اگست ۱۸۶۴ ع ۵۵۵

(۳۱) بہ نام نواب ضیاء الدین احمد خاں

۱۔ جناب قبلہ و کعبہ ! آپ کو دیوان کے دینے

میں ۔ ؟ ۱۸۶۰ ع ۵۵۸

(۳۲) بہ نام مرزا شہاب الدین احمد خاں

۱۔ بھائی ! تمہارا خط حکیم محمود خاں صاحب ۔

۸ فروری ۱۸۵۸ ع ۵۶۰

۲۔ بھائی ! شہاب الدین خاں ! واسطے خدا کے

تم نے ۔ مارچ ۱۸۵۸ ع ۵۶۱

۳۔ بھائی ! تمہارا خط پہنچا ، کوئی مطلب جواب

طلب نہیں تھا ۔ ۱۲ اپریل ۱۸۵۸ ع ۵۶۲

۴۔ میان مرزا شہاب الدین خاں ، اچھی طرح

ہو ؟ ۹ اکتوبر ۱۸۶۵ ع ۵۶۳

۵۔ میان ! وہ قاضی تو مسخرہ ہوتا ہے ۔

جولائی ۱۸۶۲ ع ۵۶۴

۶۔ نور چشم شہاب الدین خاں کو دعا ۔

۲۴ ستمبر ۱۸۶۱ ع ۵۶۶

۷۔ تمہارے بھائی کا خط تمہارے پاس ۔

اگست ۱۸۶۱ ع ۵۶۷

۸۔ رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے ۔

؟ ۱۸۶۵ ع ۵۶۸

۹۔ اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں ۔

؟ ۱۸۶۵ ع ۵۶۸



(۳۳) بہ نام نواب انور الدولہ سعد الدین خاں شفق

۱۔ ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ۔

۱۵ فروری ۱۸۶۳ ع ۵۶۹

۲۔ پیر و مرشد ! حضور کا توقعِ خاص ۔

؟ ۱۸۵۶ ع ۵۷۱

۳۔ پیر و مرشد ! اگر میں نے امید کاہ ۔

؟ ۱۸۵۶ ع ۵۷۲

۴۔ قبلہ ! حاجات ! قصیدہ دوبارہ پہنچا ۔

اکتوبر ۱۸۵۳ ع ۵۷۳

۵۔ پیر و مرشد ! کورنش ، مزاج اقدس ۔

جولائی ۱۸۶۰ ع ۵۷۷

۶۔ پیر و مرشد ! شبِ رفتہ کو سیتہ خوب پرما ۔

۱۸۶۰ ع ۵۷۸

۷۔ پیر و مرشد ! میں آپ کا بندہ فرماں بردار ۔

۲ جون ۱۸۶۱ ع ۵۸۰

۸۔ خداوندِ نعمت ! شرف افزا نامہ پہنچا ۔

۲۳ اگست ۱۸۶۰ ع ۵۸۲

۹۔ پیر و مرشد ! بارہ بجے تھے ، میں ننگا اپنے

پلنگ پر لیٹا ۔ ۱۸۶۰ ع ۵۸۳

۱۰۔ پیر و مرشد ! آداب ، غلط نامہ قاطع برہان ۔

۱۱ اگست ۱۸۶۲ ع ۵۸۷

۱۱۔ پیر و مرشد ! ایک نوازش نامہ آیا ۔

۵ نومبر ۱۸۵۸ ع ۵۹۲

۱۲۔ حضرت پیر و مرشد ! اگر آج میرے سب

دوست ۔ ۸ ستمبر ۱۸۵۸ ع ۵۹۳

۱۳- پیر و مرشد! معاف کیجیے گا۔

۱۹ جولائی ۱۸۶۰ ع ۵۹۶

۱۴- قبلہ و کعبہ! وہ عنایت نامہ۔ ۱۰ نومبر ۱۸۵۶ ع ۵۹۷

۱۵- پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہیں ہے۔

۲۹ جون ۱۸۵۶ ع ۵۹۹

۱۶- للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس۔

۱۸ اکتوبر ۱۸۵۵ ع ۶۰۰

۱۷- کیوں کر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔

۳۰ اکتوبر ۱۸۵۵ ع ۶۰۲

۱۸- پیر و مرشد! آداب، مزاج، مقدس۔

۲۲ اکتوبر ۱۸۵۵ ع ۶۰۴

۱۹- قبلہ و کعبہ! کیا لکھوں، امور نفسانی۔

۲۲ اکتوبر ۱۸۶۱ ع ۶۰۵

(۳۴) یہ نام میر افضل علی عرف میرن صاحب۔

۱- سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب

المعروف بہ میرن صاحب۔ ۹ نومبر ۱۸۵۸ ع ۶۰۹

۲- برخوردار کامگار میر افضل علی عرف میرن

صاحب طال عمرہ۔ ۶ جولائی ۱۸۵۹ ع ۶۱۰

۳- میری جان! تمہارا رقعہ پہنچا۔

۲۱ جولائی ۱۸۶۵ ع ۶۱۱

(۳۵) یہ نام مرزا قربان علی بیگ سالک

۱- وللرحمن الطاف خفیہ۔ ۱۱ جولائی ۱۸۶۳ ع ۶۱۲

۲- میری جان! کن اوہام میں گرفتار ہے۔

۹ ۱۸۶۳ ع ۶۱۳

(۳۶) بہ نام مرزا شمشاد علی بیگ رضوان

۱۔ فرزند دلہند، شمشاد علی بیگ خان کو، اگر

خفا نہ ہو۔ ۴ نومبر ۱۸۶۵ ع ۶۱۵

۲۔ مرزا! رسم تحریر خطوط بہ سبب ضعف ترک

ہوتی جاتی ہے۔ اگست ۱۸۶۶ ع ۶۱۷

(۳۷) بہ نام مرزا باقر علی خان کاسل

۱۔ اقبال نشان! مرزا باقر علی خان کو غالب

نیم جان کی دعا۔ ۹ ۱۸۶۷ ع ۶۱۹

۲۔ نور چشم، راحت جان، مرزا باقر علی خان۔

۷ دسمبر ۱۸۶۷ ع ۶۲۰

۳۔ اقبال نشان، باقر علی خان کو غالب نیم جان۔

۱۶ نومبر ۱۸۶۷ ع ۶۲۱

(۳۸) بہ نام ذوالفقار الدین حیدر خان، حسین مرزا

۱۔ بھائی! تمہارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے

خطوں کا جواب۔ ۲۹ اکتوبر ۱۸۵۹ ع ۶۲۳

۲۔ نواب صاحب! آج تیسرا دن ہے کہ تم کو

حال۔ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۹ ع ۶۲۵

۳۔ جناب عالی! کل آپ کا خط لکھا ہوا۔

۹ نومبر ۱۸۵۹ ع ۶۲۷

۴۔ نواب صاحب! ہر دوں صبح کو تمہارا خط۔

۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ ع ۶۲۹

(۳۹) بہ نام یوسف مرزا صاحب

۱۔ کوئی ہے! ذرا یوسف مرزا کو بلائیو!

۹ اپریل ۱۸۵۶ ع ۶۳۳

۲۔ آؤ صاحب ، میرے پاس بیٹھ جاؤ ۔

۶۳۵ ۲۹ اپریل ۱۸۶۰ ع

۳۔ یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو۔

۶۳۷ ۹ مئی ۱۸۶۰ ع

۴۔ یوسف مرزا ! کیوں کر تجھ کو لکھوں کہ تیرا

۶۳۹ ۱۹ مئی ۱۸۶۰ ع باپ ۔

۵۔ اے میری جان ! اے میری آنکھیں !

۶۴۰ جون ۱۸۵۹ ع

۶۔ میری جان ! خدا تیرا نگہبان ۔

۶۴۳ ۱۵ جولائی ۱۸۵۹ ع

۷۔ میان ! پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب

۶۴۶ ۲۸ جولائی ۱۸۵۹ ع آئے۔

۸۔ حق تعالیٰ تمہیں عمر و دولت و اقبال و

۶۴۹ ۱۸ اگست ۱۸۵۹ ع عزت دے۔

۹۔ میری جان ! شکوہ کرنا سیکھو۔

۶۵۱ ۵ نومبر ۱۸۵۹ ع

۱۰۔ یوسف مرزا ! میرا حال سوائے خدا اور

۶۵۳ ۲۸ نومبر ۱۸۵۹ ع خداوند کے ۔

۱۱۔ میان ! کل صبح کو تمہارے نام کا خط روانہ

۶۵۷ ۲۹ نومبر ۱۸۵۹ ع کیا ۔

۱۲۔ میان ! تمہارا خط رام پور پہنچا ۔

۶۵۹ ۲ اپریل ۱۸۶۰ ع

(م۔) یہ نام منشی شیو لرائی

۱۔ صاحب ! خط پہنچا ، اخبار کا لفافہ پہنچا ۔

۶۶۲ اگست ۱۸۵۸ ع

- ۲- شفیق میرے ، مکرم میرے منشی شیو لرائن  
تم ہزاروں برس - ۳۱ اگست ۱۸۵۸ ع ۶۶۵
- ۳- مہاراج ! سخت حیرت میں ہوں کہ منشی  
ہرگوپال - ۳ ستمبر ۱۸۵۸ ع ۶۶۷
- ۴- نور بصر ، لخت جگر منشی شیو لرائن  
کو دعا پہنچے - ستمبر ۱۸۵۸ ع ۶۷۰
- ۵- برخوردار ، نور چشم منشی شیو لرائن کو  
کو معلوم ہو - ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۸ ع ۶۷۲
- ۶- برخوردار ، اقبال نشان منشی شیو لرائن کو  
بعد دعا - ۲۳ اکتوبر ۱۸۵۸ ع ۶۷۳
- ۷- میاں ! تمہارے کمال کا حال معلوم کر کے  
میں بہت خوش ہوا - ۹ نومبر ۱۸۵۸ ع ۶۷۶
- ۸- برخوردار ، کامگار منشی شیو لرائن -  
۱۳ نومبر ۱۸۵۸ ع ۶۷۹
- ۹- صاحب ! تمہارا خط آیا ، دل خوش ہوا -  
۱۸ نومبر ۱۸۵۸ ع ۶۸۰
- ۱۰- برخوردار ، اقبال نشان کو دعا پہنچے -  
۲۰ نومبر ۱۸۵۸ ع ۶۸۱
- ۱۱- صاحب ! تم کندھول سے کب آئے -  
۳۰ نومبر ۱۸۵۸ ع ۶۸۲
- ۱۲- صاحب ! تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے -  
۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ ع ۶۸۲
- ۱۳- بھائی ! یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا  
جواب - ۱۵ دسمبر ۱۸۵۸ ع ۶۸۳

- ۱۴۔ برخوردار! آج اس وقت تمہارا خط مع لفاقوں کے -  
 ۶۸۶ ۱۸ دسمبر ۱۸۵۸ ع
- ۱۵۔ اب ایک امر خاص کو سمجھو۔ دو جلدیں دستنبو -  
 ۶۸۷ ۳ جنوری ۱۸۵۹ ع
- ۱۶۔ برسوں اور کل دو ملاقاتیں جناب آرتلڈ صاحب -  
 ۶۸۹ ۱۵ جنوری ۱۸۵۹ ع
- ۱۷۔ صاحب! میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے؟  
 ۶۹۰ ۱۹ اپریل ۱۸۵۹ ع
- ۱۸۔ بھائی حاشا تم حاشا -  
 ۶۹۳ ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ ع
- ۱۹۔ برخوردار منشی شیو نرائن کو دعا پہنچے، خط تمہارا -  
 ۶۹۵ ۱۲ جون ۱۸۵۹ ع
- ۲۰۔ برخوردار نور چشم منشی شیو نرائن کو دعا پہنچے - صاحب میں تو -  
 ۶۹۷ ۲۰ جولائی ۱۸۵۹ ع
- ۲۱۔ برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو -  
 ۶۹۸ ۲۳ جولائی ۱۸۵۹ ع
- ۲۲۔ میاں! یہ کیا معاملہ ہے؟ ایک خط -  
 ۶۹۸ ۱۷ اگست ۱۸۵۹ ع
- ۲۳۔ کیوں میری جان! تم نے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے؟  
 ۷۰۰ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ ع
- ۲۴۔ برخوردار منشی شیو نرائن کو بعد دعا کے معلوم ہو - کیا میرے خط -  
 ۷۰۰ ۲ نومبر ۱۸۵۹ ع
- ۲۵۔ برخوردار، دو خط اور آج یک شنبہ -  
 ۷۰۲ ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ ع
- ۲۶۔ میری جان! دو جلدیں بغاوت ہند کی -  
 ۷۰۳ ۲۰ اکتوبر ۱۸۵۹ ع

- ۲۷- برخوردار کا کار کو بعد دعا کے معلوم -
- آخر اکتوبر ۱۸۵۸ ع ۷۰۳
- ۲۸- برخوردار منشی شیو نرائن کو دعا کے دوام دولت -
- ۳ مارچ ۱۸۶۰ ع ۷۰۶
- ۲۹- برخوردار اقبال آثار منشی شیو نرائن کو بعد دعا کے -
- ۱۳ مارچ ۱۸۶۰ ع ۷۰۷
- ۳۰- میاں ! دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت -
- اپریل ۱۸۶۰ ع ۷۰۸
- ۳۱- برخوردار منشی شیو نرائن . . . تصویر پہنچی -
- ۳ مئی ۱۸۶۳ ع ۷۱۱
- ۳۲- میاں ! تمھاری باتوں پر ہنسی آتی ہے -
- ۳ جولائی ۱۸۶۰ ع ۷۱۳
- ۳۳- میاں ! میں جانتا ہوں کہ میر لہاز علی -
- ۱۰ جنوری ۱۸۶۲ ع ۷۱۳

### (۱) بہ نام ہر گوہند سہائے

- ۱- برخوردار ! بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا۔
- ۲۹ دسمبر ۱۸۵۸ ع ۷۱۵
- ۲- صاحب ! تم کو دعا کہتا ہوں اور دعا دیتا رہی ہوں -
- جنوری ۱۸۵۹ ع ۷۱۶

### (۲) بہ نام امین الدین احمد خاں

- ۱- بھائی صاحب ! ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے تمھارے بزرگوں میں -
- ۱۸۶۲ ع ۷۱۷
- ۲- برادر صاحب ! جمیل المناقب ، عمیم الاحسان سلامت -
- ۲۶ جولائی ۱۸۶۵ ع ۷۱۹

- ۴۔ برادر صاحب ، جمیل المناقب . . . تمھاری  
تفریح طبع کے واسطے ۔ ۲۶ مئی ۱۸۶۵ ع ۷۲۱
- ۵۔ برادر صاحب جمیل المناقب . . . بعد سلام  
مسنون و دعاۓ بقائے دولت ۔
- ۶۔ بھائی صاحب ! آج تک سوچتا رہا ۔ ۲۲ جون ۱۸۶۵ ع ۷۲۲
- ۷۔ ۱۵ نومبر ۱۸۶۶ ع ۷۲۵
- ۸۔ آخر مکرم کے خدام کرام کی خدمت میں بعد ۔ ۲۳ جون ۱۸۶۵ ع ۷۲۶
- (۳۳) یہ نام مرزا علاء الدین احمد خان
- ۱۔ صاحب ! تمھارا خط پہنچا مطالب دل لہیں ۔
- ۲۔ جمعہ . . . . مرزا روبرو بہ از چلو ۔ جنوری ۱۸۶۶ ع ۷۲۷
- ۳۔ یکشنبہ . . . شکر ایزد کہ ترا با ہدایت صلح ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ ع ۷۳۰
- ۴۔ فتاد ۔ یکم اکتوبر ۱۸۶۵ ع ۷۳۲
- ۵۔ جانا جانا ! ایک خط میرا تمھارے دو خطوں ۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۵ ع ۷۳۳
- ۶۔ صبح دو شنبہ . . . . میری جان ! تھے مہمان کا قدم ۔ ۱۳ فروری ۱۸۶۵ ع ۷۳۴
- ۷۔ چاشتگاہ ، سہ شنبہ . . . . آج جس وقت کہ ۔ ۱۲ نومبر ۱۸۶۱ ع ۷۳۶
- ۸۔ اقبال نشانا ! بہ خیر و عالیت و فتح و نصرت ۔ اپریل ۱۸۶۳ ع ۷۳۷



۸۔ جان غالب ! یاد آتا ہے کہ کبھارے عمر نامدار۔

۴۳۸ جون ۱۸۶۱ ع

۹۔ سعادت و اقبال نشان میرزا علاء الدین خان

بہادر ! ۹ ۱۸۶۶ ع ۴۳۳

۱۰۔ صاحب میری داستان سنئے ، پنشن بے کم و

کاست۔ ۸ جولائی ۱۸۶۰ ع ۴۳۳

۱۱۔ چار شنبہ . . . علانی مولائی اس وقت۔

۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ ع ۴۳۶

۱۲۔ اقبال نشان مرزا علاء الدین خان بہادر !

۳ دسمبر ۱۸۶۳ ع ۴۳۸

۱۳۔ جمعہ . . . میری جان ! کبھارا خط بھی آیا۔

۹ دسمبر ۱۸۶۳ ع ۴۵۰

۱۴۔ پنجشنبہ . . . صاحب کل کبھارا خط پہنچا۔

۲۳ فروری ۱۸۶۵ ع ۴۵۱

۱۵۔ میری جان علانی ہمہ دان ! اس دفعہ دخل۔

یکم جون ۱۸۶۱ ع ۴۵۳

۱۶۔ یکشنبہ . . . میری جان ! مرزا علی حسین خان۔

۲۱ جون ۱۸۶۳ ع ۴۵۵

۱۷۔ میرزا نسیمی کو دعا پہنچے ، آنکھ کی گہاجنی۔

مئی ؟ ۱۸۶۱ ع ۴۵۷

۱۸۔ بار بھتیجے ، گویا بھائی مولانا علانی۔

۱۹ جون ۱۸۶۲ ع ۴۵۸

۱۹۔ میاں ! تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو۔

مارچ ۱۸۶۳ ع ۴۶۱

- ۲۰۔ میری جان ! تخلص تمہارا بہت پاکیزہ اور میری  
پسند ہے ۔ ۱۲ مئی ۱۸۶۱ ع ۷۶۲
- ۲۱۔ صاحب ! بہت دن سے تمہارا خط نہیں آیا ۔  
؟ ۱۸۶۲ ع ۷۶۳
- ۲۲۔ صبح یکشنبہ . . . . صاحب ! برسوں تمہارا  
خط آیا ۔ یکم مارچ ۱۸۶۲ ع ۷۶۴
- ۲۳۔ مرزا علانی اچھے استاد میر جان صاحب کے  
قہر و غضب ۔ جنوری ۱۸۶۲ ع ۷۶۵
- ۲۴۔ وہاں ! چلتے وقت تمہارے چچا نے حلیل  
کی فرمائش ۔ ۱۳ جنوری ۱۸۶۶ ع ۷۶۷
- ۲۵۔ جان غالب ! دو خط متواتر تمہارے پہنچے ۔  
۱۸ جولائی ۱۸۶۵ ع ۷۶۸
- ۲۶۔ لو صاحب ! وہ مرزا رجب بیگ مرے ۔  
۶ جنوری ۱۸۶۵ ع ۷۷۲
- ۲۷۔ مولانا نسیمی کیوں خفا ہوتے ہو ۔  
۴ اپریل ۱۸۶۱ ع ۷۷۳
- ۲۸۔ میری جان ! ناسازی روزگار ۔  
جنوری ۱۸۶۵ ع ۷۷۶
- ۲۹۔ لو صاحب ! برسوں تمہارا خط آیا اور کل دوپہر ۔  
۱۸ جولائی ۱۸۶۲ ع ۷۷۶
- ۳۰۔ شنبہ . . . . علانی مولانی غالب کو اپنا  
دعا گو ۔ ۹ جولائی ۱۸۶۴ ع ۷۷۸
- ۳۱۔ یکشنبہ . . . . صاحب ! جمعہ کو میں نے تم کو  
خط لکھا ۔ ۹ فروری ۱۸۶۲ ع ۷۸۰

۳۲۔ صاحب! میں از کار رفتہ و درماندہ ہوں۔

۳ جولائی ۱۸۶۳ ع ۷۸۱

۳۳۔ ولی عہدی میں شاہی ہو مبارک۔

۷ مئی ۱۸۶۳ ع ۷۸۲

۳۴۔ میری جان! کیا کہتے ہو، کیا چاہتے ہو؟

۱۵ اکتوبر ۱۸۶۱ ع ۷۸۳

۳۵۔ خاک نمناکم و تو باد بہار۔

۲۳ اگست ۱۸۵۸ ع ۷۸۵

۳۶۔ مرزا علائی مولائی! نہ لاہور سے خط لکھا

نہ لوہارو سے۔ ۲ نومبر ۱۸۶۳ ع ۷۸۶

۳۷۔ صبح یکشنبہ... جانا عالی شادا، پہلے خط۔

۲۰ ستمبر ۱۸۶۳ ع ۷۸۷

۳۸۔ دوشنبہ... اے میری جان! مثنوی ابر

گہریار۔ ۳۰ مئی ۱۸۶۳ ع ۷۸۹

۳۹۔ یکم جنوری... علائی مولائی کو غالب۔

طالب کی دعا۔ یکم جنوری ۱۸۶۳ ع ۷۹۱

۴۰۔ صبح شنبہ... لا موجود الا اللہ۔

۳۰ مئی ۱۸۶۳ ع ۷۹۲

۴۱۔ بد است مرگ ولے بد تر از کبان تو لیست

۱۱ جون ۱۸۶۳ ع ۷۹۳

۴۲۔ یکشنبہ... صاحب! کل تمہارے خط کا

جواب۔ ۱۶ فروری ۱۸۶۲ ع ۷۹۴

۴۳۔ اجی مولانا علائی! نواب صاحب دو مہینہ۔

۱۷ ستمبر ۱۸۶۳ ع ۷۹۷

- ۴۴۔ میان ! مدعا اصلی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے ۔  
 ۷۹ ع ۱۸۶۶ ؟
- ۴۵۔ مولانا علائی ! واللہ علی حسین کا بیان ۔  
 ۷۸ ع ۱۸۶۳ ؟
- ۴۶۔ آج ہدف کے دن ، ۲۷ رمضان کو ۔  
 ۸۰ ع ۱۸۵۸ مئی ۱۲
- ۴۷۔ سبحان اللہ ! ہزار برس تک نہ پیام بھیجنا ۔  
 ۸۰ ع ۱۸۶۰ جولائی ۲
- ۴۸۔ صاحب ! میرا برادر عالی قدر ۔  
 ۸۰ ع ۱۸۶۲ مارچ ۷
- ۴۹۔ مولانا علائی ! نہ مجھے خوف مرگ ۔  
 ۸۰ ع ۱۸۶۲ اگست ۶
- ۵۰۔ صبح سہ شنبہ . . . جان غالب ! مگر جسم  
 سے نکلی ۔  
 ۸۰ ع ۱۸۶۲ ستمبر ۹
- ۵۱۔ جانا عالی شان ! خط پہنچا ، حظ اٹھایا ۔  
 ۸۰ ع ۱۸۶۵ دسمبر ۶
- ۵۲۔ صبح یکشنبہ . . . میری جان سن ! پنجشنبہ  
 پنجشنبہ ۔  
 ۸۱ ع ۱۸۶۲ جولائی ۲۷
- ۵۳۔ چہار شنبہ . . . یہ قول عوام ہاسی عید  
 کا دن ۔  
 ۸۱ ع ۱۸۶۴ مئی ۱۸
- ۵۴۔ میان ! تمہارے باپ کا تابع ، تمہارا مطیع ۔  
 ۸۱ ع ۱۸۶۶ ؟
- ۵۵۔ شنبہ . . . . . نسیم اصغر سپہر سخن سرائی ۔  
 ۸۲ ع ۱۸۶۲ فروری ۱۵

۵۶۔ اقبال لہان ، والا شان صدرہ عزیز تر از جان ۔

۲۱ جون ۱۸۶۸ ع ۸۲۳

(۴۴) بہ نام مرزا امیر الدین احمد خاں ، فرخ مرزا

۱۔ اے مردم چشم جہاں بین غالب !

۱۸۶۶ ع ۸۲۵

(۴۵) بہ نام میر احمد حسین میکش

۱۔ بھائی میکش ! آفرین ، ہزار آفرین - ؟ ۱۸۵۵ ع ۸۲۷

۲۔ میان ! عجیب اتفاق ہے ، نہ میں تمہارے

دیکھنے - ؟ ۱۸۵۶ ع ۸۲۸

(۴۶) بہ نام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں

۱۔ خاں صاحب ، جمیل المناقب حکیم غلام

مرتضیٰ خاں صاحب - ۱۱ مارچ ۱۸۶۵ ع ۸۲۹

(۴۷) بہ نام جناب حکیم غلام رضا خاں صاحب

۱۔ نور دیدہ و سرور دل و راحت جان !

اکتوبر ۱۸۶۵ ع ۸۳۰

(۴۸) بہ نام جناب ماسٹر پیارے لال

۱۔ شفیق مکرم ، بابو پیارے لال صاحب کو

سلام - ۳۰ اپریل ۱۸۶۶ ع ۸۳۲

۲۔ کیوں صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ

ملتا بھی چھوڑا ؟ ؟ ۱۸۶۵ ع ۸۳۳

۳۔ فرزند ارجمند ، اقبال بلند بابو ماسٹر -

۳ جنوری ۱۸۶۸ ع ۸۳۴

(۴۹) بہ نام منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

۱۔ برخوردار ، منشی جواہر سنگھ کو بعد دعاے

دوام عمر - ؟ ۱۸۵۰ ع ۸۳۶

۲۔ برخوردار کاسکار ، سعادت و اقبال نشان ۔

۲ فروری ۱۸۶۵ ع ۸۳۷

(۵۰) بہ نام منشی ہیرا سنگھ

۱۔ نور چشم غالب غم دیدہ منشی ہیرا سنگھ ا

۱۳ جنوری ۱۸۶۸ ع ۸۳۹

(۵۱) بہ نام بہاری لال مشتاق

۱۔ سعادت مند پاکمال ، منشی بہاری لال ا

۲۶ فروری ۱۸۶۸ ع ۸۴۰

۲۔ برخوردار بہاری لال ا مجھ کو تم سے جو محبت

۷ جون ۱۸۶۸ ع ۸۴۱

ہے ۔

۱۔ خاتمة الطبع ۔ ۸۴۳

۲۔ خاتمة کتاب اردوئے معلیٰ از قربان علی بیگ سالک ۸۴۴

۳۔ تاریخ طبع ، حصہ اول اردوئے معلیٰ طبع زاد

منشی جواہر سنگھ صاحب ، جوہر تخلص ۔ ۸۴۷

۴۔ اجازت نامہ غالب ۔ ۸۴۸

[illegible]

[۲۳۷] یہ نام عضدالدولہ حکیم غلام نجف خان صاحب (۱)

سعادت<sup>۲</sup> و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان طال بقاؤہ !  
 تمہارا رقعہ پہنچا ۔ جو دم ہے غنیمت ہے ۔ اس وقت تک میں  
 مع عیال و اطفال جیتا ہوں ۔ بعد گھڑی بھر کے کیا ہو ، کچھ معلوم  
 نہیں ۔ قلم ہاتھ میں لیے ہر جی بہت لکھنے کو چاہتا ہے ، مگر کچھ  
 نہیں لکھ سکتا ۔<sup>۳</sup> اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے ، تو کہہ لیں گے ،

۱۔ غلام نجف ، حافظ محمد مسیح الدین فاروقی بدایونی کے فرزند ہیں ۔  
 شیخوپور ، بدایوں ان کے اجداد کا آباد کردہ قصبہ تھا جو عہد  
 اکبری و جہانگیری و شاہ جہانی میں بہت معزز عہدوں پر مستحق  
 رہے ۔ غلام نجف خان بہت کم سن میں دلی آن کر رہنے لگے تھے ،  
 جوانی میں کمپنی کے نوکر ہوئے اور ترقی کر کے گورنر کے  
 سر منشی ہو گئے تھے ۔ پھر طبابت شروع کر دی ۔ بہادر شاہ نے  
 ”عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان بہادر“ خطاب دیا ۔ سرحد  
 انہیں اپنا بڑا بھائی سمجھتے تھے (آثار الصنادید)۔ غلام نجف ،  
 غالب کے شاگرد اور عزیز ترین ہر خوردار تھے ۔ ”پنج آہنگ“  
 طبع اول کی تصحیح اور اس کا اشتہار انہی کے نام سے شائع ہوا  
 تھا (آثار غالب) ۔ غلام نجف خان کے قام کچھ خط حصہ سوم  
 میں ملاحظہ ہوں ۔

۲۔ مجتہبی صفحہ ۱۸۷ ، مجیدی صفحہ ۲۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۳ ،

رام نرائن صفحہ ۲۱۲ ، سپہلی صفحہ ۲۱۹ ، سہر صفحہ ۳۷۰ ۔

۳۔ سہر صاحب لکھتے ہیں کہ غدر کے زمانے میں حکیم صاحب  
 دو جاہ میں تھے ۔ یہ خط اسی زمانے کے ہیں ۔ اردو سے معلوم  
 طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱۶ ۔



ورنہ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ سلاو اسی کا حال معلوم ہوا ، حق تعالیٰ اس کی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے ۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوکری قسمت والی اور حرمت والی تھی ۔

تمھاری استانی تم کو اور ظہیر الدین کو اور اس کی ماں کو اور اس کی بہن کو دعا کہتی ہیں اور میں ظہیر الدین کو پیار کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں ۔

غالب

سہ شنبہ ، ۱۹ جنوری سنہ ۱۸۵۸ ع

[۲۳۸] ایضاً (۲)

میاں ! حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اب تک جینا ہوں ۔ بھاگ نہیں گیا ، نکالا نہیں گیا ، لٹا نہیں ، کسی محکمے میں ابھی تک بلایا نہیں گیا ، معرض باز پرس میں نہیں آیا ۔ آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے ۔ شیر زمان خان نے مجھے آگرہ سے خط لکھا ، اس میں ایک رقعہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف بنام ظہیر الدین کے ۔ اب مجھ کو ضرور آ پڑا کہ اس کو تمھارے پاس بھیجوں ۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا ، ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہوں ۔ اگر پہنچ جائے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیج دینا ، میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا ۔

غالب

مرسلہ دو شنبہ چارم جادی الاول سنہ ۱۲۷۳ھ ۔ جواب طلب

۱۔ مطابق ۳ جادی الثانیہ ۱۲۷۳ھ ۔

۲۔ مجناتی صفحہ ۱۸۴ ، مجیدی صفحہ ۲۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۱۳ ، سپیش صفحہ ۲۱۸ ، سپر صفحہ ۳۷۰ ۔

۳۔ جنوری میں ۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ ع دو شنبہ کو ۳ جادی الاولیٰ ہے ۔

## [۲۳۹] ایضاً (۳)

صبح، شنبہ ۲۱ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ع  
اقبال نشان عضدالدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علی شاہ  
کی دعا پہنچے ۔

تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی  
طرف سے تشویش ہے ۔ خدا کی قسم ! میں یہاں خوش اور تندرست  
ہوں ، دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے کہ پھر دن چڑھے لک میرے آدمی  
بھی روٹی کھا چکے ہیں ۔ شام کا کھانا بھی سویرے آتا ہے ۔ کئی  
طرح کے سالن ، پلاؤ ، مشجن ، پسندے ، دونوں وقت روٹیاں خمیری ،  
چباتیاں ، مرے ، اچار ۔ میں بھی خوش ، لڑکے بھی خوش ۔ کلو اچھا  
ہو گیا ہے ۔ سٹا ، مشعلچی ، خاکروب سرکار سے متعین ہے ۔ حجام اور  
دھوبی لوکر رکھ لیا ہے ۔ آج تک دو ملاقاتیں ہوئی ہیں ۔ تعظیم ،  
تواضع ، اخلاق کسی بات میں کمی نہیں ۔

ظہیر الدین خان بہادر کو دعا پہنچے ۔ یہ خط لے کر تم اپنی  
دادی صاحب ہاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ اور ان سے کہہ دو  
کہ وہ بات ، جو میں نے تم سے کہی تھی وہ غلط ہے ، اس کی کجی  
اصل نہیں ہے ۔

باقی خیر و عافیت

۱۔ بمبائی صفحہ ۱۸۳ ، غمدی صفحہ ۲۲۹ مبارک علی صفحہ ۱۶۳ ،

رام ٹرائن صفحہ ۲۱۳ ، ہمیش صفحہ ۲۳۰ ، مہر صفحہ ۳۸۰ ۔

۲۔ مطابق ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۱ ۔ رام پور کے قیام اور

نواب صاحب کی سبزی کا حال ہے ۔

## [۲۳۰] ایضاً (۴)

میاں! تمہارا خط پہنچا، آج میں نے اُس کو اپنے خط میں  
 مافوف کر کے آگرے کو روانہ کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی  
 مجھ کو خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو  
 اب بھی نہ لکھتے؛ انصاف کرو، لکھوں تو کیا لکھوں؟ کچھ  
 لکھ سکتا ہوں؟ کچھ قابل لکھنے کے ہے؟ تم نے جو مجھ کو لکھا  
 تو کیا لکھا؟ اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں؟ بس  
 اتنا ہی ہے کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں۔ زیادہ اس سے نہ تم لکھو گے،  
 نہ میں لکھوں گا۔ ظہیر الدین کو دعا کہتا اور میری طرف سے  
 پیار کرنا۔ تم کو اور ظہیر الدین کو اور اس کی ماں کو اور اس کی  
 بہن کو اور اس کی لڑکی کو تمہاری ماں دعا کہتی ہے اور دعائیں  
 دیتی ہے۔ یہ واقعہ حیدر حسن خان کے نام کا ہے، ان کو حوالے  
 کر دینا۔

اسد اللہ

لگاتار، شنبہ، ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۵۷ء

## [۲۳۱] ایضاً (۵)

میاں! تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سے وہ سپاہی جو

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۸۵، مجیدی صفحہ ۲۲۹، مبارک علی صفحہ ۱۶۳،

رام نرائن صفحہ ۲۱۳، سپیش صفحہ ۲۱۸، سہر صفحہ ۳۷۰۔

۲۔ غدر کے حالات کا رد عمل سختی پر ہے۔ غالب کی گہن دہن ہے۔

۳۔ اہلیہ غالب۔

۴۔ مطابق آٹھ جلدی الثانیہ، ۵۱۲۷۔ دیکھیے خط نمبر ۲۳۸۔

۵۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۸۵، مجیدی صفحہ ۲۲۹، مبارک علی صفحہ ۱۶۳،

رام نرائن صفحہ ۲۱۳، سپیش صفحہ ۲۲۰، سہر صفحہ ۳۷۱۔

ان کے [اوپر] متعین تھا، اٹھ گیا اور ان کو حکم ہو گیا کہ اپنی وضع پر رہو، مگر شہر میں رہو، باہر جانے کا اگر قصد کرو تو بوجھ کر جاؤ، اور ہر ہفتے میں ایک بار کچہری میں حاضر ہوا کرو۔ چنانچہ وہ کچے باغ کے پھوڑے مرزا جاگن کے مکان میں آ رہے۔ صفدر میرے پاس آیا تھا، یہ اس کی زبانی ہے۔ جی ان کے دیکھنے کو چاہتا ہے مگر از راہ احتیاط جا نہیں سکتا۔

مرزا جہادر بیگ نے بھی رہائی پائی۔ اب اس وقت سنا ہے کہ وہ خان صاحب کے پاس آئے ہیں۔ یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائیں گے، یہاں نہ رہیں گے۔ قدم شریف میں وہ رہتے ہیں۔

آج<sup>۲</sup> بالچھواں دن ہے کہ حکیم محمود خان مع قبائل اور عشائر پٹیالہ کو گئے ہیں۔ یہ مقتضائے وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑ کر یہاں آ رہا ہوں، اس طرح کہ محل سرا میں زنانہ اور دیوان خانے میں مردانہ۔ پنشن کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معاموم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے۔ دیکھیں بعد کیفیت کے جانے کے پنشن ملتا ہے یا جواب۔

پنجشنبہ ۱۹ شعبان سنہ ۱۲۷۳ھ، مطابق یکم اپریل سنہ ۱۸۵۸ع۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں ”اوپر“ ندارد۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲۱۔

۳۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غالب ۲۷ مئی ۱۸۵۸ع کو حکیم محمود خان کے مکان میں آ گئے۔

۴۔ اردوئے معلیٰ کے تمام نسخوں میں ”یکم مئی“ ہے لیکن صحیح ”اپریل“ ہے۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں ”۱۸۷۳“ تحریر ہے ۱۸ کے بجائے ۱۲ ہونا چاہیے۔

## (۲۴۲) ایضاً (۶)

بھائی! ہوش میں آؤ، میں نے تم کو خط کب بھیجا اور رقمے میں کب لکھا کہ میں شیر زمان کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں؟ میں نے تو ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیر زمان خان نے میرے خط میں تم کو ہندگی لکھی تھی اور میں وہ ہندگی اس رقمے میں لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہوں، بس بات اتنی ہی تھی۔ وہی ہندگی لکھی ہوئی گویا لہٹی ہوئی تھی، سو حضرت کو پہنچ گئی۔ خامو عاطر جمع رہے۔  
غالب

[۱۸۵۸ع\*]

## (۲۴۳) ایضاً (۷)

میاں! چانول برے، پڑھتے نہیں، لہجے نہیں، پتلے نہیں۔ اب زیادہ قصہ نہ کرو۔ پرانے اور پتلے چانول آئیں، ایک روپیہ کے خرید کر کے بھیج دو۔ یاد رہے، نئے چانول قابض ہوتے ہیں اور پرانے چانول قابض نہیں ہوتے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔

شام کو میر محمد الدین صاحب کہتے تھے کہ حکیم غلام نجف خان کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی! دس بارہ جزو کی ایک کتاب نثر کی ”بھو کو لکھوائی ہے۔ یہ معلوم کر لو کہ وہ صاحب روپیہ کے کے

۱۔ مجتہائی صفحہ ۱۸۶، مجیدی صفحہ ۲۳۰، مبارک علی صفحہ ۱۶۵،

رام نرائن صفحہ ۲۱۵، سہیش صفحہ ۲۱۹، سہر صفحہ ۳۷۱۔

۲۔ صرف اندازہ ہے، سہیش برشاد صاحب نے بھی یہی سن لکھا ہے۔

۳۔ مجتہائی صفحہ ۱۸۶، مجیدی صفحہ ۲۳۰، مبارک علی صفحہ ۱۶۵،

رام نرائن صفحہ ۲۱۵، سہیش صفحہ ۲۲۹، سہر صفحہ ۳۷۹۔

۴۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲۲۔

جزو لکھیں گے ؟ اور روز کس قدر لکھ سکتے ہیں ؟ یہ تو اب لکھو اور پھر دوپہر کے بعد اُن کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں ان کو کاغذ اور مقبول عند حوالہ کروں ۔

ظہیر الدین کو دعا کہو اور اس کا حال لکھو ۔ غالب

[اگست سنہ ۱۸۵۸ء ع']

### [۲۳۳] ایضاً (۸)

حکیم\* غلام نجف خان ! سنو ۔ اگر تم نے مجھے بتایا ہے ، یعنی اسناد اور باپ کہتے ہو ۔ یہ امر از روئے تمسخر ہے تو خیر ، اور اگر از روئے اعتقاد ہے تو میری عرض مانو اور پیرا سنگھ کی تقصیر معاف کرو ۔ بیٹائی ! انصاف کرو ، اس نے اگر حکیم احسن اللہ خان سے رجوع کی ، وہ تمھارے بھائی بھی ہیں اور تم کو اُن سے استفادہ بھی ہے ۔ اگر گھبرا کر حکیم محمود خان کے پاس گیا ، تو اُن کے باپ سے تم کو نسبت تلمذ کی ہے ، ابتدا میں اُن سے پڑھے ہو ۔ پس یہ غریب سوائے تمھارے اگر گیا تو تمھارے ہی علاقہ میں گیا ۔ وہ بھی گھبرا کر اور خفقان سے تنگ آکر ۔ اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اس پر یہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور یہ دل اس کا معالجہ کرو ۔

النفات کا طالب

غالب

[۱۸۶۶ء ع']

- 
- ۱۔ غالب نے 'دستنبو' کی تصنیف یکم اگست کو ختم کی اس لیے کاتب کی ضرورت اسی مہینے کے آغاز میں پیدا ہوئی ہو گی ۔
  - ۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۸۶ ، مجیدی صفحہ ۲۳۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۵ ، رام فرائی صفحہ ۲۹۶ ، مہیش صفحہ ۲۳۲ ، مہر صفحہ ۳۸۲ ۔
  - ۳۔ یہ سنہ مہیش پرشاد نے تحریر کیا ہے ۔

### (۲۳۵) ایضاً (۹)

میاں! پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو، پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو۔ کہیں اور جائیں گے یا یہاں آئیں گے؟ اگر یہاں آئیں گے تو کب تک آئیں گے؟ پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو، اور اس میں لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام الدین اور میرے خط کا جواب نہ لکھیں! خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تصویر ہوئی؟ غبات کا خدا سے اور تم سے اس رقعہ کے جواب کا طالب۔ غالب

[۱۸۶۶ء]

### (۲۳۶) ایضاً (۱۰)

بھائی! میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیسا ہوں؟ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے، پھوڑا بدستور ہے\* رستا ہے۔ خیر، محل الدیشہ نہیں ہے، رس رس کر مادہ نکل جائے گا۔ اس سے اور زیادہ خستہ و افسردہ ہوں۔ قبض کہ وہ دشمن جانی ہے، ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے۔ بہر حال :

۱۔ مجتہائی صفحہ ۱۸۷، مجیدی صفحہ ۲۳۱، مبارک علی صفحہ ۱۶۶،

رام لرائی صفحہ ۲۱۶، سپیش صفحہ ۳۴۲، سہر صفحہ ۳۸۲۔

۲۔ سپیش پرشاد کا اندازہ ہے۔

۳۔ مجتہائی صفحہ ۱۸۷، مجیدی صفحہ ۲۳۱، مبارک علی صفحہ ۱۶۶،

رام لرائی صفحہ ۲۱۷، سپیش صفحہ ۳۴۲، سہر صفحہ ۳۸۷۔

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول میں ”کیسا“ کو ”کیا“ پڑھ کر فاروقی،

ناسی وغیرہ میں ”کیا“ ہی چھپ گیا ہے۔

۵۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲۳۔

مرگے ست بہ نام زندگی

حضرت ! غور کی جگہ ہے ، ایک مکان دل کشا ، کوچہ کی سیر ، بازار کا تماشا ، دو کمرے ، دو کوٹھریاں ، آتش دان ، صحن وسیع ۔ اس کو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے ؟ دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے اور پھر ڈبوڑھی پر حلال خوروں کا مجمع ، گوہ کے ڈھیر ۔ کہیں حلال خور کا پیمہ ہنگ رہا ہے ، کہیں بیل بندھا ہوا ہے ، کہیں کوڑا پڑا ہوا ہے۔۔۔ عیاذاً باللہ خدا نہ لے جائے ایسے مکان میں ۔

تم نے وہ مسودہ کیوں نہیں بھیجا ؟ میں خدمت گزاری کو آمادہ ہوں ۔ ۱۲

نجات کا طالب غالب  
[نومبر ۱۸۶۵ء]

۱۔ غالب عموماً بارہ کا ہندسہ (۱۲) لکھتے تھے ۔ عود ہندی طبع اول میں یہ عدد بہ کثرت موجود ہے ۔ اردوئے معلول کے کاتب نے ایک آدھ چمک لکھ دیا ہے ۔

۲۔ مہیش برہاد اسے "۱۸۶۴ء" کا خط قرض کرتے ہیں ۔ انہیں نفتہ کا خط مکتوبہ ۶ ستمبر ۱۸۶۴ء سے یہ شبہ ہوا ، حالانکہ یہ واقعہ اس سے ایک سال بعد کا ہے جب وہ حکیم محمود خان کے بڑوس سے بلی ماراں میں منتقل ہونے والے ہیں ، نیز دیکھیے اردوئے معلیٰ غالب مہر ۱۹۶۰ء دہلی یونیورسٹی صفحہ ۸۸ ۔



## [۲۴۷] ایضاً (۱۱)

صاحب' تم سچ کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ' خاں کی غم خواری اور مددگاری کا کیا کہنا ہے! مگر الور سے مجھ کو لہنا نہیں۔ یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھے کچھ نہ آئے گا۔ بہ فرض محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ، سو وہ بھی مجھے بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے۔ ان کا قرض ادا ہو جائے گا۔ احياناً اگر خلاف میرے عقیدے کے پانچ سو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میاں فضل کو دے کر مجھ کو لکھنا، باقی کے واسطے میں جس طرح لکھوں، اس طرح کرنا۔ نو صاحب! شیخ چلی بنا، خیالی ہلاؤ ہکا لیا۔

اب روداد سنو! نواب صاحب کا اخلاص و التفات روز الموزن ہے۔ آج منگل کا دن، ۴ جمادی الثانی اور ۲ اکتوبر کی ہے۔ کھانے کی<sup>۲</sup> اور گھوڑوں اور ییلوں کے گھانس دانے کی نقدی ہو گئی۔ لیکن اس میں میرا فائدہ ہے، نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا، ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اس کی ہے، بعد جشن کے رخصت ہوں گا، خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تم کو آدیکھتا ہوں۔

ظہیر الدین خاں کو دعا۔

[منگل ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۵ع - ۴ جمادی الثانی ۱۲۸۲ھ]

۱۔ محتبائی صفحہ ۱۸۸، مجیدی صفحہ ۲۳۱، مبارک علی صفحہ ۱۶۶،

رام نرائن صفحہ ۲۱۷، سہیش صفحہ ۲۳۰، سہر صفحہ ۳۸۱۔

۲۔ فضل اللہ خاں: برادر امین اللہ خاں دیوان الور۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲۔

۴۔ تاریخ متن میں موجود ہے، سنہ تقویم سے لکھا گیا۔

صاحب! کل آخر روز تمہارا خط آیا۔ میں نے پڑھا، آنکھوں سے لگایا، پھر بیانی ضیاء الدین خان صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ یقین ہے کہ انہوں نے پڑھ لیا ہوگا، مکتب فیہ معلوم کیا ہوگا۔ تمہارے یہاں نہ ہونے سے بہارا جی گھبراتا ہے، کہیں کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہے۔ کہو، اب خیر سے کب آؤ گے؟ کے برس، کے مہینے، کے دن راہ دکھاؤ گے؟

یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو، بدستور ہے :  
زمین سخت ہے آسماں دور ہے

جاڑا خوب پڑ رہا ہے، توانگر غرور سے، منسل سردی سے اکڑ رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا، عرق کے نہ کھینچنے کی قید شدید نے مارا، ادھر انسداد دروازہ آبکاری ہے، ادھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

مولوی فضل رسول صاحب حیدر آباد گئے ہیں، مولوی غلام امام شہید آگے سے وہاں ہیں، محی الدولہ مجدد یار خاں سورتی نے ان صورتوں کو وہاں بلایا ہے، ہر یہ نہیں معلوم کہ وہاں ان کو کیا پیش آیا ہے؟ اگر تم معلوم کر سکو یا کچھ تم کو معلوم ہو گیا ہو تو مجھ کو ضرور لکھو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

کیوں ظہیر الدین خان! کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجھ کو الگ لکھتا؟ یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی ہندگی لکھتا؟ حکیم غلام نجف خان لکھنے بیٹھے، قبری ہندگی لکھ دی۔

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۸۸، مجیدی صفحہ ۲۳۲، مبارک علی صفحہ ۱۶۷

رام لرائی صفحہ ۲۱۸، سہیش صفحہ ۲۲۶، مہر صفحہ ۳۷۷

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲۵۔

ایرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں، اس بندگی کے آنے کی مجھے کیا خوشی ؟  
غالب

صبح یکشنبہ، ۱۱ جنوری سنہ ۱۸۶۳ ع

[۲۴۹] ایضاً (۱۳)

بیٹائی! میرا دکھ سنو!

ہر شخص کو غم موافق اس کی طبیعت کے ہوتا ہے۔ ایک تنہائی سے نفور ہے، ایک کو تنہائی منظور ہے۔ تامل میری موت ہے۔ میں کبھی اس گرفتاری سے خوش نہیں رہا۔ پٹیلے جانے میں ایک سبکی اور ذلت تھی۔ اگرچہ مجھ کو دولت تنہائی میسر آ جاتی، لیکن اس تنہائی چند روزہ اور تجرید مستعار کی کیا خوشی؟ خدا نے لاولد رکھا تھا، شکر بجا لاتا تھا۔ خدا نے میرا شکر مقبول و منظور نہ کیا، یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے، یعنی جس لوہے کا طوق، اسی لوہے کی دو پتکڑیاں بھی پڑ گئیں۔ خبر اس کا کیا رونا ہے۔ یہ قید جاودانی ہے۔

جناب حکیم صاحب ایک روز از راہ عنایت یہاں آئے۔ کیا کہوں کہ ان کے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے۔ خدا ان کو زندہ رکھے۔ میاں، میں کنیر لا احباب شخص ہوں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوست اس ہاشم پورس میں مر گئے، خصوصاً اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا۔ اس راہ سے مجھ کو، جو دوست اب باقی

۱۔ تاریخ اردو سے معلیٰ میں موجود ہے۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۱۸۹، مجیدی صفحہ ۲۳۲، مبارک علی صفحہ ۱۶۸،

رام نرائن صفحہ ۲۱۹، سہیش صفحہ ۲۲۰، سہر صفحہ ۳۷۱۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول میں ”دکھ“ کو ”دیکھ“ لکھ دیا گیا ہے، جسے بعد کے نسخوں میں ”ذکر“ کر دیا گیا۔

ہیں ، بہت عزیز ہیں ۔ واقعہ دعا مانگتا ہوں کہ اب ان احیا میں سے کوئی میرے سامنے نہ مرے ۔ کیا معنی کہ جو میں مروں ، کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو دلیا میں ہو ۔

مصطفیٰ خان کا حال سنا ہو گا ۔ خدا کرے مرافعہ میں چھوٹ جائے ، ورنہ جس ہفت سالہ کی تاب آس ناز پرور میں کہاں ۔ احمد حسین سے کش کا حال کچھ تم کو معلوم ہے یا نہیں ؟ ’ غنوق‘ ہوا ۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھا ہی نہیں ۔

پنشن کی درخواست دے رکھی ہے ، بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہو گا ؟ ہاں ، دو ہائیں ہیں ؛ ایک تو یہ کہ میری صفائی اور بے گناہی کی دلیل ہے ۔ دوسرے یہ کہ موافق قول عوام چولھے دلدہ نہ ہو گا ۔ تجھ کو میری جان کی قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا قارغ البال اور خوش حال رہتا ۔ یہ بھی غبط ہے جو میں کہہ رہا ہوں ۔ خدا جانے پنشن جاری ہو گا یا نہ ہو گا ۔ احتمال تعیش و تنعم بشرط تجرید صورت اجرا سے پنشن میں سوچتا ہوں اور وہ موہوم ہے ۔ بیدل کا شعر مجھ کو مزا دیتا ہے :

نہ شام ما را سحر نویدی ، نہ صبح ما را دم سیدی

جو حاصل ماست ناامیدی غبار دنیا بفرق عقبی

۱۔ اردو سے معلیٰ ”احیا“ ، معنی زندہ لوگ ، لیکن ہمیش صاحب نے

”احیا“ پڑھا اور بعض حضرات نے ”احباب“ کر دیا ۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۲۶ — یعنی میکش کو یہاں سی

ہوئی ۔ لیکن ”الک رام کہنے ہیں کہ ایک انگریزی گولہ لگی ۔

غالب کے دوسرے خطوں سے ابھی میں اندازہ ہوتا ہے کہ فساد

تک زندہ تھے ، پھر یہ واقعہ پیش آیا ۔

اس وقت جی تم سے باتیں کرنے کو چاہا ، جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا ۔ زیادہ کیا لکھوں ۔

از" غالب ، بہ نام جان و جانان و از جان و جانان  
عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالیٰ :  
[اپریل ۱۸۵۸ء]

### [۲۵۰] ایضاً (۱۴)

قبلہ" ۱ یہ تو معلوم ہوا کہ بعد قتل ہونے دس آدمی کے کہ دو اس میں عزیز بھی تھے ۔ یہ سب وہاں سے نکلے گئے مگر صورت نہیں معلوم کہ کیوں کر نکلے ۔ پیادہ یا سوار ، تہی دست یا مال دار ؟ مستورات کو تو رتھیں دے دیں تھیں ، ذکور کا حال کیا ہوا ؟ اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا ؟ کہاں رہے اور کہاں رہیں گے ؟ سرکار انگریزی کی طرف سے مورد تفقد و ترحم ہیں یا نہیں ؟ رنگ کیا نظر آتا ہے ؟ جبر کسر کی توقع ہے یا نہیں ؟

- ۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول "لکھو" ، "نہ" ندارد ۔
- ۲۔ یہ عبارت اردو سے معلیٰ طبع اول کے بعد والے نسخوں میں بعد کے خط کا سرنامہ قرار دی گئی ہے ۔ سہر صاحب نے خطوط سہیش کے صفحہ ۲۲۱ کی آخری سطر "ہام جان و جانان" لے لی باقی اور عبارت جو نئے صفحے سے شروع ہوتی تھی اسے چھوڑ دیا ہے ۔
- ۳۔ سہیش ارشاد ۔

- ۴۔ مجتہاتی صفحہ ۱۹۰ ، محمدی صفحہ ۲۴۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۶۹ ، رام نرائی صفحہ ۲۲۰ ، سہیش صفحہ ۲۲۳ ، سہر صفحہ ۳۷۳ ۔
- مجھے شبہ ہے کہ یہ خط غلام نجف خان کے نام نہیں ہے ۔ البور میں کسی معزز آدمی کے نام ہے غالب کے غلام نجف خان کی طرف پدرانہ و فرزندانہ خط سے "قبلہ" کا خطاب کچھ عجیب سا ہے ۔
- (بشیرہ حاشیہ صفحہ ۳۴۶)

تفضل حسین خان کا حال خصوصاً اور ان سوالات کا جواب عموماً لکھو۔ میرزا مغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین خان مرحوم کا خویش ہے، اس کی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں۔ اذعاناً ہے یہ امر کہ وہ بھی قافلے کے ساتھ ہو گا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بائفراد لکھیے۔ خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضرور تحریر فرمائیے اور ہاں صاحب! آپ جانتے ہوں گے علی محمد خان کو وہ جو میر منشی عزیز اللہ خان کا خویش ہے۔ اگر کچھ اس کا بھی ذکر سنا ہو تو میں اس کا خیر طلب ہوں۔

غالب۔ جواب طلب

[۱۸۵۸ء اگست]

[۲۵۱] ایضاً (۱۵)

بھائی! تمہارے رفقہ کا جواب پہلے تم کو شیر زماں خان نے دیا ہو گا، پھر ظہیر الدین خان نے تم سے کہا ہو گا۔ کہو، کوئی

(ایضاً حاشیہ صفحہ ۵۴۴)

نقص یہ ہے کہ اسفند یار بیگ نے ۱۸۵۸ء میں راجا شیو دھیان سنگھ کے مرنے پر (تلامذہ غالب) الور کے راجپوتوں کو ورغلا کر اسین اللہ خان عرف ابو جان بنار کے گھر پر حملہ کروا دیا، جس میں دیوان کا بیٹا اور ایک نوکر مارا گیا، اور ان لوگوں کو وہاں سے ٹکٹا پڑا۔

۱۔ اودھے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۲۔ خواجہ جان: شمس الدین خان اور خواجہ امان: بدر الدین خان مراد ہیں۔

۲۔ سر صاحب نے ستمبر ۱۸۵۸ء تجویز کیا ہے۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۱۶ جس سے میں نے اس خط کی تاریخ معین کی ہے۔

۳۔ چغتائی صفحہ ۱۹۱، مجیدی صفحہ ۲۳۴، مبارک علی صفحہ ۱۶۹،

رام نرائی صفحہ ۲۲۱، سہیش صفحہ ۲۲۲۔

طرح شہر میں تمہارے آنے کی بھی ٹھہری یا نہیں ؟ بعد تیس کوس اور آدھ کوس کا برابر ہے ۔ میری جان ! تم ہنوز دوجانے میں ہو ۔ مجھ کو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا یہ اجازت سرکار کے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں ۔ پھر میں کیا کروں ؟ کہونکر وہاں آؤں ؟ شہر میں تم ہونے تو جرات کر کے تمہارے پاس چلا آنا ۔

شیرزماں خان صاحب ایک بار آئے تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤں گا ، مگر نہیں آئے ۔ خدا جانے ان کے والد کی رہائی ہوئی یا نہیں ؟ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہنا اور ان کو میرے پاس بھیج دینا اور تم کو ان کے والد کا جو حال ان کی زبانی معلوم ہوا ہو ، وہ مجھ کو لکھ بھیجو ۔ ظہیر الدین کو دعا ۔ والدعا

از غالب

[۱۸۵۹ء مارچ]

[۲۵۲] ایضاً (۱۹)

بھائی ! ہاں غلام فخرالدین خانؒ کی رہائی زلدگی دوبارہ ہے ۔ خدا تم کو مبارک کرے ۔ سنا ہے ، لوہارو بھی ان دونوں صاحبوںؒ کو

۱۔ مہیش برشاد صاحب جولائی سنہ ۱۸۵۸ء مجبور کرتے ہیں ، لیکن

خطوط بنام عروج سے معلوم ہوتا ہے کہ مروزی کے سجنے میں ٹکٹ چھپے تھے اور مارچ میں ٹکڑ دھکڑ کا زور تھا اس لیے یہ خط اسی زمانے کا ہے ۔ دیکھیے خط نمبر ۲۰ ۔

۲۔ بھتیانی صفحہ ۱۹۱ ، مجیدی صفحہ ۲۳۳ ، بہارک علی صفحہ ۱۹۹ ،

رام نرائی صفحہ ۲۲۲ ، مہیش صفحہ ۲۲۳ ، سہر صفحہ ۲۳۳ ۔

۳۔ ۱۸۵۷ء میں فخرالدین خان غالب کے بیویج داداد بھی گرفتار ہوئے تھے ۔

۴۔ ابن الدین خان اور ضیاء الدین خان ۔

مل گیا۔ یہ بھی ایک تہیت ہے۔ خدا سب کا بھلا کرے۔  
مجھ کو ڈھٹی کعشر نے بلا بھیجا تھا۔ صرف اتنا ہی پوچھا کہ  
”غدر“ میں تم کہاں تھے؟ جو مناسب ہوا، وہ کہا گیا۔ دو ایک  
خط آمد ولایت میں نے پڑھائے۔ تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ انداز و ادا  
سے پنشن کا بحال و برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے مگر ۱۵ مہینے ملتے  
نظر نہیں آتے۔

میان! یہ الور میں کیا فساد برپا ہوا ہے؟ خدا خیر کرے۔  
واسطے خدا کے تم کو جو معلوم ہوا ہو اور جو معلوم ہو جائے اس  
سے مجھ کو بھی اطلاع دینا۔

غالب

[اگست ۱۸۵۸ء]

[۲۵۳] ایضاً (۱۷)

برخودار<sup>۲</sup> سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خان کو میری  
دعا پہنچے۔ تمہاری تحریر پہنچی۔ تم جداگانہ خط کیوں نہ لکھا کرو؟  
خط لکھا اور پرنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہا، اپنے آدمی کے  
ہاتھ ڈاک گھر بھیج دیا۔ مکان کا پتہ ضرور نہیں۔ ڈاک گھر میرے  
گھر کے پاس، ڈاک منشی میرا آشنا۔ اب تم ایک کام کرو۔ آج یا کل

۱۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۲۲۸۔

۲۔ غالب نے خود پندرہ مہینے گزرنے کا اشارہ کیا ہے، مئی ۱۸۵۷ء  
سے جولائی تک پندرہ مہینے پورے ہوتے ہیں۔ نیز دیکھیے خط  
نمبر ۲۵۰۔

۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۹۱، مجیدی صفحہ ۲۲۳، مبارک علی صفحہ ۱۷۰،

رام نرائن صفحہ ۲۲۳، مہیش صفحہ ۲۲۳، مہر صفحہ ۳۷۵۔



ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہیں وہ لو اور مان سنگی مضبوط کاغذ کا لفافہ کرو اور پیرنگ لکھ کر کلیان کے ہاتھ ڈاک گھر میں بھیجا دو اور اپنے خط میں جو حال شہر میں نیا ہو ، وہ مفصل لکھو۔  
جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خان کو دعا کہنا۔

اب میرا حال سنو ، تعظیم و توقیر بہت ، ملاقاتیں تین ہوئی ہیں۔ ایک مکان کہ وہ تین چار مکانوں پر مشتمل ہے ، رہنے کو ملا ہے۔ یہاں پتھر تو دوا کو بھی میسر نہیں۔ خشتی مکان گنتی کے ہیں ، کچی دیواریں اور کھیریل ، سارے شہر کی آبادی اسی طرح پر ہے۔ مجھ کو جو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ گفتگو درمیان نہیں آئی۔ میں خود ان سے ابتدا نہ کروں گا۔ وہ بھی مجھ سے بالمشاہدہ نہ کہیں گے ، مگر یہ واسطہ کار پردازا سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں ؟ میں سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی ، لیکن آج تک کہ جمعہ آٹھواں دن میرے پہنچنے کو ہے ، کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا دونوں وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ سب کو کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ ہانی کا شکر کس منہ سے ادا کروں۔ ایک دریا ہے ”کوسی“۔ سبحان اللہ ! اتنا میٹھا ہانی کہ بننے والا گہان کرے کہ یہ پھیکا شربت ہے۔ صاف ، سبک ، گوارا ، باضم ’سریع النفوذ‘۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمے سے محفوظ ہوں ، صبح کو بھوک خوب لگتی ہے۔ لڑکے بھی تندرست ، آدمی بھی توانا ، مگر ہاں

۱۔ اردوئے معلیٰ ”شربت صاف ہے“ متن مطابق سپیش پرشاد۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۹۔

ایک عنایت اللہ دودن سے کچھ بیار ہے ۔ خیر اچھا ہو جائے گا ۔  
والدعا ۔

جمعہ ۳ فروری سنہ ۱۸۶۰ع

[۲۵۳] ایضاً (۱۸)

میان ۱

تم نے برا کیا کہ لفافہ کھول کر نہ پڑھا لیا ۔ ہارے آج سہ شنبہ  
۱۴ فروری صبح کے وقت یہ لفافہ پہنچا ، اور اسی وقت پڑھوایا گیا ،  
خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہیں ۔ یہ خط نواب گورنر جنرل بہادر کے  
چیف سیکرٹری کا ہے ۔ ترجمہ اس کا یہ ہے :

”از دفتر خانہ“ سیکرٹری اعظم ۔ حکم دیا جاتا ہے عرضی دینے  
والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت  
کے ارشاد فرمائیں گے ۔ از کنپ لودھیانہ ۲۸ ۔ جنوری سنہ ۱۸۶۰ع۔“  
جہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آکرہ ، مراد آباد  
آیا چاہتے ہیں ، مراد آباد جہاں سے بارہ کوس ہے ۔ نواب صاحب دورہ  
کو اپنے ملک کے گئے ہیں ، دو چار دن میں پھر آئیں گے ، اگر ان  
کی ملاقات کو مراد آباد جائیں گے ، میں بھی ساتھ جاؤں گا ۔ اگرچہ  
گورنر غرب و شہال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا  
گفتگو درمیان آتی ہے ۔ جو واقع ہو گا ، تمہیں لکھوں گا ۔

یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو ۔ تم

۱۔ مطابق ۱۰ رجب ۱۲۷۶ھ ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۱۹۲ ، عہدی صفحہ ۲۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۱ ،

رام نرائن صفحہ ۲۲۳ ، سپیش صفحہ ۲۲۵ ، سہر صفحہ ۳۷۶ ۔

کو جو خط لکھتا ہوں ، گویا تمہاری آستانی جی کو' لکھتا ہوں ۔ کیا تم سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ ؟ اب ان کو خیال ہوگا کہ اس انگریزی خط میں کیا لکھا ہے ۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لیے جاؤ اور حرف بہ حرف پڑھ سناؤ ۔

لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں ۔ کبھی میرا دل بہلاتے ہیں ، کبھی مجھ کو ستاتے ہیں ۔ بکریاں ، کبوتر ، بٹیریں ، تکل ، کتکوا سب سامان درست ہے ۔ فروری' مہینے کے دو دو روپے لے کر دس دن میں آٹھا ڈالے ۔ پھر برسوں چھوٹے صاحب' آئے کہ دادا جان کچھ ہم کو قرض حسنہ دو ۔ ایک روپیہ دونوں کو قرض حسنہ دیا گیا آج ۱۴ ہے ، مہینہ دور ہے ۔ دیکھیے کے بار قرض لیں گے ۔ یہاں کا رنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائے گا وہ مفصل تم کو لکھوں گا اور تم اپنی والدہ کو سنا دینا اور ہاں بھائی ! یہ بھی گھر میں پوچھ لینا کہ کددار ناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ ہانڈ دی ؟ میں نے تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیج دی ہے ۔

غالب

سہ شنبہ ۱۴ فروری' سنہ ۱۸۶۰ع

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں 'کو' ندارد ۔ لیکن غلط لکھے میں تصحیح کی گئی ہے ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۰ ۔

۳۔ چھوٹے صاحب سے مراد حسین علی خان اور والدہ سے اسراؤ بیگم زوجہ مرزا غالب ۔

۴۔ مطابق ۲۱ رجب ۱۲۷۶ھ ۔

## [۲۵۵] ایضاً (۱۹)

صاحب !

تمہارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین کا آکرے جانا، میرا خط آس کا موسومہ تمہارے پاس پہنچنا اور اس کا آکرے کو روانہ ہونا، ظہیر الدین کی دادی کا بعارضہ سرفہ و سعال و رنجور ہونا، کددار ناتھ کا مجھ سے خفا ہونا، مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا، فضل حسن سے میرے واسطے دربوڑہ تفقد کرنا، یہ مدارج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تم نے کیوں کھولا؟ وہ مغلوب الغضب ہے، تم پر خفا ہوگا۔ اس کی دادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایک نسخہ اس کے پاس ماء اللحم کا ہے، وہ کھینچوا دو اور ذرا خبر لیتے رہو۔ کددار ناتھ لڑکا ہے، وہ مجھ سے کیا خفا ہوگا؟ روپیہ جو خزانے میں جمع ہوگا، آخر وہی لانے کا۔ خفا میں ہوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میرا تمسک نہ دیا اور چٹھا تیس روپے آٹھ آنے کا نہ ہاتھ مکان کے روکنے کو اور کس طرح لکھوں؟ شہاب الدین خاں کو لکھا، شمشاد علی بیگ کو لکھا، اب تم کو لکھتا ہوں۔ ستمبر کے باج روپے آٹھ آنے دے آیا ہوں۔ اکتوبر، نومبر، دسمبر یہ سولہ روپے آٹھ آنے آکر دوں گا، بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سہ ماہہ جہاں سے بہ طریق ہنڈوی بھیج دوں گا۔

۱۔ مجبائی صفحہ ۱۹۳، مجیدی صفحہ ۲۳۹، مبارک علی صفحہ ۱۷۱،

رام نرائن صفحہ ۲۲۳، سہیش صفحہ ۲۳۱، سہر صفحہ ۳۸۱۔

۲۔ اہلیہ غالب۔

۳۔ اردو کے معلیٰ میں یہ عدد رفس ہندسوں میں ہے۔

اسماعیل خان صاحب کو میری 'دعا کہو اور کہو کہ ڈبوڑھی کی سیڑھی بنوا دیں اور حویلی کے ہائے خالے کی صورت درست کروا دیں۔ ہائے قسمت ! اس قسمت پر لعنت کہ میں فضل حسن میرے مرہی و محسن بنیں۔ اور پھر وائے محرومی ! کہ مطلب پر آری نہ ہو۔ لونڈوں کا احسان زہر قاتل ہے۔ فضل اللہ خان میرا بھائی ہے ، اس کا احسان مجھ کو گوارا ، سو بار اس سے کہنا اور ہزار بار کہوں گا۔ خیر جو ہوا سو ہوا ، اب آپ اس سے زہار لہ کہہیے گا ، نہ لکھیے گا۔ اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو ، تفضل سے کہو ، والا لا۔

نواب صاحب دورے سے یا آج شام کو یا کل آ جائیں گے۔ جشن جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

فجرات کا طالب ، غالب

یک شنبہ ۱۲ نومبر سنہ ۱۸۶۵ع صبح کا وقت

[۲۵۹] ایضاً (۲۰)

شنبہ ، ۳ ذی قعدہ [۵، ۲۸۱] یکم اپریل [۱۸۶۵ع]  
میاں ! تمہارا گدہ میرے سر و چشم پر ، لیکن میرا حال سن لو

- ۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۳۱۔
- ۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں پینٹھ کا بندہ نہیں چھپا ، اس لیے بعد کے نسخوں میں خالی جگہ ساٹھ اور اکسٹھ کا بندہ لکھا جاتا رہا ہے۔ ۱۲ نومبر ۱۸۶۵ع مطابق ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۲۸۲ھ۔
- ۳۔ بختیائی صفحہ ۱۹۴ ، مجیدی صفحہ ۲۳۷ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۲ ، رام ٹرائن صفحہ ۲۲۶ ، مہیشی صفحہ ۲۲۸ ، مہر صفحہ ۳۷۹۔ تمام نسخوں میں تاریخ آغاز خط میں درج ہے سنہ کا اضافہ کیا گیا۔ مہر صاحب نے تاریخ آخر خط میں لکھی ہے۔
- ۴۔ یہ فقرہ بھی غالب کی فارسیت ہے ورنہ صاف اس طرح روزمرہ ہے ”سر آنکھوں پر“ پھر اس کا موقع بھی یہ نہیں ہے۔

اور اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر دل پذیر کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اس کا جواب لکھ رکھا، دوسرے دن ڈاک میں بھیجا۔ مضمون یہ تغیر الفاظ یہ: تم جو پھوڑے پھنسی میں مبتلا رہتے ہو۔ اس کا سبب یہ کہ مجھ میں تمہارا لہو ملتا ہے اور میں احتراق خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمہارا خط آیا، تیسرے دن اس کا جواب بھیجا دیا۔ مضمون یہ، کہ تم سے تو میرا پیارا ہوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے مل گیا اور وہاں پہنچتے ہی مجھ کو خط لکھا۔ رسید ڈاک گھر سے ملتی نہیں، خط دونوں پھٹ گئے۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط رہ گئے ہوں۔ شیخو! اور کی ڈاک کے پرکاروں نے نہ پہنچایا۔ میرا کیا قصور؟ البتہ سرنامے پر صرف بستی کا نام اور تمہارا نام تھا، محلے کا نام نہ تھا۔ شاید اس سبب سے خط نہ پہنچا ہو۔ اسی وقت تمہارا خط آیا، میں نے لیٹے لیٹے یہ سطرین لکھیں۔ اب عنایت اللہ کو تمہارے گھر بھیجتا ہوں اور پچھوا منگواتا ہوں کہ ہتھ وہاں سے کیا لکھا جاتا ہے۔

لو صاحب، عنایت اللہ آیا اور یہ برزہ لایا ہے۔ ہتھ سرنامے پر لکھنا ہوں۔ مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیج دوں گا۔ حکیم ظہیر الدین خاں کو دعا۔ یسا، اب اس وقت مجھ میں دم نہیں، دعا پر قناعت کرو۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں، بھیج چکا ہوں۔ جھوٹے پر لعنت، تو بھی کہہ ”یش باد“۔

نواب مصطفیٰ خاں کل شہر میں آگئے، مع قبائل آئے ہیں۔ ذیقعدہ میں چھوٹے لڑکوں کے ختنہ اور ذی الحجہ میں مجد علی خاں کی شادی کریں گے۔ آج بالچواں دن ہے شہر میں مرغ کے انڈے

برابر اولے پڑے ، کہیں کہیں اس سے بڑے بھی ۔ نواب لفٹنٹ گورنر  
جہادِ جدید آئے ، دربار کیا ، میری تعظیم اور مجھ پر عنایت میری  
تمنا سے زیادہ کی ۔ آؤ گے تو مفصل سن لو گے ۔

نجات کا طالب غالب

[ ۲۵۷ ] ابضاً ( ۲۱ )

میاں !

آج صبح کو تم آئے تھے ، میں اس ٹکٹ کے قصہ میں " ایسا الجھا  
کہ تم سے کہنا بھول گیا ۔ اب میر عنایت حسین صاحب تمہارے  
پاس پہنچتے ہیں ۔ جس امر میں یہ تم سے کوشش چاہیں ، تم کو میری  
جان کی قسم ، بدل متوجہ ہو کر اس کام کو انجام دو ۔ امر سہل ہے ،  
کچھ بات نہیں ہے ، مگر در صورت سعی ۔ خدا کے ہاں سے تم کو بڑا  
اجر ملے گا اور میں تمہارا ممنون ہوں گا ۔

نجات کا طالب غالب

[ ۱۸۵۹ ع اگست ]

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۹۵ ، مجیدی صفحہ ۲۳۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۷

رام ٹرائن صفحہ ۲۲۷ ، سہیش صفحہ ۲۳۲ ، سہر صفحہ ۳۸۲ ۔

۲۔ اردو سے معلوم : " ایسے الجھا " ۔

۳۔ سہیش پرشاد کا الفاظہ ہے سنہ ۱۸۶۶ ع ۔ جس کے لیے کوئی یقینی

قرینہ نہیں ہے ۔ مجھے اس " ٹکٹ " کے لفظ سے ایک معذوری سا

شبہ ۵۸ ، ۱۸۵۹ ع کا ہوتا ہے

## [۲۵۸] ایضاً (۲۲)

میاں !

میں تم سے رخصت ہو کر آس دن مراد نگر میں رہا ۔ دوسرے دن یعنی جمعے کو میرٹھ پہنچا ۔ نواب مصطفیٰ خان نے ایک دن رکھ لیا ۔ آج شنبہ ۲۱ - جنوری یہاں مقام ہے ۔ او بیج گئے ہیں ۔ بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں ۔ مفت کا کھانا ہے ، خوب پیٹ بھر کر کھاؤں گا ۔ کل شاہ جہاں پور ، پرسوں گڑھ مکتیشر رہوں گا ۔ مراد آباد سے پھر تم کو خط لکھوں گا ۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے ہوئے ان کی دادی کو بھجوا دیے ہیں ۔ تم اس اپنے نام کے خط کو لے کر ڈیوڑھی پر جانا اور اپنی آستانی جی کو پڑھ کر سنا دینا اور خیرو عافیت کہہ دینا ۔ جناب خان صاحب کو میرا سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد کو دعا کہہ دینا ۔

ہاں بھائی ! میں از روئے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہوں ، اب جو شخص تم سے پوچھا کرے ، اس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہہ دینا کہ رام پور گیا ہے ، یعنی سب کو معلوم ہو جائے اور تذبذب میں نہ رہے ۔

مرقومہ چاشت گاہ

[۲۱ جنوری ۱۸۶۰ء]

- 
- ۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۹۵ ، مجیدی صفحہ ۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۳ ،
  - رام ٹرائن صفحہ ۲۲ ، مہیش صفحہ ۲۴ ، مہر صفحہ ۳۵ ،
  - ۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۳۳ - مجیدی میں ۳۱ -
  - جنوری چوپا ہے - ۲۱ جنوری مطابق ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۲۷۶ھ -



## [۲۵۹] ایضاً (۲۳)

برخوردار ، حکیم غلام نجف خان کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے ۔

بدھ کا دن ، پھر پھر دن چڑھا ہوگا کہ میں فقط ہالکی ہر مراد آباد پہنچا ۔ ۲۰ - جادی الاول کی اور ۱۱ - اکتوبر کی ہے ۔ دونوں لڑکے ، دونوں کڑیاں اور رتھ اور آدمی سب پہنچے ہیں ۔ اب آئے جاتے ہیں ۔ رات بغیر گزرے ، بشرط حیات کل رام پور پہنچ جائیں گے ۔ گھبراہٹ ہوا ہوں ، تیسرا دن ہے ہمارے خانہ بھرے کو ۔ لڑکے بغیر وغایت ہیں ، اپنی آستانی سے کہہ دینا ۔ مرزا شہاب الدین خان کو دعا ۔ نواب ضیاء الدین کو سلام ۔ میرا رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا ، ضرور ضرور ۔ ظہیر الدین دعا سے خفا ہوگا ، اس کو میری ہندگی کہنا ۔

[۵۱۲۸۲/۵۱۸۶۵ع]

- 
- ۱۔ مجتہائی صفحہ ۱۹۶ ، مجیدی صفحہ ۲۳۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۳ ، رام نرائن صفحہ ۲۲۸ ، سہیش صفحہ ۲۲۹ ، سور صفحہ ۳۸۰ ۔
  - ۲۔ سہیش میں سند خط کے متن میں اور ' غالب ' خاتمہ ' مکتوب میں درج ہے ۔

## [ ۲۶۰ ] بہ نام ظہیر الدین احمد خان صاحب (۱)

پنجشنبہ ، ۲ نومبر سنہ ۱۸۶۵ ع

اقبال نشان ، حکیم ظہیر الدین احمد خان کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے ۔ کہو میاں ، تمہارا مزاج کیسا ہے ؟ اور تمہارے بھائی مرزا فضل حسین خان کیسے ہیں ؟ اگر ملو تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خبر پوچھنا ۔ اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا اور کہنا تمہارا خط میرے خط کے جواب میں تھا ، اس میں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی ۔

سنو میاں ظہیر الدین ، تم اپنی دادی کے پاس ابھی چلے جاؤ ۔ اور ان سے میری اور دونوں لڑکوں کی خیر و عافیت کہو اور پوچھو کہ شہاب الدین خان نے اکتوبر مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپے پہنچا دیے یا نہیں ؟ کددار ناتھ ڈیوڑھی پر آکر جعفر بیگ ، وفا دار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں ؟ اچھا میرا بیٹا ! یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھ کر جلد مجھ کو لکھیو ، دیر نہ کیجیو ۔

خط کے جواب کا طالب ، فقیر غالب

۱۔ مجبائی صفحہ ۱۹۶ ، مجیدی صفحہ ۱۷۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۳ ،

رام نرائن صفحہ ۲۲۸ ، میر صفحہ ۳۸۳ ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۳ ۔

۳۔ حکیم غلام نجف خان مراد ہیں ۔

۴۔ شاید اس رقم سے وہ وظیفہ مراد ہے جو اہلبہ غالب کو لوہارو سے ملتا تھا ۔

۵۔ خطوط غالب ، سہر میں ” فقر “ حنف ہے ۔ یہ خط رام پور سے

لکھا گیا ہے ۔ اسی مضمون کا خط حکیم غلام نجف کے نام بھی

لکھا ہے ۔ دیکھیے خط نمبر ۲۵۵ ۔

[۲۹۱] از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خان

بہ نام نجم الدین حیدر صاحب عم ایشان (۱)

جناب فیض مآب چچا صاحب !

قبیلہ و کعبہ<sup>۱</sup> دو جہاں کے حضور میں کورنش و تسلیم پہنچانا ہوں اور [سو]<sup>۲</sup> ہزار زبان سے اس توبہ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجا لاتا ہوں۔

سبحان اللہ ، کیا توبہ [ہے] ! جس کی آواز سے رعد کا دم بند ، اور رنجک کے رشک سے بھلی کو ریغ<sup>۳</sup>۔ گولہ اس کا خدا کا قہر ، دھواں اس کا دریائے آتش کی لہر۔ استغفر اللہ ، کیا بائی کرتا ہوں ! جھوٹ سے دفتر بھرتا ہوں ، کہسی رنجک، کیسا دھواں، [کیسا] گولہ ، کیسا چہرا ، [کیسا] گراب ، یہ وہ توبہ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اس کی آواز سے رستم کا زہرہ ہو جائے آپ۔ اب بارود ہو تو رنجک اڑے ، آگ دہکائیں تو دھواں ہو ، گولہ چہرا کچھ اس

۱۔ مختبائی صفحہ ۱۱۹ ، مجیدی صفحہ ۱۷۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۵ ،

رام نرائن صفحہ ۲۲۹ ، سہر صفحہ ۳۸۳ ، عود ہندی صفحہ ۳۲ ،

میں عنوان یہ ہے ”ظہیر الدین کی طرف سے ان کے چچا کے نام۔“

۲۔ عود ہندی ”سو ہزار“ اردو سے معلیٰ ”ہزار“۔

۳۔ اردو سے معلیٰ ”کیا توبہ“ عود ہندی ”کیا توبہ ہے“ سہر صاحب

دریائے عشق کی لہر“ عود ہندی ”زہرہ آپ ہو جائے“۔

۴۔ یہ فقرہ عود ہندی سے بڑھا ہوا ہے۔

میں بھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو ، صرف اُس کی آواز پر مدار ہے ، نئی ترکیب اور لیا کاروبار ہے ۔ ایک آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے ، دشمن سے تو ہیبت سے اُس کا کلیجہ پھٹ جائے ۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صدائے صور سے دونا ہے ، مگر ہمیں یہی کہتے ہیں ”آنا ہے کہ صور کا گولہ ہے ۔ کیا خدا کی قدرت ہے ، دیکھو تو کیسی قدرت ہے ۔ توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ رو برو آئے ، وہ ڈھ جائے ۔ دانا آدمی اسے ”زنجیری گولہ کہتا ہے کہ توپ میں سے نکل کر بھر وہیں الجھ رہتا ہے ۔ اچھے میرے چچا جان ! یہ توپ کس نے بنائی اور تمہارے ہاتھ کہاں سے آئی ؟ جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے ، اب شہر میں جا بجا اسی کا بیان ہوتا ہے ۔ حق تعالیٰ شائد تم کو ہارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بہ دولت و اقبال و عز و کرامت رکھے ۔

(۱۸۵۶ء)

- 
- ۱۔ عود ہندی ”اس کی“ ندارد ۔
  - ۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۲۳۵ ۔
  - ۳۔ عود ہندی ”نن آتی ہے“ ۔
  - ۴۔ عود ہندی ”جو قلعہ زد پر آئے“ ۔
  - ۵۔ عود ہندی ”دانا آدمی زنجیری گولہ اس کو کہتا ہے“ ۔
  - ۶۔ عود ہندی ”ہر جگہ“ ۔
  - ۷۔ ایک اندازہ ہے ۔

[۲۶۲] یہ نام میرؔ ابراہیم علی خاں صاحب بہادر متخلص بہ وفا (۱)

ولیؔ نعمت کو غالب کی بندگی ۔

یہ سبب ضعف پیری کے خدمت گزاری میں درلگ واقع ہو جائے  
تو معاف رہوں ۔ قاصر کہی ہی نہ رہوں گا انشاء اللہ العظیم ۔ دو غزلوں  
میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے ۔ دوسری غزل ہفتہؔ آئندہ  
میں پہنچ جائے گی ۔

ضعف اعضا اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال  
لکھوں ۔ دو تین دن ہوئے کہ قبلہ و کعبہ میر عالم علی خاں کا خط آیا ۔  
وہ لکھتے ہیں کہ آزرده تخلص کی دو غزلیں اصلاحی پہنچیں ۔ دیکھئے  
اس سہو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں ۔ مزا اس میں ہے کہ  
اب یہ بھی یاد نہیں آتا کہ آزرده کا نام کیا ہے ۔ اور وہ کون ہے اور  
کہاں کا ہے ؟ شاید آس بندہ خدا کو حضرت کی غزلیں بھیجی ہوں گی ۔  
خدا کرے وہ بزرگ وار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب کی طرح  
میرے پاس بھیج دے ، تو میر صاحب کی خدمت میں بھیج دوں ۔  
اگر ایسا نہ ہوا تو ان غزلوں کو جو اب آئی ہیں ، دیکھوں گا ۔ یہ

---

۱۔ ابراہیم علی خاں وفا و طالب : ان کا خاندان میسوان ضلع بدایوں  
سے تعلق رکھتا ہے ، میر سرور از علی خاں بڑودہ چلے گئے تھے ،  
گفتی کوار میں جاگیردار و منصب دار ہو گئے ، ان کے بیٹے  
اکبر علی خاں ان کے فرزند ابراہیم علی ۱۸۸۵ع میں فوت ہوئے ۔  
(تلامذہ غالب)

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۹۷ ، مجیدی صفحہ ۲۳۸ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۵ ،

رام نرائن صفحہ ۲۳۰ ، مہر صفحہ ۳۱۸ ۔

اکہتر برس کی عمر کی خوبی ہے ۔ آپ میر صاحب قبلہ کو خط پڑھوا دیجئے گا ۔

لطف و کرم کا طالب ، غالب

۲ - اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ء

### [ ۲۶۳ ] ایضاً (۲)

سید صاحب قبلہ ، نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر کو غالب علی شاہ کا سلام ! وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے ۔

ہم شوق قتل سے ہے ، الخ

گم ہو گئی ہے پھر لکھ کر بھیجے اور قصور معاف کیجئے ۔ یہ غزل جو اس غزل کے بعد بھیجی ہے ، فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے ، میر صاحب قبلہ سید عالم علی خاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں ۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب کے مہینے میں وطن کو جاؤں گا اور وہاں سے تیرے پاس آؤں گا ۔ آج یہ حساب جنتری ۲ اور از روئے رویت ۲۶ رجب کی ہے ۔ غزلیں ان کی موجود ، مگر بھیج نہیں سکتا ، آپ میری بے گناہی کے گواہ رہیں ۔

قبلہ ! ضعف نے مضحمل کر دیا ہے ، حواس بجا نہیں ۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے تہترواں برس شروع ہو گیا ہے ، غذا باعتبار آرد و برنج مفقود ، صبح کو پان سات بادام کا شیرہ ،

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۶ ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، فاروقی و مجیدی میں دو اکتوبر ہے

مبارک علی اور سہر بس اکتوبر ۔

۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۹۸ ، مجیدی صفحہ ۲۳۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۶ ،

رام لرائی صفحہ ۱۳۱ ، سہر صفحہ ۳۱۹ ۔

بارہ بجے آپ گوشت ، شام کو چار کباب تلے ہوئے ، بس آگے  
خدا کا نام ۔

ہاں حضرت ، جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی تحریر سے  
کچھ حال نامازی کا اخوان و احباب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث  
توزع ضمیر ہے ۔ متوقع ہوں کہ اس فساد کے رفع ہونے سے اور اپنی  
طماننت خاطر سے فقیر کو آگاہی بخشیے ، اور اس خط کا جواب مع رسید  
غزل جلد ارسال فرمائے گا ۔

اسد بے دست گاہ

چار شنبہ ، پنجم دسمبر سنہ ۱۸۶۶ ع  
رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں ۔

### [۲۶۳] ایضاً (۳)

پیر و مرشد ، جناب سید ابراہیم علی خان صاحب کو ہندگی ۔  
غزل پہنچتی ہے ۔ خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے ۔ قبلہ ! آپ  
کے بھائی صاحب ، میر عالم علی خان صاحب مجھ پر کیوں خفا ہیں ۔  
کہ اپنی غزل نہیں بھیجتے ؟ یہ امر آن کے خاطر نشان ہو جائے کہ

۱۔ توزع : پریشانی ۔ طماننت : اطمینان ۔

۲۔ ”چار شنبہ“ اردو سے معلول اول کے علاوہ تمام نسخوں سے حتی  
کہ مہر صاحب کے مجموعہ سے بھی حذف ہے ۔ نسخہ رام نرائن  
میں سنہ ۱۸۸۸ ع چھپا ہے ۔ رجب کی تاریخ چھپس اور  
سنہ ۱۲۸۳ ھ ہے ۔

۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۹۹ ، مجددی صفحہ ۲۳۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۶ ،  
رام نرائن صفحہ ۲۳۱ ۔

۴۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۷ ۔

غالب آپ کے دادا کا غلام اور خدمت بجا لانے کو آمادہ ہے ۔

جواب کا طالب غالب

نہم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ہجری [ ۲۱ - جولائی ۱۸۶۶ ع ]

[ ۲۶۵ ] ایضاً (۴)

خدمت<sup>۱</sup> قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم و بجناب  
نواب میر ابراہیم علی خان بہادر کورٹش مقبول باد! تصویر مہر تصویر  
مجھے پہنچی اور میں نے رسید لکھ بھیجی ۔ عجب ہے کہ آپ کو اس  
کے پہنچنے میں تردد ہے ۔ امسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا خاکہ  
یعنی تصویر منشی میاں داد خان کی مع ت نذر کی ہے ، پتین ہے  
وہ بھی پہنچی ہوگی ۔ دونوں غزلیں بعد جراح کے بھیجتا ہوں ۔  
انہی غزل آپ رہنے دیں اور سید صاحب کی غزل ان کے حوالہ  
کر دیں ۔

نجات کا طالب ، غالب

جمعہ ۱۷ - اگست سنہ ۱۸۶۸ ع

۱۔ مہر "نجات کا طالب" ۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۹۹ ، بھیدی صفحہ ۲۴۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۷ ،

رام نرائن صفحہ ۲۳۲ ، مہر صفحہ ۴۲۰ ۔ سب نے اس خط کو

میر ابراہیم علی ونا کے نام لکھا ہے ۔ لیکن عنوان خط اسے

احمد حسن مودودی کے نام قرار دیتا ہے ۔



## [۲۶۶] ایضاً (۵)

جناب' تقدس انتساب ، سید صاحب و قبلہ ، والا متاقب عالیشان  
نواب سید ابراہیم علی خان بہادر مدظلہ العالی ۔  
ہند بندگی معروض ہے ، حضرت سید احمد حسن خان صاحب  
مدظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کے گھر مولود مسعود  
پیدا ہوا ۔ ایک عبارت رنگین مرتب کر کے ”اکمل الاخبار“ میں میں  
نے چھپوا دی ہے اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ  
سید صاحب مدوح کا جو انہوں نے جہاں بھیجا تھا ، وہ بھی چھپوا دیا  
اور تین قطعے تارغی چہاری لال مستظلم اور میر فخر الدین مہتمم مطبع  
نے جو جہاں تارغی لکھی تھیں وہ چھپوا دیے ۔ چنانچہ اپنی لکھی ہوئی  
رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہوں :

رباعی :

حق' داد ہند سید زہنی انعامش  
فرخ ہسرے، کہ واجب است اکرامش  
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش  
”ارشاد حسین خان“ کہ باشد نامش

- 
- ۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۱۹۹ ، مجیدی صفحہ ۲۴۰ ، مبارکہ علی صفحہ ۷۷۱
  - رام نرائن صفحہ ۲۳۲ ، سہر صفحہ ۴۲۰
  - ۲۔ کچھ اختلاف کے ساتھ ہوں بھی لکھی ہے :  
در بارۃ اسم و مولود سعید  
رفتست و غالب سحر و توضیح  
ارشاد حسین خان ، شین ہجری ست  
ہنکر کہ ’خجستہ رخ‘ بود سال مسیح  
دیکھئے کلمات غالب ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد اول  
صفحہ ۵۰۵ ۔

غالب حال سنین ہجری  
معلوم کن از ”خجستہ فرزند“  
چون یک صد و ہست و چار ماند  
این ست شمار عمر دل بند

یہ تو ظاہر ہے کہ ۱۲۸۵ ہجری ہیں۔ جب ”خجستہ فرزند“  
کے اعداد میں سے ۱۲۸۵ لے لیے تو ایک سو چوبیس بچتے ہیں۔  
اُن کو میں نے دعائے عمر مولود قرار دیا۔ حق تعالیٰ اس مولود  
کو تمہارے سامنے عمر طبعی کو پہنچائے۔

خط کی رسید کا طالب غالب

[جولائی ۱۸۶۸ء]

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۳۸ اس قطعہ کا مصرع یوں  
یہی لکھا ہے :

اندازۂ اسم و سال مولود

۲۔ تاریخ کا تعین خط بنام احمد حسن مودودی نمبر مسلسل ۲۷۹ سے  
ہوتا ہے ۔

## [۲۶۷] بہ نام 'مولوی احمد حسن صاحب قنوجی (۱)

یارب! یہ ایک خط جو مجھ کو بڑودہ گجرات سے آیا ہے۔ کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے، آدھر سے اظہار آشنائی ہے، میری طرف سے یہ بے حیائی ہے، کہ مجھ کو ان کی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی۔ سوچتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی۔ خانہٴ نسیان خراب، عشرہٴ قتالہ کے مرحلہ کا رہ پیمانہ ہوں۔ شاید اگر جہوں کا تو اس کا بھی مجھ کو علم نہ رہے گا۔ کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ ۶۵ برس کی عمر ہوئی حواس ظاہری میں سے سامعہ و شامعہ باطل حواس باطنی میں سے حافظہ زائل بسبب نسیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدایا، کیا اس عمر میں سب آدمی ایسے خرف ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپ کو سید لکھنؤ، مولوی لکھنؤ، خان لکھنؤ؟ خط میں تو خیر کچھ لکھ دوں گا، خط کا کیا عنوان لکھوں؟ بندہ پرور! فقیر معاف رہے، حضرت کا دل غبارِ کدورت سے صاف رہے۔ مولوی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو

---

۱۔ مولوی احمد حسن، عرشی۔ نواب صدیق حسن خان یھوٹالی کے بڑے بھائی تھے۔ ۱۹ رمضان ۱۲۷۶ھ ۳ مارچ ۱۸۳۱ع کو قنوج میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۰ع ۱۲۷۶ھ میں حج کے ارادے سے بڑودہ پہنچے اور یہیں ۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۷ھ ۲۳ نومبر ۱۸۶۰ع میں رحلت کی۔ فیض احمد، رسوا بدایونی اور مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ (تلامذہٴ غالب)

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۰۰، مجیدی صفحہ ۳۵۸، مبارک علی صفحہ ۱۷۸، رام نرائن صفحہ ۲۳۲، مہر نادر۔

جانتا ہوں ۔ بلکہ اُن کا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہر ۛ اکثر اُن کے خطوط آتے رہتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجھ کو یاد دلانے رہتے ہیں ، نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناکہ بنامہ یاد فرمائیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائیں۔ بہر حال تمہارا دعا گو ہوں ، خیریت جو ہوں ۔ اس خط کے جواب میں ایسا کچھ لکھو کہ تم کو پہچان جاؤں ۔ کب ملے تھے ؟ کے ملاقاتیں ہوئی تھیں ؟ یہ سب مدارج جان جاؤں ۔ نثر کے شیوہ و انداز کا تو ڈھنگ اچھا ہے ۔ خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر بھی ہو ، شاعر ہو تو تخلص کیا ہے ؟ نامہ نگار کا حال یہ سبیل اجمال یہ ہے ، کہ سیاست سے محفوظ رہا ہوں اور حکم کی عنایات سے محفوظ رہا ہوں ۔ بے وفائی کا داغ نہیں لگا ہے ، پنشن قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے زندگی کا رنگ اچھا دیکھتا ہوں ، دیکھتے مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں ۔ یہ مکرم مخدوم آپ کے ہم نام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالی مقام ظاہرا بہت درویش نواز ہیں ، کہ اس گم نام گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے ۔ میری طرف سے سلام بہ اشتیاق تمام پہنچائیے ۔ والسلام

راقم جواب نامہ کا طالب ، اسد اللہ

المتخلص بہ غالب

[۱۸۶۰ء اگست]

۱۔ اردو سے پہلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۹ ۔

۲۔ (الف) عبدالجلیل جنوں بریلوی کے خط (کبر مسلسل ۲۲۷

اور مالک رام کے بیان سے خیال ہوتا ہے کہ عرشی صاحب

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۶۹ پر)

## [۲۶۸] ایضاً (۲)

مخدوم' مکرم مواوی سید احمد حسن خان صاحب — باور کریں کہ یہ دردیش گوشہ نشین تمہارا دوست اور تمہارا دعا گو ہے ۔ تمہاری نثر کی طرز پسند ، تمہاری خواہش مقبول ۔ جناب حکیم سید احمد حسن صاحب کی خدمت گذاری منظور ۔ [شعر]

عشق نے غالب لکھا کر دیا

ورلہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پینتھ برس' کی عمر ہوئی ، اضمحلال قوی ، ضعف دماغ ، فکر سرگ ، غم عظیم ، جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں ، میں اب وہ نہیں ہوں ۔ نظم و نثر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ، ورلہ جوہر فکر کی رخشننگی کہاں ، بوڑھا چلوں پیچ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۸

بریلی یا بدایوں سے حج کی نیت کر کے ۱۸۶۰ع میں بڑودہ چنچے جہاں سے انہوں نے غالب کو خط لکھا اور جنوں کا حوالہ دیا ، ادھر جنوں نے عرشی کے سفر اپنے فراق کا ذکر کیا ۔ غالب دونوں باتوں کے فاصلے کی وجہ سے عرشی کو پہچان نہ سکے ۔ (ب) غالب نے اس خط میں اپنی عمر ۶۵ سال لکھی ہے یعنی ۱۲۷۷ھ شروع ہو چکا ہے اور یہ سنہ بیس جولائی سے شروع ہوا ہے ۔ نیز دیکھئے اس کے بعد کا خط ۔

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۰۱ ، نامی صفحہ ۳۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۹ ، رام فرآن صفحہ ۲۳۳ ۔

۲۔ ۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ع مطابق ۵ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ میں پینتھ برس کہہ رہے ہیں اور تقریباً ٹھیک ہے ۔ سہر صاحب نے یہ دونوں خط چھوڑ دیے ہیں ۔

بتاتا ہے ، زور نہیں دلوا سکتا ۔ یہ ہر حال حکیم صاحب کو میرا سلام کہے اور کہے کہ آپ بے تکلف اپنا کلام بھیج دیا کریں ، یہاں سے بعد حک و اصلاح خدمت میں پہنچ جایا کرے گا ۔

غالب

۲۱ ستمبر ۱۸۶۰ ع

[۲۶۹] یہ نام حکیم' سید حمد حسن صاحب مودودی (۱)

حضرت' قبلہ ،

پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید' صحیح النسب ، تام امت مرحومہ' مد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ - جب آپ مجھے قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر میں آپ کو کیا لکھوں ؟ خدا کے واسطے غور کیجیے کہ "قبلہ" قبلہ" اور "کعبہ" کعبہ" یہ کیا ترکیب ہے - چونکہ آپ نے مجھے استاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجیے - زنیہار "قبلہ" قبلہ" کبھی نہ لکھیے گا ! یہ سؤ ادب ہے یہ نسبت قبلہ - عیاذاً باللہ !

آپ کا عطوفت نامہ پہنچا - میرے پہلے خط کا بدیر پہنچنا اور اس کی دیر رسی کا سبب مجھ کو معلوم ہوا ، اب اس کا خیال رکھوں گا - یہ اب آپ کو معلوم رہے کہ آپ کے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں ہے - دو یا تین، جس خط کا جواب نہیں پہنچا اس کو یہ

۱- فنا اور جالی تخلص تھا ، سمسوان کے باشندے اور ابراہیم علی خان کے عزیز تھے - وطن سے بڑودہ چلے گئے تھے - اور وہیں پینسٹ سال کی عمر پا کر ۱۸۹۳ ع (۱۳۱۰ھ) میں وفات پائی - (تلامذہ غالب) -

۲- اردو سے معلول طبع اول صفحہ ۲۴۰ ، مجتہباتی صفحہ ۲۰۱ ، نامی صفحہ ۲۴۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۹ ، وام نرائن صفحہ ۲۳۵ ، سہر صفحہ ۴۲۱ -

۳- سہر صاحب کے یہاں "صحیح النسب سید" ہے -

ساجھیے کہ وہ خط راہ میں قلف ہوئے اور میرے پاس نہیں پہنچے ۔

بہار گلستان احمد حسن

یہ سجع کیا برا ہے ؟

دل حیدرو جان احمد حسن

یہ اس سے بھی بہتر ہے ۔ انہیں دونوں میں سے ایک سجع مہر

پر کھدوا لیجیے ۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے ۔

غالب

۱۹ - ذی الحجہ [ ۱۲۷۷ھ / ۲۸ جون ۱۸۶۱ء ]

[ ۲۷۰ ] ایضاً (۲)

حضرتؑ پیر و مرشد !

غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے ۔ غزل سہو سے لکھ گیا ہوں

دونوں غزلیں پہنچتی ہیں ۔ جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجھ

کو تعارف اسی ہے ۔ ان کو میرا سلام کہیے ، اور کہیے کہ حضرت

جناب مولوی صدرالدین صاحب بہت دن حوالات میں رہے ۔ کورٹ

میں مقدمہ پیش ہوا ، روکاریاں ہوئیں ، آخر صاحبان کورٹ نے

جان بخشی کا حکم دیا ۔ نوکری موقوف ، جاداد ضبط ، ناچار خستہ

و تباہ لاہور گئے ۔ فنانشل کمشنر اور لفٹنٹ گورنر نے ازراہ ترحم

نصف جاداد واگزاشت کی ۔ اب نصف جاداد پر قابض ہیں ۔ اپنی

حوالی میں رہتے ہیں ۔ کرایے پر معاش کا مدار ہے ۔ اگرچہ یہ امداد

۱- یہ سند مہر صاحب نے تجویز کیا اور اس کے مطابق ۱۸ جون

۱۸۶۱ء لکھا ہے لیکن تقویم میں ۲۹ جون ہے ۔

۲- مجتہبی صفحہ ۲۰۲ ، نامی صفحہ ۲۴۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۰ ،

رام نرائن صفحہ ۲۳۵ ، مہر صفحہ ۴۲۱ ۔



اُن کے گزارے کو کافی ہے ، کس واسطے کہ ایک آپ اور ایک بی بی ، تیس چالیس روپے مہینے کی آمد - لیکن چونکہ امام بخش کی اولاد اُن کی عثرت ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہیں ، لہذا فراغ بال سے نہیں گزرتی - ضعف پیری نے بہت گھیر لیا ہے - عشرۃ نامہ کے اواخر میں ہیں ، خدا سلامت رکھے ، غنیمت ہیں -

غالب - ۱۲

یکشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ۱۸۹۲ ع

[۲۷۱] ایضاً (۳)

سید\* صاحب و قبلہ !

عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا - بس و پیش ایک رافت نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علی خان بہادر اور ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علی خان بہادر کا پہنچا - میں علی کا غلام اور اولاد علی کا خانہ زاد ، لیکن بوڑھا و ناتوان اور مسلوب الحواس اور بے سر و سامان ، خدمت بجا لانے میں عذر کروں تو گنہ گار ، درنگ و توقف کا مضائقہ نہیں -

لا تکلف\* اللہ نفساً الا وسعها

خداوند نعمت ! کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور ، اور سلطنت کو بہ دستور سمجھے ہوئے ہو ؟ جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحب زادہ شاہ قطب الدین ابن مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کا حال

۱- مطابق یکشنبہ ۱۷ رجب ۱۲۷۸ھ -

۲- مجتہائی صفحہ ۲۰۲ ، مجیدی صفحہ ۲۴۱ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۰ ،

رام ٹرائن صفحہ ۲۳۶ ، سہر صفحہ ۴۲۲ -

۳- اردو سے معنی میں ہے "لا تکلف اللہ نفساً الا وسعها"

ہوجھتے ہو؟ آن دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در  
 راہ مرد - بادشاہ کے دم تک یہ باتیں تھیں - خود میاں کالے صاحب  
 مغفور کا گھر اس طرح ٹہا ہوا کہ جیسے جھاڑو [بھیر] دی - کاغذ کا  
 ہرزہ سونے کا تار پشیمند کا ہال باقی نہ رہا - شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی  
 رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اجڑ گیا - مقبرہ کیا ، ایک اچھے گائو کی  
 آبادی ، ان کی اولاد کے لوگ تاہم اُس موضع میں سکونت پزیر تھے -  
 اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر ، اس کے سوا کچھ نہیں -  
 وہاں کے رہنے والے اگر کوئی سے بچے ہوں گے تو خدا ہی جانتا  
 ہوگا کہ کہاں ہیں - ان کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا ، کچھ تبرکات  
 بھی تھے - اب جب وہ لوگ ہی نہیں تو کس سے ہوجھوں؟ کیا  
 کروں؟ کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہو سکے گا -

سید صاحب قبلہ! کیوں تکلیف کرتے ہیں؟ اگر یہی مرضی  
 ہے ، تو اتعاف و اہدا تکلف محض ہے ، فقیر بے سوال ہوں ، اگر  
 کچھ بھیج دیں گے رد نہ کروں گا کم و بیش پر نظر نہ کریں جننے  
 کا چاہیں نوٹ\* خط میں لپیٹ کر بھیج دیں - والسلام  
 از اسد اللہ

روز شنبہ ، یکم ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع

\_\_\_\_\_

- ۱- اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۴۲ -
- ۲- اس نوٹ کے بارے میں مزید گفتگو ۲۵ ستمبر ۱۸۶۶ ع کے خط  
 میں ہے -
- ۳- اردو کے نسخوں میں ۱۸۶۶ ع اور ”شنبہ یکم ستمبر“ تقویم میں  
 بھی سنہ ۱۸۶۶ ع کے مطابق ہے - مہر صاحب ”۱۸۶۳ ع“ لکھتے  
 آئے ہیں - یکم ستمبر ۱۸۶۶ ع مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۲۸۲ -

پیر' و مرشد !

تین برس عوارض احتراق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی۔ آپ کے خطوط آئے ہوں گے، کوئی عنوان ناکشودہ پڑا رہا ہوگا۔ البتہ حاجی مصطفیٰ خان کا آنا مجھ کو یاد ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ انہوں نے از روئے مشاہدہ میری خستگیِ قن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا۔ اب میں اپنی زبان سے یہ کیوں کر کہوں کہ اچھا ہوں، مگر بیار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا، جہرا، اہاج، بدحواس، ناتوان، فلک زدہ آدمی ہوں۔ عہد کرتا ہوں کہ جب آپ کا خط آئے گا اس کا جواب لکھوں گا، جب غزل آئے گی اس کو دیکھ کر پھر بھیجوں گا مگر حضرت کے مسکن کا پتہ بھول گیا۔ یہ خط تو مصطفیٰ خان سوداگر کو بھیج دیتا ہوں، وہ آپ کو بھیجوا دیں گے آئندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے، اس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔

قبات کا طالب، غالب ۱۲

۲۴ جولائی سنہ ۱۸۶۵ ع

حضرت' پیر و مرشد !

ان دنوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں یا ارشاد کے

۱۔ مجتہبی صفحہ ۲۰۳، مجیدی صفحہ ۲۴۲، مبارک علی صفحہ ۱۸۱،  
وام نرائن صفحہ ۲۳۷، مہر صفحہ ۴۲۳۔

۲۔ ۲۴ جولائی ۱۸۶۵ ع مطابق دوشنبہ ۳ صفر ۱۲۸۲ھ۔

۳۔ مجتہبی صفحہ ۲۰۳، مجیدی صفحہ ۲۴۲، مبارک علی صفحہ ۱۸۱،  
وام نرائن صفحہ ۲۳۸، مہر صفحہ ۴۲۳۔

جواب ادا نہ ہوئے ہوں تو موجب و سلال خاطر اقدس نہ ہو

اتفاق سفر افتادہ بہ پیری غالب  
آنچہ از پلئے نیاسد' ز عصا سی آید

رام پور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار ، روزینہ خوار ہوں ۔ ویس حال نے  
مسند نشینی کا جشن کیا ، دعا گوئے دولت کو در دولت پر جانا  
واجب ہوا ۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سے رام پور کو روانہ ہوا ، بعد قطع  
منازل<sup>۱</sup> ستہ وہاں پہنچا ، بعد اختتام بزم عازم وطن ہوا ۔ ہشتم جنوری  
کو دلی پہنچا ۔ عرض راہ تیار ہوا ، پانچ دن مراد آباد میں صاحب قراش  
رہا ۔ اب جیسا فرسودہ روان نالواں تھا ویسا ہوں ۔ جواب خطوط مجتہدہ  
لکھ سکتا ہوں ، یہ<sup>۲</sup> پر حال ایسا ہوں ۔

نواب میر جعفر علی خان میرور مہفور کا خاندان ؟ سبحان اللہ !  
ایں سلسلہ از طلائے ناب است  
ایں خزانہ تمام آفتاب است

نواب میر غلام بابا خان میرے دوست اور میرے محسن ہیں ، راہ و رسم  
نامہ و پیام مدت سے باہم دگر جاری ہے ۔ آپ کا حکم ہے ٹکلف

۱۔ اردو سے معلوم طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۴۴ ۔

۲۔ یہ منزلیں خود غالب نے یہ لکھی ہیں : غازی آباد ، بلکھوا ،  
باہوڑ ، بابو گلہ ، مراد آباد ، رام پور ۔ (سکالپ غالب صفحہ  
۱۱۵ دیباچہ) ۔

۳۔ یہ فقرہ مہر صاحب کے مجموعے میں نہیں ہے ۔ ”لکھ سکتا ہوں“  
پر سوالیہ نشان ہے اور اس ، جس سے جملے کا مطلب الٹ  
جاتا ہے ۔

مالوں گا۔ جناب میر ایرابیم علی خان صاحب اور حضرت میر [عالم] علی خان صاحب کی خدمت گزاری کو اپنا فخر و شرف جانوں گا۔ اس وقت بکس کھولا ہے ، خطوط اطراف و جوانب دیکھ رہا ہوں۔ پہلے حضرت کے خط کا جواب بطور اختصار لکھا ہے ، اب جب اس کا جواب آنے کا تب فقیر حکم بجا لانے گا۔

اسد اللہ

چار شنبہ ۱۷ جنوری سنہ ۱۸۶۶ ع

[۲۷۳] ایضاً (۶)

پیرؒ و مرشد!

آپ کو میرے حال کی بھی خبر ہے؟ ضعف نہایت کو پہنچ گیا، ریشہ پیدا ہو گیا، بینائی میں بڑا فتور پڑا، حواس مختل ہو گئے۔ جہاں تک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا۔ اوراق اشعار لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا۔ اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے۔ کہتے ہیں کہ شاہ شرف ہو علی قلندر کو بہ سبب کبر من خدا نے فرض اور پیغمبر نے سنت معاف کر دی تھی۔ میں متوقع ہوں کہ میرے دوست خدمت اصلاح اشعار مجھ پر معاف

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول و مجتبیٰ "میر علی خان صاحب"۔ مجیدی

پرس "میر علی خان صاحب"۔ صحیح "عالم علی"۔ دیکھئے خط

نمبر ۲۷۱۔

۲۔ مطابق ۲۹ شعبان ۱۲۸۲ھ۔

۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۲، مجیدی صفحہ ۳۴۳، مبارک علی صفحہ ۱۸۲،

رام نرائی صفحہ ۲۳۹، میر صفحہ ۲۲۳۔

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۰۳۔

کریں ! خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکے گا ، لکھ دیا کروں گا ۔ زیادہ حد ادب ۔

راقم اسد اللہ خاں غالب

۸ اپریل ۱۸۶۶ ع

[۲۷۵] ایضاً (۷)

پیرؑ و مرشد!

یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو پہنچا ، آج ۱۹ کو جواب لکھتا ہوں ۔ آپ پر اور میر ابراہیم علی خاں پر میری جان نثار ہے ، مضیٰ ما مضیٰ"۔ اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب بھیج دیا کیجیے ، اسی طرح میں فرداً فرداً بعد اصلاح بھیج دیا کروں گا ۔ مگر میرے قبلہ و کعبہ ! واسطے خدا کے شجرۂ منظومہ اوسال نہ فرمائیے گا ! اس کی اصلاح میری حد وسع سے باہر ہے ، میرا شبوہ نہیں ہے خط بے رنگ بھیجتا ۔ یہ خط عمداً بے رنگ بھیجتا ہوں ۔ کہتے ہیں کہ پینڈ کے تلف ہونے کا احتال ، اور پیرنگ کا نہیں ۔

اسد اللہ

شبہ ۳ دوم جون سنہ ۱۸۶۶ ع

- 
- ۱۔ مطابق یکشنبہ ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ ۔
  - ۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۰۵ ، مجیدی صفحہ ۲۴۳ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۳ ، رام فرائی صفحہ ۲۳۹ ، مہر صفحہ ۴۴۴ ۔
  - ۳۔ ایک خط اور ایک اخباری اعلان کے ذریعہ اصلاح نہ کرنے کا ارادہ کیا تھا ، میر صاحب نے کچھ لکھا تو اب غور کر رہے ہیں ۔
  - ۴۔ چتری میں شبہ ۲ جون ۱۸۶۶ ع مطابق ۱۸ محرم ۱۲۸۳ھ ہے ۔
  - یعنی رویت چتری میں ۲۹ کی ہے ۔

## [۲۷۶] ایضاً (۸)

قولہ !

ڈاک کے برکارے نے کل دو خط ایک بار پہنچائے۔ ایک آپ کا خط مع غزل اور ایک نواب میر ابراہیم علی خاں کا خط مع غزل۔ آج تین باتیں ضروری لکھنی تھیں، اس واسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں: ایک بات یہ کہ غزل کا کاغذ واپس بھیجتا ہوں، نہ اس کو پھاڑ سکوں نہ پانی میں دھو سکوں۔ شہیدی کی غزل ان قافیوں میں بہ تغیر ردیف ایسی ہے کہ اب ان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہیے، آپ اور غزل لکھیے، اس کو ہرگز دیوان میں نہ رکھیے۔

یہ وہی اس ضمن میں لکھنا مناسب ہے کہ میر ابراہیم علی خاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے خط میں لکھ بھیجی۔ آپ اپنے خط میں کس راہ سے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہیں؟ اسی فصل میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپ کی یہ غزل ”سلا کر سوئے“ اور ”نہا کر سوئے“ اور قاریج ہائے بنائے مسجد دیکھ کر اور اصلاح دے کر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں۔

دوسری یہ بات ہے کہ آپ سید صاحب کا حال، فصل لکھیے۔ ایسا کئے لاکھ کا ملک ہڑودہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو ملا ہے،

۱۔ مجبائی صفحہ ۲۰۵، مجبائی صفحہ ۲۴۴، مبارک علی صفحہ ۱۸۳،

رام نرائن صفحہ ۲۴۰، مہر صفحہ ۲۲۵۔

۲۔ مہر صاحب ”سلا کر سوئے“، ”نہا کر سوئے“ لکھتے ہیں۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۵۴۴۔

کہ آن سے دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے ؟ آگے اس راج میں حسام الدین حسین خاں بڑے معزز اور مکرم متوسل تھے ، اور سیر حاصل جاگیریں رکھتے تھے ۔ کیا سید ابراہیم علی خاں صاحب اسی خاندان میں سے ہیں ؟ اور ہاں یہ بھی لکھئے کہ میر عالم علی خاں کو آن سے اور آپ کو ان دونوں صاحبوں سے کیا قرابت ہے ؟

تیسری بات یہ ہے کہ جب نوٹ بھیجیے تو اہل کلکتہ کی طرح آدھا آدھا دو بار کر کے نہ بھیجیے گا ۔ میرے لام کا لفافہ جس شہر سے چلے ، اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہ جائے تو رہ جائے ، ورنہ دلی کے ڈاک خانہ میں پہنچ کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو ۔

اسد

۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ء

### [ ۲۷۷ ] ایضاً (۹)

حضرت !

یہ آپ کے جد امجد کا غلام تو مر لیا ۔ کثرت احکام ، تواتر ورود اشعار ۔ پھر یہ ہنجار کہ سو روپے کے نوٹ کی رسید سو بار مانگتے ہو ؟

میر ابراہیم علی خاں صاحب کی غزل جس کا ایک شعر یہ ہے :

علی ، علی جو کہا ، تا سحر تو یوں سمجھے  
کہ ذوالفقار سے کتنی ہے اب پہاری رات

۱۔ مطابق سہ شنبہ ۱۵ جمادی الاول ۱۲۸۳ھ ۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۰۹ ، مجہدی صفحہ ۲۴۴ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۳ ،

رام نرائن صفحہ ۲۴۱ ، مہر صفحہ ۴۲۵ ۔



بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپ اس کا تقاضا کیسے جانتے ہیں ؟ غزلیں آپ کی ہرستی ہیں ، کہاں تک دیکھوں ؟ آپ کی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں ۔ جہتر برس کا آدمی ، پھر رنجور دائمی ، غذا یک قلم منقود ، آٹھ چہر میں ایک ہار آب گوشت پی لیتا ہوں ۔ نہ روٹی ، نہ بوٹی ، نہ ہلاؤ ، نہ خشکا ۔ آنکھ کی پینائی میں فرق ، ہاتھ کی گیرائی میں فرق ، وعشہ مستولی ، حافظہ معدوم ۔ جہاں جو کاغذ رہا ، وہ وہیں رہا ۔ میر عالم علی خاں صاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں رکھ کے ' بھول گیا ہوں ۔

خلاصہ یہ کہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپ کے خط میں پہنچا ، رویہ وصول ہوا ، معاً خرچ ہوا ۔ ان کی غزل ”ساری رات“ ”پہاری رات“ جس کا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں ، بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل ان کی اب میرے پاس نہیں اور جناب میر عالم علی خاں کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہوئی ہیں ۔ اگر مل جائیں گی تو بعد اصلاح بھیجوں گا ۔ آپ کی غزلیں شہار سے باہر ہیں ، بکس میں دیکھوں گا کتابوں میں ڈھونڈھوں گا ۔ مدعا یہ کہ آپ اور دونوں سید صاحب اس کا التزام کریں کہ ایک غزل اپنے خط میں بھیجیں ، جب وہ غزل اور اس خط کا جواب پہنچ لے ۔ تب دوسری غزل خط میں ملنوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جدا ہو ، آپ یہ میرا خط خود غور سے پڑھ لیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھوا دیں ۔ از روئے احتیاط بے رنگ بھیجتا ہوں ۔ اسد یک رنگ

۱۸ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ء

- 
- ۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۴۶ ۔
  - ۲۔ اردو سے معلیٰ طبع مجتہبی وغیرہ ”جواب پہنچ جائے“ طبع اول ”پہنچ لے“ ۔
  - ۳۔ پہنچ تنبیہ ۸ جمادی الثانیہ ۱۲۸۳ھ ۔

## [۲۷۸] ایضاً (۱۰)

سید صاحب و قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب  
 لیم جان کا سلام پہنچے۔ وہ جو آپ نے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض  
 سے آفاق ہے۔ سو محض غلط ہے۔ آگے ناثوان تھا اب لیم جان ہوں۔  
 خط نہیں لکھ سکتا، ایک لڑکے سے یہ چند سطر میں لکھوا دی ہیں۔  
 جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہے۔ آپ سید ہیں اور بزرگ  
 ہیں، میرے حق میں دعا کریں کہ اب تتر برس سے آگے نہ بڑھوں،  
 اور اگر کچھ زندگی اور ہے، تو جی تعالیٰ تھوڑی سی صحت اور  
 طاقت عنایت کرے تاکہ دوستوں کی خدمت بجا لاتا رہوں۔

غالب

۳ جولائی سنہ ۱۸۶۷ء

## [۲۷۹] ایضاً (۱۱)

جناب سید صاحب و قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب  
 لیم جان کی زندگی مقبول ہو اور یہ عرض بھی قبول ہو کہ جناب معلیٰ  
 القاب نواب ابراہیم علی خاں بہادر کی خدمت میں میری زندگی عرض  
 کریں۔ بارے بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا  
 پہنچنا معلوم ہوا۔ اگرچہ اس صورت میں چلنا پھرنا خدمت بجا لانی نہیں

۱۔ مجتہاتی صفحہ ۷۰، ۲۰، مجیدی صفحہ ۲۵، مبارک علی صفحہ ۱۸۳،

رام نرائن صفحہ ۲۱، سہر صفحہ ۲۵۔

۲۔ مطابق چہار شنبہ ۲۹ صفر ۱۲۸۳ھ۔

۳۔ مجتہاتی صفحہ ۷۰، ۲۰، مجیدی صفحہ ۲۵، مبارک علی صفحہ ۱۸۳،

رام نرائن صفحہ ۲۲، سہر صفحہ ۲۶۔

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۷۰۔

ہو سکتی ، مگر خیر ، حضرت کے پیش نظر حاضر رہوں گا ، عنایت کی نظر رہے میرے حال پر۔

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا ہونے والا ہے ، مجھ کو تاریخ تولد کا خیال رہے گا۔ جب آپ کی تحریر سے نوید تولد<sup>۱</sup> معلوم کر لوں گا ، تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گئی ہو گی ، وہ بھیج دوں گا۔ اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی غزلوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے۔ مجھے اس حکم کی تعمیل بہ دل منظور ہے۔ جس مہینے تک میں زندہ ہوں ، اس مہینے تک خدمت بجا لاؤں گا۔

۱۷ جولائی سنہ ۱۸۶۸ ع

— — —

۱۔ دیکھیے خط بنام ابراہیم علی خان نمبر مسلسل ۲۶۶۔

۲۔ بیشتر غلطوں پر تاریخیں متن میں موجود ہیں۔

## [۲۸۰] بہ نام تفضل حسین' خان صاحب (۱)

کیوں صاحب' !

یہ چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و استادی سب پر پانی پھر گیا ؟  
اگر کوئی ہزار پانسو کی چیز ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے

۱۔ شاید کوکب تخلص تھا ، غالب کا کلام انہوں نے جمع کیا تھا ۔  
غالب نے نواب ضیاء الدین خان کے خط میں اس دہوان کا  
ذکر کیا ہے :

”میں نے تو نا تمام ، پھر ناقص ۔ بعض بعض قصائد اس میں سے اور  
کے نام کر دے ہیں اور اس میں لسی ممدوح سابق کے نام پر ہیں ۔“  
جناب آغا محمد باقر صاحب نے مکتوب آزاد کے حاشیہ  
صفحہ ۲۴۹ طبع مجلس ترقی ادب لاہور پر تحریر فرمایا ہے :

”شاہی زمانے میں بادشاہ کے وکیل تھے ، جامع مسجد کے  
قریب حویلی میر تفضل حسین خان کے ساتھ ان کی بڑی جائداد  
تھی جو ۱۸۵۷ء میں ضبط ہو گئی تھی ۔ بہر حال اس نام کا  
عہد اب بھی باقی ہے جو وکٹوریہ زمانہ اسپتال کے عقب میں  
واقع ہے ۔“

ان کے صاحب زادے میر افضل حسین ان کے بیٹے میر محمد حسین  
دہلی کے مشہور سوشل ورکر تھے ، میونسپل کمشنر ، دہلی  
یونیورسٹی کے فیلو ، یونیورسٹی کورٹ کے ممبر اور دہلی عربک کالج  
کے سکریٹری تھے اور کالج کو ڈگری ٹک لے گئے ، کانگریسی  
ہونے کی وجہ سے حکومت کے خطابات لینے سے انکار کر دیا تھا ۔  
۱۹۴۴ء میں رحلت کی ۔ ان کا خاندان پاکستان میں موجود ہے ۔

۲۔ محبتیاتی صفحہ ۲۰۸ ، عیدنی صفحہ ۳۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۵ ،

وام نرائن صفحہ ۲۴۳ ، سحر صفحہ ۴۲۷ ۔

تم کیا غضب ڈھالتے ۔ میرا کلام ، خرید آٹھ دس روپیہ کی سو وہ ابھی  
میں نہیں کہتا کہ مجھ کو دے ڈالو ۔ تم کو مبارک رہے ۔ مجھ کو  
مستعار دو ۔ میں اس کو دیکھ لوں ، جہ میرے پاس نہیں ہے اس کی  
نقل کر لوں پھر تم کو واپس بھیج دوں ۔ اس طرح کی طلب پر نہ دینا ،  
دلیل اس کی ہے کہ مجھ کو جھوٹا جانتے ہو ، میرا اعتبار نہیں یا یہ  
کہ مجھ کو آزار دینا اور ستانا بہ دل مطلوب ہے ۔ وہ کتاب ابھی میرے  
آدمی کو دے دو ۔ ہاٹھ واٹھ میں اس میں سے جو میرے پاس نہیں  
ہے نقل کر کے تم کو بھیج دوں گا ۔ اگر تم کو واپس نہ دوں تو مجھ  
پر لعنت اور اگر تم میری قسم نہ مانو اور کتاب حامل وقوعہ کو نہ  
دو تو تم کو آفریں ۔

غالب

[۱۸۶۰ع]

- 
- ۱۔ اردو کے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۸ ۔
  - ۲۔ انہی دنوں میں کلیات فارسی نول کشور پریس میں چھپنے کی  
تیاریاں شروع ہوتی ہیں ۔ مہر صاحب نے اسی سلسلے کے  
مکتوب بنام ضیاء الدین خاں کو ۱۸۶۰ع کا فرض کیا ۔ دیکھو  
خط نمبر ۳۱۶ ۔

[۲۸۱] یہ نام مرزا حاتم علی صاحب مہر (۲)

بہت مہمی غم گیتی ، شراب کم کیا ہے ؟  
 غلام ساقی کوثر ہوں ، مجھ کو غم کیا ہے ؟  
 سخن میں خاموش غالب کے آتش افشانی  
 یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

علاقہ محبت ازلی کو ہر حق مان کر اور پیوند غلامی جناب  
 مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ یثرائی  
 اگرچہ سب کو عزیز ہے ، مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے ۔

۱۔ مرزا حاتم علی بن فیض علی بن مراد علی خان - م - جہادی الاول  
 ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۴ع) بروز شنبہ قریب شام ، لکھنؤ میں پیدا  
 ہوئے اور دوشنبہ ، غروب آفتاب ۲۸ شعبان ۱۲۹۶ھ - ۱۸  
 اگست ۱۹۷۹ع اہلہ میں وفات پائی ۔

سہر ، اصفہانی الاصل ہیں ، ان کے بعد اجداد آگرہ میں رہے ،  
 اور پورا خاندان ہمیشہ اودھ اور کمپنی میں اعلیٰ عہدوں پر  
 فائز رہا ۔ وہ خود صدر امین اور تحصیل دار اور متصرف رہ  
 چکے ہیں ۔ ۱۸۵۷ع اور اس کے بعد آگرہ میں ان کا قیام رہا ۔  
 دستہ کی اشاعت کے سلسلے میں غالب سے تعارف و مراسلت  
 شروع ہوئی ۔ دیکھئے حاتمہ عود ہندی طبع مجلس قرق ادب لاہور  
 صفحہ ۳۸۷ ۔ نیز خط کے لئے دیکھئے مجتبیٰ صفحہ ۲۰۸ ، مجیدی  
 صفحہ ۲۳۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۵ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۳ ،  
 سہس صفحہ ۲۹۵ ، سہر صفحہ ۲۱۰ ، عود ہندی صفحہ ۲۶۲ ۔

مانا کہ روشناسی اس کے اجارے میں آتی ہے ، یہ بھی دلیل آشنائی ہے ۔ کیا فرض ہے کہ جب تک دید وادید نہ ہو لے ، اپنے کو یگانہ یک دگر سمجھیں ۔ البتہ ہم تم دوست دہرینہ ہیں ، اگر سمجھیں ۔ سلام کے جواب میں خط ، بہت بڑا احسان ہے ۔ خدا کرے [وہ] خط جس میں میں نے آپ کو سلام لکھا تھا ، آپ کی نظر سے گزر گیا ہو ۔ احياناً اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لے کر پڑھ لیجئے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجئے گا ۔

ہائے میجر جان جاکوب کیا جوان مارا گیا ہے ۔ سچ ، اس کا یہ شیوہ تھا کہ اردو کے فکر کو مائع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا ۔ [بندہ نواز] یہ بھی انہیں میں ہے کہ جن کا

- ۱۔ عود ہندی طبع اول ”جاریں“ ۔
- ۲۔ اردو اور سہیلی ”وہ“ ندارد ۔ عود ہندی طبع اول سے اضافہ کیا ۔
- ۳۔ عود ہندی طبع اول ”جس میں آپ کو میں نے“ ۔
- ۴۔ جان جاکوب ، مرزا غالب کے بے تکلف دوست تھے ۔ مرزا نے ان کا زائچہ فارسی میں نظم کیا تھا جو ان کے دیوان فارسی طبع اول میں چھپا تھا (دیکھئے کلیات غالب فارسی طبع مجلس جلد اول صفحہ ۱۸۰) ۔
- ۵۔ اس ”بندہ نواز“ کا بھی لطیفہ ہے ، عود ہندی طبع اول میں کاتب سے ”نواز“ رہ گیا ، سنگ سازے غالب ”بندہ“ کے اوپر بہت صاف ”نواز“ کا اضافہ کیا ۔ عود ہندی طبع دوم نارائنی دہلی میں ”نواز“ حذف ہو گیا ، اور میں ”بندہ“ بھی نہ رہا ۔ اب سہیلی صاحب نے ”بندہ پرور“ بنایا اور سہر صاحب اس جھکڑے ہی میں نہ پڑے ۔

میں مانگی ہوں - ہزارہا دوست مر گئے - کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں ؟ جیوں تو کوئی غم خوار نہیں ، مروں تو کوئی عزا دار نہیں ۔

غزلیں آپ کی دیکھیں - سبحان اللہ چشم بددور ! اردو کی راہ کے تو سالک ہو ، گویا اس زبان کے مالک ہو - فارسی بھی خوبی میں کم نہیں ، عشق شرط ہے ، اگر کسے جاؤ گے لطف پاؤ گے ، میرا تو گویا بقول طالب املی اب یہ حال ہے [بیت] :

لب از گفتن چنان بستم کہ کوئی  
دہن ہر چہرہ زخمی بود ، بہ شد

جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے خط مجھ کو لکھا ہو تو کیوں کر مجھ کو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو ؟ پہلے تو اپنا حال لکھیے کہ میں نے سنا تھا آپ کہیں کے صدر امین ہیں ، پھر اب اکبر آباد میں کیوں خاندہ نشین ہیں ؟ اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی ؟ ”راجہ بلوان“ سنگھ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ

۱۔ اردو سے معنی طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۰ ۔

۲۔ عود ہندی طبع اول ”خط“ ندارد سہر صاحب کے اس خط کے محذوفات و اصلاحات کا ذکر میں نے مناسب نہیں سمجھا ۔  
خطوط غالب میں یہ خط بہت کچھ بدل گیا ہے ۔

۳۔ عود ہندی طبع اول ”راجہ بلوان سنگھ کا حال لکھنا ضرور ہے“  
یہ راجہ جیت سنگھ والی بنارس کے فرزند تھے ۔ راجہ تخلص تھا سہر کے شاگرد ہوئے ۔

راجہ جیت سنگھ کو وارن ہیسٹنگز نے بنارس سے نکلنے پر مجبور کیا ، تو وہ گوالیار آ گئے اور یہاں کسی کار نمایاں کے صلے میں (بتیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۹۰ پر)



کہاں ہیں ؟ اور وہ دو ہزار روپیہ 'سہینہ' جو سرکار انگریزی سے ملتا تھا، اب بھی ملتا ہے یا نہیں ؟

ہائے لکھنؤ ! کچھ نہیں کہتا کہ اس بہارستان پر کیا گذری ، اموال کیا ہوئے ، اشخاص کہاں گئے ؟ خاندان شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا ؟ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصرؒ کی سرگزشت کیا ہے ؟ کہاں کرتا ہوں کہ یہ نسبت میرے تم کو کچھ

(نثر حاشیہ صفحہ ۳۸۹)

میں راجہ دولت راؤ سندھید نے ایک لاکھ روپے کی جاگیر دے دی ۔ راجہ بلوان سنگھ گوالیار میں یہ تاریخ ۱۷۹۹ء پیدا ہوئے ۔ چھٹ سنگھ کی وفات ۱۸۱۰ء کے بعد بلوان سنگھ آگرہ آ گئے ، جہاں ۱۸۵۷ء کی الفرائضی میں انگریزوں کی امداد کی وجہ سے کچھ اور رعایات ملے ۔ آگرہ میں ان کا تمام علم ادائی گدائی (چھٹہ راجہ کاشی) میں رہا ۔ فارسی و سنسکرت کے عالم و مصنف تھے ۔ اردو میں سہر کے شاگرد تھے اور 'راجہ' تخلص تھا ۔ ۲۲ دسمبر ۱۸۷۱ء میں فوت ہوئے ۔ تالیفات کے نام یہ ہیں :

۱۔ عود ہندی طبع اول 'رویہ' ندارد ۔ یہ رویہ راجہ چھٹ سنگھ کے بعد ان کی بیوہ کو انگریز دیتے تھے ، بشرطیکہ وہ آگرہ میں رہیں ۔ ان کے بعد یہ رقم راجہ صاحب کو اس شرط پر دی گئی کہ وہ حکام انگریزی کو خوش رکھیں گے ۔ (دیکھئے دستاویزات تاریخ بنارس) ۔

۲۔ سید محمد بن غفران مآب سید دلدار علی مجتہد اعظم لکھنؤ جن کی وجہ سے غالب کو دربار اودھ سے وظیفہ ملا

زیادہ آگہی ہوگی۔ آسید وار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے وہ مجھ پر  
مجھول نہ رہے۔

بتا مسکن مبارک کا ”کشمیری بازار“ سے زیادہ نہیں معلوم ہوا،  
ظاہراً اسی قدر کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔

مرزا تفتہ کو دعا کہیے گا اور اُن کے اُس خط کے پہنچنے  
کی اطلاع دیجیے گا جس میں آپ کے خط کی انہوں نے نوید لکھی  
تھی۔ والسلام

[جون ۱۸۵۸ء]

[۲۸۴] ایضاً (۳)

بھائی صاحب! از روئے تحریر مرزا تفتہ، آپ کا چھ کتابوں کی  
تولین کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہوا۔ بھر بھائی منشی نجی بخش نے  
دوبارہ لکھا کہ ”میں بد احوال لکھتا ہوں، مفصل مرزا حاتم علی صاحب  
نے لکھا ہوگا۔“ یا رب! اُن کے دو خط آ گئے۔ مرزا صاحب  
نے اگر لکھا ہوتا تو اُن کا خط کیوں نہ آتا؟ اپنے حسن اعتقاد سے  
ہوں سمجھا کہ نہ لکھنا بمقتضائے یک دلی ہے، جب اپنا کام سمجھ

۱۔ دیکھیے خط بنام تفتہ مرقومہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء۔ نیز حواشی

عود ہندی، صفحہ ۲۶۳ بعد۔

۲۔ بختیانی صفحہ ۹، ۲۰، عیدنی صفحہ ۷۴، مبارک علی صفحہ ۱۸۶،

رام نرائن صفحہ ۲۳۵، سہیش صفحہ ۳۰۰، مسہر صفحہ ۲۱۳

عود ہندی، صفحہ ۲۶۸۔

۳۔ عود ہندی ”کلی بخش صاحب“۔

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۵۰۔

لیجے تو مجھ کو لکھنا کیا ضرور ہے ؟ مگر اس کو کیا کروں نہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں ۔

مطبع اخبار ”آفتاب عالم“ میں یکم ستمبر سنہ ۱۸۵۸ء حال سے حکیم احسن اللہ خان کا نام لکھوا دینا اور دو مہیروں کا اخبار ایک بار بھجوا دینا اور آئندہ ہر ہفتہ اس کے ارسال کا طور ٹھہرا دینا ۔ کیوں صاحب ! یہ امر ایسا کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا ؟ اور اگر دشوار تھا تو اس کی اطلاع دینی کیا دشوار تھی ؟ ابھی شکایت نہیں کرتا ، بوجھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقضی شکایت ہیں یا نہیں ؟ مرزا تفتہ کے ایک خط میں یہ قصہ لکھ چکا ہوں ۔ کیا انہوں نے بھی وہ خط تم کو نہیں پڑھایا ؟ ہر چند عقل دوڑاتی کوئی درنگ کی وجہ خیال میں نہ آئی ۔ اب حصول مدعا سے قطع نظر ، یہ سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد ، برس دن بعد ، اگر مرزا صاحب خط لکھتے ہیں تو اس امر خاص کا جواب کیا لکھتے ہیں ؟ میں بھی شاعر ہوں ، اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے بھی خیال میں آ جاتا ۔ کوئی عذر ایسا میرے ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سباعت کے ہو ۔ میں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو ؟

[ستمبر ۱۸۵۸ء]

(۲۸۳) ایضاً (۳)

صاحبؒ میرے ! عہدہ وکالت مبارک ہو ۔ موکالوں سے کام لیا

۱۔ غود ہندی ”اخبار“ ندارد ۔ اخبار کے بارے میں دیکھیے حاشیہ خط بنام تفتہ ۔

۲۔ دیکھیے خط کبر ۶۵ ، ۲۸۷ ، مجموعہؒ ہذا ۔

۳۔ مجبائی صفحہ ۳۱ ، مجیدی صفحہ ۳۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۸۷ ،

رام لرائی صفحہ ۲۳۶ ، سپیش صفحہ ۲۹۷ ، سہر صفحہ ۲۹۱ ،

غود ہندی صفحہ ۲۹۹ ۔



کے سرنامہ پر محلے کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام، قصہ تمام۔ ہاں یار! عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتا ضرور ہے۔ دو روز سے ’شعاعِ مہر‘ کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمہارا ذکر خیر رہتا ہے۔ وہ تو اب ہر وقت یہی تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو چہرہ چہ گھڑی کی نشست پر روز دہتی ہے۔ ابھی یہی سے آٹھ کر [مکتب کو] گئے ہیں، تم کو سلام کہتے ہیں اور ’شعاعِ مہر‘ کے مداح اور ’بیانِ بخشایش‘ کے مشتاق ہیں۔

[مئی ۱۸۶۳ء]

[۲۸۳] ایضاً (۵)

جنابؒ مرزا صاحب!

آپ کا غم فرا نامہ پہنچا، میں نے پڑھا، یوسف علی خاں عزیز کو بڑھوا دیا۔ انہوں نے جو میرے سامنے اس مرحومہؒ کا اور آپ

۱۔ بیانِ بخشایش، ۵۱۲۷۷ مطابقت ۱۸۶۰ء میں ہوئی۔

۲۔ مہیش برہماد اسے سنہ ”۱۸۵۸ء“ کا مکتوب قرار دیتے ہیں۔ سنہ مہر صاحب نقل کرے چلے آئے ہیں حالانکہ بیانِ بخشایش، ۱۸۵۸ء سے بعد کی چیز ہے۔ اس سے بڑی بات یہ ہے کہ مجھے اودھ اخبار ۲۰ مئی ۱۸۶۳ء میں ایک خبر ملی: ”حسب الحکم حکام صدر تقرر مرزا حاتم علی کا یہ عہدہ صدر دیوانی و نظامت مالک مغربی سنہر کیا جاتا ہے“ صفحہ ۳۵۷۔

۳۔ پنجابی صفحہ ۲۹۱، بھدلی صفحہ ۲۳۸، مبارک علی صفحہ ۱۸۸، رام لرائی صفحہ ۲۰۶، مہیش صفحہ ۳۱۵، مہر صفحہ ۲۲۸، غوث بھدلی صفحہ ۲۹۹۔

۴۔ مسعود حسن صاحب فرماتے ہیں کہ چنا جان پنجشنبہ ۹ ذی قعدہ ۱۲۷۹ھ کو روم جگر کی وجہ سے فوت ہوئیں مولوی صفی الدین کی جنوری پنجاہ سالہ کے اعتبار سے یہ تاریخ ۳۱ مئی ۱۸۶۰ء کے مطابق ہے۔

کا معاملہ بیان کیا ، یعنی اس کی اطاعت اور تمہاری اس سے محبت ، سخت سلاسل ہوا اور رنج کمال ہوا ۔ شو صاحب ! شعرا میں فردوسی اور قنبرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنوں ، یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں ۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے ، قنبرا کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے لکر کھائے ، عشاق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہو ۔ لیاؤ اس کے سامنے مری تھی ، تمہاری محبوبہ تمہارے سامنے مری ، بلکہ تم اس سے بڑھ کر ہوئے کہ لیاؤ اپنے گھر میں اور تمہاری معشوقہ تمہارے گھر میں مری ۔ بیٹی مغل مجھے بھی غضب ہوتے ہیں ، جس پر مرتے ہیں ، اس کو مار رکھتے ہیں ۔ میں بھی مغل مجھ ہوں ، عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے ۔ خدا آن دونوں کو بخشے اور ہم تم کو بھی کہ زخم مرگ دوست کھائے ہوئے ہیں ، مغفرت کرے ۔ چالیس " بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے ، ہا آن کہ یہ کوچہ چھٹ گیا ، اس فن سے لیکر " محض ہو گیا ہوں " ، لیکن

۱۔ عود ہندی "ہوئے"۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۲ ۔

۳۔ اردو دیوان متداول اور نسخہ "حمیدہ" میں جو غزل ہے :

درد سے میرے ہے تبھ کو لے فراوی ہائے ہائے

کیا ہوئی ظالم قری غفلت شعاری ہائے ہائے

اسی عہد یعنی انوارہ ۔ و انوارہ ، بیس کی ہے جس کے ایک شعر

سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ڈومنی دہلی میں مری اور یہ

قصہ دہلی کا ہے :

گر مصیبت نہیں تو غربت میں اٹھا لیتے آمد

میری دہلی ہی میں ہوتی تھی یہ خواری ہائے ہائے

(نسخہ "حمیدہ" ، صفحہ ۱۶۵)

۴۔ عود ہندی "محض ہو گیا لیکن"۔

اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں۔ اس کا مرنا زندگی بھر نہ  
 بھولوں گا۔ جانتا ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔ صبر  
 کرو اور اب ہنگامہ [مازی] عشق مجازی چھوڑو: [یہ]

سعدی، اگر عاشق کئی جوانی

عشق مجاہد ہی است و آل مجاہد

اللہ ہی ماسوی ہوس ۱۲۰

[جون ۱۸۶۰ء]

[۲۸۵] ایضاً (۶)

شرطِ اسلام بود ورزشِ ایمان بالغیب

اے تو غالب ز نظر مہر قوا ایمان من ست

حلیہ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علی خاں  
 عزیز نے جو کچھ تم سے کہا، اس کا منشا کیا ہے؟ کبھی  
 میں نے ہزم احباب میں کہا ہو گا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو  
 جی چاہتا ہے۔ سنا ہوں کہ وہ طرح دار آدمی ہیں۔ اور بیانی تمہاری  
 طرح داری کا ذکر میں نے مغل جان سے سنا تھا۔ جس زمانے میں

۱۔ اردوئے معلیٰ "مازی" ندارد۔ عود ہندی سے اضافہ کیا گیا۔

۲۔ عود ہندی سے اضافہ۔

۳۔ چنا جان کی وفات ۳۱ مئی ۱۸۶۰ء کو ہوئی۔ یہ خط ظاہر ہے

کہ جون کے ابتدائی دنوں میں لکھا گیا ہوگا۔ ہمیش ہر شاد نے

تاریخ معین نہیں کی، سپر اور مالک رام نے بھی یہ خط مادہ ہی

چھوڑ دیا۔

۴۔ مجتہبی صفحہ ۲۱۱، مجاہدی صفحہ ۲۴۸، مبارک علی صفحہ ۱۸۸

وام فرائین صفحہ ۲۳۷، ہمیش صفحہ ۳۱۲، سپر صفحہ ۲۲۶

عود ہندی صفحہ ۲۹۲

کہ وہ نواب حامد علی خاں کی نوکر تھی اور اس میں مجھ میں  
بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے چہروں اختلاط ہوا کرتے تھے ۔  
اس نے تمہارے شعر اپنی تعریف کے بھی مجھ کو دکھائے ۔

بد ہر حال تمہارا حلیہ دیکھ کر تمہارے کشیدہ قامت ہونے  
پر مجھ کو رشک نہ آیا ، کس واسطے [ کہ ] میرا قد بھی درازی میں  
الگشت نما ہے ۔ تمہارے گندمی رنگ پر رشک نہ آیا ، کس واسطے  
کہ جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ چنٹی تھا اور دیدہ ور لوگ اس  
کی ستائش کیا کرتے تھے ۔ اب جو کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ یاد آتا  
ہے تو چہاتی پر سانپ سا بھر جاتا ہے ۔ ہاں مجھ کو رشک آیا اور  
میں نے خون جگر کھایا تو اس بات پر کہ ڈاڑھی خوب گھٹی ہوتی  
ہے ۔ وہ مزے یاد آگئے ، کیا کہوں ، جی پر کیا گذری بد قول  
شیخ علی حزیں :

تو دسترسم بود ز دم چاک گریباں  
شرمندگی از خرقہ پشمینہ نہ دارم

۱۔ عود ہندی میں "ان میں"۔

۲۔ یہ ذکر یک اور خط میں آئے گا ۔ عود ہندی میں ہے : "دکھاتی  
ہیں"۔

۳۔ شاید یہ وہی تصویر ہے جس کا عکس تاریخ ادب اودو مرتبہ  
مجد عسکری میں چھپا ہے ۔ میں نے یہ اصل قلمی تصویر جناب  
ڈاکٹر مٹین صاحب مرحوم نیرۃ سہر کے پاس لکھنؤ میں دیکھی  
تھی ۔ مٹین مرحوم فرماتے تھے کہ آخر عمر میں سہر نے ڈاڑھی  
رکھ لی تھی ۔

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۳ ۔

۵۔ عود ہندی طبع اول میں "کلمہ" اس طرح لکھا گیا ہے کہ بعد کے  
کاتبوں نے اسے "کلمہ" پڑھا اور "کلمہ" ہی چھاپا ۔ اردو سے معلیٰ  
میں اسے "بات" بنا دیا گیا ۔



جب ڈاڑھی موغھ میں بال سفید آ گئے ، تیسرے دن چوٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے ۔ اس سے بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ۔ ناچار مسی بھی چھوڑ دی اور ڈاڑھی بھی ۔ مگر یہ یاد رکھیے کہ اس بھولنے شہر میں ایک وردی ہے نام : ملا ، حافظ ، بساطی ، لیچہ بند ، دھوی ، سقم ، بھٹارا ، جولاہا ، کنجڑا منہ پر ڈاڑھی ، سر پر بال ۔ پتھر نے جس دن ڈاڑھی رکھی ، اسی دن سر منڈایا ۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ کیا یک رہا ہوں ۔

صاحب 'ا' بندہ نے "دستنبو" جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی ، سو ان کا فارسی خط عمرہ دہم مارچ مشتمل پر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بہ طریق ڈاک آ گیا ۔ پھر میں نے تنہیت میں لفٹنٹ گورنری کی قصیدہ فارسی بھیجا ۔ اس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضا مندی پر متضمن خط فارسی بہ سیل ڈاک مرقومہ چہار دہم آ گیا ۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مدح و تنہیت میں جناب وائٹ منٹگری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت میں بواسطہ صاحب کمشنر دہلی بھیجا تھا ، کل ان کا مہری خط بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی آ گیا ۔ بنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں ، اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہیں "ذیر آید درست آید" ۔

اناج کھانا ہی نہیں ہوں ، آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو ملے جاتی ہے : [شعر]

ہر ایک بات بہ کہنے ہو تم کہ ”تو کیا ہے“  
 تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سمجھے ہیں اور اس عزل کے طالب کا ذوق ہکا ہے  
 تو یہ عزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہو گی - رہا سلام ، وہ آپ  
 پہنچا دیں گے -

[۲۷ اپریل بہ بعد ، ۱۸۵۹ء]

[۲۸۹] ایضاً (۷)

مرزاؒ صاحب !

ہم کو یہ باتیں پسند نہیں - پینسٹو برس کی عمر ہے ، پچاس برس  
 عالم رنگ و بو کی سیر کی - ابتدائے شباب میں ایک مرشد کامل نے  
 ہم کو یہ نصیحت کی کہ ہم کو زہد و ورع منظور نہیں ، ہم مانع  
 فسق و فجور نہیں - پیو کھاؤ ، مزے آڑاؤ ، مگر بہ یاد رہے کہ  
 مصری کی مکھی بنو ، شہد کی مکھی نہ بنو - سو میرا اس نصیحت  
 پر عمل رہا ہے ، کسی کے مرنے کا وہ غم کرے جو آپ نہ مرے -  
 کیسی اشک فشان ، کہاں کی مرثیہ خوانی - آزادی کا شکر بجا لاؤ -  
 غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو  
 ”چنا جان“ نہ سہی ”منا جان“ سہی - میں جب بہشت کا تصور کرتا

۱- اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۳ -

۲- اردو سے معلیٰ طبع اول ’وہ آپ پہنچا دیں گے‘ - عود بندی ”اب  
 پہنچا دیں گے“ -

۳- دیکھئے خط نمبر ۳۸۸ بنام شیو نرائن ، مکتوبہ ۲۹ اپریل  
 ۱۸۵۹ء -

۴- مجتبیٰ صفحہ ۲۱۳ ، مجیدی صفحہ ۲۴۹ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۰ ،

رام نرائن صفحہ ۲۴۹ ، سہیل صفحہ ۳۱۵ ، سہر صفحہ ۲۲۹ ،

عود بندی صفحہ ۲۹۷ -

ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہوگئی اور ایک قصر ملا اور ایک حور ملی ، اناست جاودانی ہے اور اسی ایک نیک بخت کے ساتھ زندگی ہے ۔ اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے ۔ بے ہے ! وہ حور اجیرن ہو جائے گی ، طبیعت کیوں نہ گھبرائے گی ۔ وہی زمردیں کاغ اور وہی طوبی کی ایک شاخ ، چشم بد دور ، وہی ایک حور ۔ بھائی ہوش میں آؤ ، کمہیں اور دل لگاؤ : [ بیت ' ]

زنی توکن اے دوست در ہر بہار

کہ تقویم ہارینہ نایبہ بکار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا ۔ فکر سراپا ہست ، ذکر ہمہ جہت نا ہست ۔ اپنے نام کا خط مع ان اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالے کیا ۔

مکرمی نواب محمد علی خاں صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں ۔ پروردگار آن کو سلامت رکھے ۔ ۱۲

مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام ۔ دم دے کے مجھ سے فارسی عبارت میں خط لکھوایا ۔ میں منتظر رہا کہ آپ لکھنؤ جائیں گے ، وہ عبارت جناب قبلہ و کعبہ کو دکھالیں گے ۔ ان کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھ کو رقم فرمائیں گے ۔ کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں : [ ع ]  
بار در خانہ و من گرد جہاں می گردم

۱۔ اضافہ از عود بندی ۔ اردوے معلیٰ میں پہلے مصرع میں ہے ”در نوچار“ ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۵۵ ۔ قبلہ و کعبہ سے مراد مولانا سید محمد صاحب قبلہ مجتہد لکھنؤ ہیں ۔ دیکھئے خط بنام مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنؤوی ، کلیات نثر غالب صفحہ ۲۴۲ ۔

اب مجھے ان سے یہ استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھ کو خط لکھیں اور لکھنؤ نہ جانے کا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال، جو کچھ معلوم ہو، وہ سب اس خط میں درج کریں۔

[۵۱۸۶۰-۵۱۲۷۷]

### [۲۸۷] ایضاً (۸)

مرزا بہادر سادہ دلی ہائے من توان بخشید  
خطا نموده ام و چشم آفرین دارم

کل دو شنبہ کا دن، ۲۰ ستمبر کی تھی، صبح کو میں نے آپ کو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیج دیا۔ دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا، تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا۔ معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب میں آپ سے مانگتا ہوں، وہ نہیں پہنچا۔ کچھ شکوے سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی۔ دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ نکالنے لگا، بکس میں سے وہ تمہارے نام کا خط لکل آیا۔ اب میں سمجھا کہ خط لکھ کر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا۔ اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو۔ بعد چاہنے عفو جرم کے آپ کے کل کے خط کا جواب لکھتا ہوں۔

۱۔ مرزا نے اپنی عمر ۶۵ سال بتائی ہے جو ۵۱۲۷۷ کے مطابق ہے۔

شاید سہینہ جولائی یا اگست ہو۔

۲۔ بختیانی صفحہ ۳۱، بھیدی صفحہ ۲۵، مبارک خلی صفحہ ۱۱۹۱،

رام قرآن صفحہ ۲۵، سپیش صفحہ ۳۰۱، مہر صفحہ ۲۱۵،

غود ہندی صفحہ ۲۷۰۔

۳۔ دیکھئے خط نمبر ۲۸۲ مجموعہ ہذا۔

۴۔ غود ہندی: "ہرکارہ ایک تمہارا اور ایک مرزا تفتہ"۔

سبحان اللہ ! جلدوں کی آراہش کے باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں۔ یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائیں گی۔ اپار سپرہ اگر ہو جائے گا تو حرف خوب چمک جائیں گے۔ اس کا خیال ان چار جلدوں میں بھی رہے۔ بارہ روپے کی ہندوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کر کے مجھ کو اطلاع دیجیے گا، ورنہ میں مشوش رہوں گا۔

حضرت ! یہاں دو خبریں مشہور ہیں، ان کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں، ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگرے میں اشتہار جاری ہو گیا ہے اور ڈھنڈورا بٹ گیا ہے کہ کمبلی کا ٹھیکہ ٹوٹا، اور بادشاہی عمل ہندوستان میں ہو گیا۔

دوسری خبر یہ ہے کہ جناب ایڈمنسٹران صاحب مہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سیکرٹری، اکبر آباد کے لٹنٹ گورنر ہو گئے۔ خبریں دونوں اچھی ہیں، خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپ کے لکھنے پر منحصر ہے۔

ہاں صاحب : ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے : میں نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے :

”تہنیت فتح ہند اور عمل داری شاہی“

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۵۶۔

۲۔ قصیدہ کا مطلع ہے :

در روزگارِها نوائدِ خیار یافت

خود روزگارِ انہد دریں روزگار یافت

ملاحظہ ہو کلیات غالب فارسی جلد دوم طبع مجلس ترقی ادب لاہور،

تو قہ پ ماضی، صفحہ ۲۵۶ اور اس کا حاشیہ۔

ساتھ بیت ہے۔ منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ قصیدہ ایک اور کاغذ مذہب پر لکھ کر بوجوں۔ پھر یہ خیال آیا کہ دس سطر کے سطر پر کتاب لکھی گئی ہے، یعنی چھاپا ہوئی۔ اگر یہ چھ صاف ہے، یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اجنبی ہے۔ آپ اور منشی نے منشی صاحب اور مرزا مفتی، منشی شو نرائن صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست کریں اور پھر مجھ کو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپ کے پاس بھیج دوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جائے۔ دو ہائیں ہیں: ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلے کتاب سے۔ دوسری یہ کہ اس کی سیاہ قلم کی لوح الگ ہو اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں، اس طرح یہ بھی چھاپا جائے کہ:

”قصیدہ در مدح جناب ملکہ، انگلستان خلد اللہ ملکہ“ میرا نام کچھ ضرور نہیں، کتاب کے پہلے صفحے پر تو ہوگا۔

ہنڈوی کی رسید اور اس مطالب خاص کا جواب با صواب، یعنی نوید قبول جلد لکھیے۔

[۱۸۵۸ء شنبہ، ۲۱ - ستمبر ۱۸۵۸ء]

۱۔ چنانچہ ”مستنبو“ کے پہلے ایڈیشن میں سرورق کے بعد اور اصل کتاب سے پہلے چار صفحے اس قصیدے کے بڑھائے گئے اور اس کے بعد والے ایڈیشنوں میں آخر کتاب میں چھپا۔

۲۔ ”خدا اللہ ملکہ“ نہ صرف خطوں میں رہا بلکہ ”مستنبو“ کے دونوں معاصر نسخوں میں باقی رہا اور بعد میں بھی چھپا۔ حالانکہ ملکہ کی سادہ سبب سے ”ملکہ“ ہونا چاہیے تھا۔

۳۔ دیکھیے آغاز خط کی عبارت، اور خط نمبر ۲۹۹۔

## [۲۸۸] ایضاً (۹)

’بندہ پرور! آپ کا مہربانی نامہ ’آیا‘، آپ کی مہر انگیز اور محبت خیز باتوں نے غم بے کسی بھلایا۔ کہاں دھیان لڑا ہے، کہاں ہے ”دستنبو“ کی مناسبت کے واسطے ”ہدیضہ“ ڈھونڈ نکالا ہے؟ آفرین، آفرین، صد ہزار آفرین! تمہرا مصرع اگر یوں ہو تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے :

نامہ خود سال خویش داد نشان

مرزا مفتی کا خط ہاترس سے آیا، ان کے لڑکے بالے اچھے ہیں، آپ گھبرائیں نہیں، وہ آئے کہ آئے ہیں۔ اگر تمہیں بغیر ان کے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین کہاں؟

۱۔ مجتہدی صفحہ ۲۱۵، ہمدی صفحہ ۱۵۱، مبارک علی صفحہ ۱۹۲،  
رام نرائن صفحہ ۲۵۲، سہیل صفحہ ۲۹۹، مہر صفحہ ۲۱۳،  
عود ہندی صفحہ ۲۶۶۔

۲۔ اودھے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۷۵۔

۳۔ عود ہندی طبع اول: ”آفرین، صد ہزار آفرین“۔ ”دستنبو“ اور ”ہدیضہ“ حوالہ ہے مہر کے مصرع تاریخ کا، مہر نے لکھا ہے :

ابن اللہ خان غالب، مہر

حبذا، زد رقم چہ ”دستنبو“

نامہ خود سال خویش داد نشان

بد ایضاً ستم، چہ دستنبو

۱۸۵۷ء

افضل حسین ثابت لکھنؤی نے ”حیات دیر“ صفحہ ۵۶۷ پر ایک شعر غالب کے نام سے لکھا ہے، میں نے لکھنؤ میں جناب مفتی صاحب (غالبی) کے نام سے سنا ہے :

یار دستنبو بدستم داد، دستم ہو گرفت

وہ چہ دستنبو کہ دستم ہو ز دستنبو گرفت

صاحب بندہ ! اٹنا عسری ہوں ، ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہنسنہ کرتا ہوں ۔ خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدے پر ہو ۱۲ ۔ ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں ۔ تم جو مجھ سے محبت کرو گے یا میری غم گساری میں محنت کرو گے ، کیا تم کو غیر جالوں ، جو تمہارا احسان مانوں ؟ تم مراہا مہر و وفا ہو ، واللہ اسم ہامسمیٰ ہو ۔ ۱۲

مبالغہ اس کتاب کی تصحیح میں اس واسطے کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ لیا ہے ۔ صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے ، اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت نری خرافات ہے ۔ بارے یہ سبب التفت بھائی منشی لبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے ۔ متوقع ہوں کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب تک متوجہ رہیں ۔ منشی شیو نرائن صاحب نے کاپی میرے دیکھنے کو بھیجی تھی ، سب طرح میرے پسند آئی ۔ چنانچہ ان کو لکھ بھیجا ہے ، اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۔ ۱۲

حضرت ! چار جلدیں یہاں کے حکام کو دوں گا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا ۔ اللہ اللہ ! کیا غفلت ہے اور کیا اعتاد ہے زندگی پر ۔ بہر حال ، یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ ان چھ جلدوں کی کچھ تزئین و آرائش کی جاوے ۔ آپ اور بھائی صاحب اور ان کا فرزند رشید منشی عبداللطیف اور منشی شیو نرائن ، یہ چاروں صاحب فراہم ہوں اور یہ اجلاس کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے کہ کیا کیا جائے ؟ معہذا دو دو روپے کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ۔ ہاں ، یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپے میں اور دو جلدیں چھ روپے میں تیار ہوں ۔ پھر سوچتا ہوں کہ یارب آرائش کی گنجائش کہاں ، ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپے کی اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپے کی بنائی جائے ۔ قصہ مختصر ، کچھ کیا جائے یا یہی



کہہ دیا جائے کہ تیری رائے کوئسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی ، بارہ روپے بھیج دے - ۱۲

مطالب اور مقاصد تمام ہوئے اور ہم تم یہ زبان قلم باہم دگر ہم کلام ہوئے -

[۱۰ تا ۱۵ ستمبر، ۱۸۵۸ء]

[۲۸۹] ابضاً (۱۰)

مرزا صاحب! میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے - ہزار کوس سے یہ زبان قلم باتیں کیا کرو ، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو - کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے ؟ اتنا تو کہو کہ کیا بات تمہارے جی میں آئی ہے - برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا - نہ اپنی خیر و عافیت لکھی ، نہ کتابوں کا بیورا بھجوا یا - ہاں ، مرزا قفقہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچوں کتابوں کے آغاز کے ان کو دے آیا ہوں ، اور انہوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے - یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے مجھ کو خبر دی ہے کہ دو کتابوں کی

- 
- ۱- خطوط بہ نام قفقہ و حقیر کے مطالعے سے میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں - دیکھئے حاشیہ عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب صفحہ ۲۹۸ -
  - ۲- مجتبیٰ صفحہ ۲۱۹ ، عہدی صفحہ ۲۵۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۱۹۳ ، رام فرائن صفحہ ۲۵۳ ، مہیش صفحہ ۳۰۵ ، مہر صفحہ ۲۱۹ ، عود ہندی صفحہ ۲۷۷ -

۳- مجتبیٰ "بیورا" اردو، عود "بیورا" - صاحب فرہنگ اثر میں نھلن کے حوالے سے بیورا کرنا : خبر دینا کے معنی لکھے ہیں اور غالباً صاحب فورالفاظ پر اعتراض ہے کہ انہوں نے "بیورا دینا" لکھ دیا ، غالب کے اس جملے میں "کرنا" اور دینا کے علاوہ "بھیجنا" ، "بھجوانا" کی سند بھی مل گئی -

طلاتی لوح مرتب ہو گئی ہے۔ پھر اب کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے ؟ اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر ہے ؟ مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں ، کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائیں گی۔ اب 'حضرت ارشاد کریں کہ سات جلدیں کب آئیں گی ؟ ہر چند کاریگروں کے دیر لگانے سے تم بھی مجبور ہو، مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوں کی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو۔ خدا کرے ان تین جلدوں کے ساتھ یا دو تین روز کے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپ کی عنایتی بھی آئیں ، تا خاص و عام کو جا بجا بھیجی جائیں۔

میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے۔ جو میں نے کہا ، انہوں نے لکھ لیا۔ ان دونوں کے گھر لٹ گئے۔ ہزاروں روپیہ کے کتب خانے برباد ہوئے۔ اب میں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کو کہ وہ خوش آواز بھی ہے ، اور زمزمہ برداز بھی ہے ، ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا۔ اس نے وہ کاغذ جو مجھ کو دکھایا ، یقین سمجھنا کہ مجھ کو رونا آیا۔ غزل تم کو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس کے اس خط کا جواب چاہتا ہوں۔

-----

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۹۔

۲۔ یہ عبارت اردو سے معلیٰ میں یوں ہے : "صلہ میں اس کا جواب چاہتا ہوں"۔ عود ہندی : "صلہ میں اس کے اس خط کا جواب چاہتا ہوں"۔

## غزل

درد منت کش دوا نہ ہوا  
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا  
جمع کرنے ہو کیوں رقیبوں کو  
اک ہماشا ہوا گلا نہ ہوا ؟  
رہزنی ہے کہ دل ستانی ہے  
لے کے دل ، دلستان روانہ ہوا  
زخم گر دب گیا لہو نہ تھا  
کام گر رک گیا ، روانہ ہوا  
گتھے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب  
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا  
کیا وہ بمرود کی خدائی تھی  
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا  
"جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی  
حق تو ہوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا  
کچھ تو پڑھے کہ لوگ کہتے ہیں  
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

[۱۵ تا ۱۸ نومبر ۱۸۵۸ء]

۱۔ دیوان میں غزل کے اشعار کی ترتیب کچھ اور ہے ۔ نو شعروں میں سے ایک بیت کم ہے ۔

ہم کہاں قسمت آزمائے جاؤں

تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

۲۔ یہ تاریخ شیونرائی کے نام مکاتیب کے مقابلہ سے مسجد میں آئی ہے کیونکہ ۱۸ کو شکایت لکھی، پھر ۱۹ نو۔ پر جمعہ کو کتابیں اور ۲۰ کو رسید لکھتے ہیں ۔

## [۲۹۰] ایضاً (۱)

’بیانی صاحب ! آپ کے خامہ’ مشکبار کی صریر نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا ، بلکہ مجھ کو ان کی لوحوں کا ’خط طلائی‘ مانند شعاع آفتاب نظر آیا ۔ کیا ہوجھنا ہے اور کیا کہنا ہے ۔ مجھ کو تو یہ موجب اس مصرع کے :

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

دل میں خوش ہو کر چپ ہو رہتا ہے ۔

حضرت ، مدح کو ایک موقع ضرور ہے : مجھ کو آپ کے حکم کا بجا لانا منظور ہے ۔ اس نذر کے پہنچنے کے بعد جب کوئی ان کا عنایت نامہ آئے گا ، تو بندہ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائے گا ۔ اس نظم میں آپ کا ذکر خیر بھی آ جائے گا ۔ اب یہ تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائے گی اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجھ کو کب آئے گی ؟ آپ کی فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے ۔ سیاہ قلم کی ہانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں ، تو [’کچھ‘] عجب نہیں ہے ۔ جلدوں کا بنانا ، البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے ۔ معلوم تو ہوتا ہے کہ بیانی نہیں بخٹی صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیونرائن صاحب کی ہمت اس کے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے ۔ یا رب ! اسی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا ہشتارہ میرے پاس آ جائے ۔

۱۔ بیانی صفحہ ۲۱۸ ، ہندی صفحہ ۲۵۳ ، ہارک علی صفحہ ۱۹۳ ،

رام نرائن صفحہ ۲۵۵ ، سپیش صفحہ ۳۰ ، سہر صفحہ ۲۱۸ ،

عود ہندی صفحہ ۲۷۵ : اردوئے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۹۰ ۔

۲۔ عود ہندی ”پر خط طلائی“ ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ کچھ ”الدار“ ، اضافہ از عود ہندی و سپیش پرشاد ۔

سرزا تفتہ کو کیا دون اور کیا لکھوں ؟ مگر دعا دون اور دعا لکھوں ۔ صاحب ! اب ڈھیل نہ کرو ، کام میں تعجیل کرو : [ ع ]

ای ز فرصت بے خبر ، در ہر چہ باشی زود باش

خدا کرے ، نثر کی تحریر انجام پا گئی ہو اور قصیدے کے چھاپنے کی نوبت آ گئی ہو ۔ قصیدے کا نثر سے پہلے لگانا از راہ اکرام و اعزاز ہے ، ورنہ نثر میں اور صنعت ، اور نظم کا اور انداز ہے ۔ یہ اس کا دیباچہ کیوں ہو ؟ بلکہ صورت ان دونوں کے اجماع کی ہوں ہو کہ سر رشتہ آمیزش توڑ دیا جائے اور 'قصیدے کے اور "دستنبو" کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے ۔

وائے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو ، تو مجھ کو بھی آ گئی دو ۔ چاہو تمہیں ابتدا کرو اور ایک خط ان کو لکھو اور اس کا بردار اس بات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہونے کو آئی ہیں ، آپ کی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے ؟ یہ خط جواب طلب ہو جائے گا اور ان کو جواب لکھنا پڑے گا ۔

[ ' اکتوبر ۱۸۵۸ء ]

[ ۲۹۱ ] ایضاً ( ۱۲ )

"بہائی صاحب ! مطلع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۱ ۔

۲۔ تقریباً وسط اکتوبر یا اس سے پہلے ۔ ہمیش تاریخ ندارد ۔

۳۔ مجبائی صفحہ ۲۱۹ ، مجیدی صفحہ ۲۵۰ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۵ ،

رام لرائی صفحہ ۲۵۶ ، ہمیش صفحہ ۳۰۶ ، مہر صفحہ ۲۲۱ ،

عود ہندی صفحہ ۲۸۰ ۔

پہنچ جائیں ، اور بس وپیش سات جلدیں آپ کی ہنوائی ہوئی بھی آئیں۔  
 بالفعل ایک اور عقدہ سررشتہ خیال میں پڑا ہے ، یعنی از روئے  
 اخبار ”مفید خلائق“ ذہن لڑا ہے کہ اس ہفتے میں جناب ایڈمنسٹرن  
 صاحب بہادر آکرے آئیں گے اور وسادہ لفٹنٹ گورنری پر اجلاس  
 فرمائیں گے۔ اس صورت میں اغلب ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر  
 ان کی جگہ چیف سکریٹری بن جائیں گے ، پھر دیکھیے کہ یہ محکمہ  
 لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکریٹری کس کو بنالیں گے۔ میر منشی اس  
 محکمے کے تو وہی منشی غلام غوث خان بہادر رہیں گے ، دیکھیے ہمارے  
 منشی مولوی قمر الدین خاں کہاں رہیں گے ؟ بہر حال آپ سے یہ  
 استدعا ہے کہ پہلے کتابوں کا احوال لکھیے اور پھر جدا جدا جواب  
 ہر سوال کا لکھیے۔ جب تک ایڈمنسٹرن صاحب بہادر چیف سکریٹری تھے،  
 تو یہ خیال میں تھا کہ ان کی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی  
 نذر ، یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے ان کے پاس بھیجوں گا۔ اب  
 حیران ہوں کہ کیا کروں ! آیا ان کی جگہ سکریٹری کون ہوا ؟ اور  
 یہ جو لفٹنٹ گورنر ہوئے تو انہوں نے سکریٹری کس کو کیا ؟ میر  
 منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا ؟ اور گورنر جنرل کا [میر] منشی  
 کون ہے ؟ جو آپ کو معلوم ہو وہ اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر  
 کے لکھیے۔ قمر الدین خاں کا حال ضرور ، منشی غلام غوث خان کا  
 حال پر ضرور۔ بھائی ! میرے سر کی قسم ! اس خط کا جواب ضرور  
 لکھنا اور مفصل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کند ذہن اچھی

۱۔ عود ہندی : ”آج کی بھیجی جائیں“۔

۲۔ عود ہندی : ”ذہن ہوں لڑا ہے“۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۲۔

طرح اس کو سمجھ لے۔ زیادہ کیا لکھوں۔

[نومبر ۱۸۵۸ء]

[۲۹۲] ایضاً (۱۳)

”بھائی صاحب! خدا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں۔ خدا کرے قسیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آئے، گویا صفر کے مہینے میں عید آئے۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو، [تب] منگواؤ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی رائے کے بنوا لو۔

[او“] اب آپ دو ورقے کا ڈاک میں بھیجنا مولف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمت مصروف رکھیں۔ قسیدے کے مسودہ کا ورق مرزا قفہ کے خط میں پہنچ گیا ہوگا؟ آپ نے اور مرزا قفہ نے اور بھائی منشی نسی بخش صاحب نے قسیدے کو دیکھا ہوگا۔ قسیدے کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے، ہر دیکھا چاہیے کہ صاحب مطبع کو کیا منظور ہے۔ اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے تو ہم پانچ سات روپے سے اور بھی ان کا بھرنا بھریں گے۔

جناب اڈمنسٹریشن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں، کبھی میں نے ان کو کہیں دیکھا نہیں، خطوں کی میری ان کی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی یوں بات ہے کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر

۱۔ چونکہ ’دستہو‘ کا پہلا پارسل ۱۳ نومبر کو ملا ہے اس لیے یہ خط ۱۰ سے ۱۳ تک کا ہو گا۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۱۹، مجیدی صفحہ ۲۵۵، مبارک علی صفحہ ۱۹۷، رام نرائن صفحہ ۲۵۷، سہیش صفحہ ۳۰۲، مہر صفحہ ۲۱۶، عود ہندی صفحہ ۲۷۲۔

۳۔ اردو سے معلیٰ مطبع اول ”تب“ اور ”نواب“ میں ”او“ ندارد، ایضاً از عود ہندی۔

لئے آئے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بہ طریق نذر جاتا ہے ۔  
 بے ذریعہ جناب صاحب بہادر اجنٹ دہلی ، اور نواب لفٹنٹ بہادر  
 آگرہ بھجواتا ہوں اور صاحب سکریٹری بہادر گورنمنٹ کا خط اس کی رسید  
 میں بہ سہیل ڈاک ہاتا ہوں ۔ جب جناب لارڈ کیننگ بہادر نے کرسی  
 گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک  
 میں بھجوا دیا ۔ اڈمنسٹریشن صاحب بہادر چیف سکریٹری کا جو خط مجھ کو  
 آیا تو انہوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب پڑھایا ۔  
 قبل ازیں ”خان صاحب بسیار سہربان دوستان“ میرا القاب تھا ، اس  
 قدر شناس نے از راہ قدر افزائی ”خان صاحب مشفق ، بسیار سہربان  
 غلضات“ لکھا ۔ اب فرمائیے ان کو کیوں کر اپنا محسن اور مرہون نہ  
 جانوں ؟ کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں ۔

برخوردار مرزا تفتہ کو دعا کہتا ہوں ؛ بھائی! اب میں اس کا منتظر رہتا  
 ہوں کہ تم اور مرزا صاحب مجھ کو لکھو کہ لو صاحب ”دستنبو“ کا چھاپا  
 تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا ۔ مادہ تاریخ میں کیا  
 برائی ہے جو تمہارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھنے  
 ہو ؟ مادہ اچھا ہے ۔ قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو ۔ ایک  
 قطعہ مرزا صاحب کا ، ایک قطعہ تمہارا ، یہ دواؤں قطعے رہیں اور  
 اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں ، تو وہ بھی کہیں ۔ اس عبارت  
 سے یہ نہ سمجھنا کہ روئے سخن ساری خدائی کی طرف ہے ، بلکہ  
 خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے ۔ مولانا ”حقیر“ کو توجہ اس باب  
 میں چاہیے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیے ۔

۱۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۳ ۔

۲۔ چنانچہ دستنبو کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں سہر اور تفتہ  
 ہی کے قطعے ہیں ۔



اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شبو لرائی صاحب کا خط لایا۔ بارے، قصیدے کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اس کا چھاپنا قبول کیا۔ یہ تشویش ابھی رفع ہو گئی۔ آپ ان سے میرا سلام کہیے گا اور یہ کہیے گا: [ع] شکر رافتمائے تو چندانکہ رافتمائے تو

اور یہ ان کو اطلاع دیجیے گا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجھ کو نہیں پہنچا، ورنہ کیا امکان تھا کہ میں اس کی رسید نہ لکھتا؟  
[۳۰ ستمبر ۱۸۵۸ء]

[۲۹۳] ایضاً (۱۴)

خود<sup>۲</sup> شکوہ دلیل رفع آزار ہی ست

آبد بہ زباں ہرآن چہ از دل بہ رود

بندہ پرور! فقیر شکوہ سے برا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوائے میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہ راست سے منہ نہ موڑے، اور معیناً دوسرے کے واسطے جواب کی گنجائش نہ چھوڑے۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ کو آپ کا فرخ آباد جانا

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۶۴۔

۲۔ ہمیشہ ہرشاد نے ۲۹ ستمبر لکھا ہے لیکن صحیح '۳۰' ہے کیونکہ غالب نے خود لکھا ہے کہ "کل (سیام ستمبر) مرزا صاحب کے خط میں ان کو ایک مصرع کسی استاد کا (شکر رافتمائے تو۔ الخ) لکھ چکا ہوں۔"

۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۳۱، مجیدی صفحہ ۲۵۶، مبارک علی صفحہ ۱۹۷۔

وام لرائی صفحہ ۲۵۸، ہمیشہ صفحہ ۲۹۶، سہر صفحہ ۲۱۱۔

عود ہندی صفحہ ۲۹۱۔

معلوم ہو گیا تھا ، اس واسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا؟ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھیجوائے اور وہ اٹھے پھر آنے؟ آپ شکوہ کا ہے کو کرتے ہیں ۔ اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں ۔ نہ جانے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں ! کل آپ کا مہربانی نامہ آیا ، آج میں نے اس کا جواب بھیجوا یا ۔ کہ ہے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں ؟ پس درمستدوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں ۔ مرزا تفتہ سے آپ فقط ان کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگراں ہیں ، میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دلوں میں کہاں ہیں ۔ آج توکات علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں ، دیکھوں کیا دیکھتا ہوں ۔

[۵ - مارچ ۱۸۵۸ ع]

[۲۹۳] ایضاً (۱۵)

بھائی صاحب ! تمہارا خط اور تصدیق پہنچا ۔ اصل خط تمہارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیج دیا تاکہ حال ان کو مفصل معلوم ہو جائے ۔ بعد اس رپورٹ کے تم کو تنہیت دیتا ہوں ۔ پروردگار یہ تصدق الائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تم کو مبارک کرے اور منصب ہائے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچاوے ۔ واقعی یہ کہ تم نے بڑی جرأت کی ، فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلنے تھے ۔ بات پیدا کی مگر اپنی مریدی و مردانگی سے ۔ دولت کا ہاتھ آتا مع لیک نامی اس سے بہتر دیا میں کوئی بات نہیں ۔ اب یقین ہے کہ خدمت منصفی ملے اور

۱۔ دیکھیے خطوط بنام تفتہ ، خصوصاً مکتوب ۵ مارچ ۱۸۵۸ ع ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۲۲ ، مجیدی صفحہ ۲۵۶ ، مبارک علی صفحہ ۱۹۷ ،

رام نرائن صفحہ ۲۵۹ ، سہیش صفحہ ۲۹۸ ، سہر صفحہ ۲۱۲ ،

عود بندی صفحہ ۲۹۰ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۶۵ ۔

جلد ترقی کرو، ایسا کہ سال آئندہ تک چشم بد دور صدر الصدور ہو جاؤ۔  
 اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مغل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور  
 وہ اشعار جو تم نے اس کے حسن کے وصف میں لکھے تھے، تمہارے  
 ہاتھ کے لکھے ہوئے مجھ کو دکھائے تھے۔ اب یہ ایک زمانہ ہے کہ  
 طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی  
 آجائے گا کہ ہم تم باہم بیٹھیں اور باتیں کریں، قلم بے کار ہو جائے،  
 زبان برسر گفتار آئے۔

انشاء اللہ خاں کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑا  
 کمر لکھا ہے اور اچھا سا باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ، مضامین اچھوتے،  
 معانی نازک، مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں۔

[جنوری ۱۸۵۹ء]

### [۲۹۵] ایضاً (۱۶)

خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔  
 مرزا تفتہ کا خط، جو آپ نے نقل کر کے بھیج دیا ہے، میں نے  
 منشی شیو لرائن کو بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب  
 جانو، تو ایک بات میری مانو۔ ”رقعات“ عالمگیری“ یا ”الشاء خلیفہ“  
 اپنے سامنے رکھ لیا کرو، جو عبارت اس میں سے پسند آیا کرے، وہ  
 خط میں لکھ دیا کرو، خط مفت میں تمام ہو جایا کرے گا۔ اور

۱۔ خطوط کے تقابلی مطالعے کے بعد ہی تاریخ قرار پاتی ہے۔

۲۔ بھنبائی صفحہ ۲۲۲، بھیدی صفحہ ۲۵۷، مبارک علی صفحہ ۱۹۸،  
 رام نرائن صفحہ ۲۶۰، مہیش صفحہ ۳۱۰، مہر صفحہ ۲۲۲،  
 عود ہندی صفحہ ۲۸۷۔

۳۔ شاہ محمد تنوچی اور عالم گیر کے خطوط کے مجموعے جو اس زمانے  
 میں ابتدائی نصاب میں داخل تھے۔ مطالب یہ ہے کہ تمہاری  
 فائز سے تو وہی جہتر ہیں۔

تمہارے خط کے آنے کا نام ہو جایا کرے گا ۔ اگر کبھی کوئی قصیدہ  
 کہا ، اس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف رہا : ع  
 برات عاشقان پر شاخ آہو !

واقعی جو اخبار آکرہ سے دلی آتے ہیں ، وہ میرے سامنے پڑے  
 جاتے ہیں ۔ صاحب ! ہوش میں آؤ اور مجھ کو بتاؤ کہ یہاں جو پارسوں  
 کی دوکانوں میں فریج اور شام پین کے درجن دھڑے ہوئے ہیں ،  
 یا ساہوکاروں اور جوہریوں کے ' گھر رویہ اور جواہر سے بھرے  
 ہوئے ہیں ، میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیوں کر  
 اٹھاؤں گا ؟ بس اب زیادہ باتیں نہ بنالئے اور وہ قصیدہ مجھ کو  
 بھجوائیے ۔

میں نے کتابیں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں ، اگرچہ پہنچنے  
 کی خبر پائی ہے ، مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے ۔  
 رات دن گردش میں ہیں سات آسمان  
 ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائی کیا  
 دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے :

جور سے باز آئیں ، پر باز آئیں کیا  
 کہتے ہیں ، ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا ؟  
 موج خوں سر سے گذر ہی کیوں نہ جائے  
 آستان یار سے آٹھ جائیں کیا ؟  
 لاک ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ  
 جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکا کھائیں کیا ؟  
 ہوجتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے  
 کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں ، کیا ؟

غزل نا تمام ہے

ہے ہر اک آن کے اشارے میں اُشاں اور  
کرتے ہیں محبت تو گذرتا ہے کہاں اور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب انہیں گے  
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جان اور  
لوگوں کو ہے غور شد جہاں تاب کا دھوکا  
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اور

• ابرو سے ہے کیا اس نگہ ناز کو پیوند  
ہے تیر مقرر ، مگر اس کی ہے کہاں اور  
یا رب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات  
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی میں  
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور  
باتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے  
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے  
جلاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ”ہاں اور“ ۱  
ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے  
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیان اور  
دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہے ۔ انگلیشی رکھی

۱۔ اس غزل سے بھی دو شعر کم نقل کیے ہیں ۔

۲۔ مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۵ء ۔

ہوتی ہے، آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں۔ یہ اشعار یاد آگئے  
تم کو لکھ دیجئے۔ والسلام۔

[۱۸۵۸ع]

[۲۹۶] ایضاً (۱۷)

بھائی! جان! کل جو جمعہ، روز مبارک و سعید تھا، گویا میرے  
حق میں روز عید تھا۔ چار گھنٹی دن رہے نامہٴ فرحت فرجام،  
اور چار گھنٹی کے بعد وقت شام: [’ہیت]

سات جلدوں کا پارسل پہنچا  
واہ کیا خوب بر محل پہنچا

آدمی کو موافق اُس کی تمنا کے آرزو بر آئی بہت محال ہے۔  
میری آرزو ایسی بر آئی کہ وہ بر تر از وہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ  
تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا۔ میں تو صرف اس  
قدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوتی، دو کی لوحیں زریں اور  
پانچ لوحیں سیاہ قلم کی ہوں گی۔ واللہ، اگر تصور میں بھی گذرنا  
ہو کہ کتابیں اس رقم کی ہوں گی۔ جب تک جہان ہے، تم جہان  
میں رہو، ائمہٴ اطہار علیہم السلام کی امان میں رہو۔ میرا مقصود  
یہ تھا کہ ایک کتاب مثل آن چار کے بن جائے، نہ یہ کہ دو کتابوں  
کا سا رنگ دکھلائے۔ اب میں حیران ہوں کہ آیا شہر ائمہ نے اُن

۱۔ مجتہائی صفحہ ۲۲۴، مجیدی صفحہ ۲۵۸، مبارک علی صفحہ ۱۹۹،

رام لرائی صفحہ ۲۹۱، سہیش صفحہ ۴۰۷، سہر صفحہ ۲۲۱

عود ہندی مجلس ۱ صفحہ ۲۸۱۔

۲۔ لفظ ’ہیت‘ کا اضافہ عود ہندی طبع اول سے ہے۔

بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ نمہارا رویہ صرف ہوا۔ دو بارسلوں کا محصول، دو رجسٹریوں کا معمول، تین کتابوں کی لوحیں طلائی، یہ ساری بات اس رویہ میں کس طرح بن آئی؟ اور کیوں کر معلوم کروں، کس سے پوچھوں؟ خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے اظہار میں توقف نہ کرو! خفقاتی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا۔ جہاں محبتیں دینی اور روحانی ہوں، وہاں تکلف کام نہیں آتا۔ زیادہ اس سے کہ شکر گزار ہوں، اور شرم سار ہوں کیا لکھوں'۔

[جمعہ ۱۹ نومبر ۱۸۵۸ء]

[۲۹۷] ایضاً (۱۸)

بندہ پرور! آپ کا خط کل پہنچا، آج جواب لکھتا ہوں، داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہوں۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے، پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تم کو غم و اندوہ کا شکوہ گزار پایا ہے۔ پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجائش ہے، بلکہ یہ غم تو نصیب دوستان درخور افزایش ہے۔ بقول شالب علیہ الرحمۃ: [بیت]

۱۔ یہ مصرع بھی عود ہندی میں ہے، اردوئے معلیٰ سے حنف کر دیا گیا۔

”چارہ خاموشی ست چیزے را کہ از تحسین گزشت“

۲۔ خطوط کے تقابلی مطالعہ سے میں تاریخ متعین ہوتی ہے۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۶۸، مجتہاتی صفحہ ۲۲۴، مجیدی صفحہ ۲۵۹، وام نرائن صفحہ ۲۶۲، سہیش صفحہ ۳۰۸، سہر صفحہ ۲۲۲، عود ہندی مجلس صفحہ ۲۸۳۔

کسی کو دے کے دل ، کوئی لواسنج فقاں کیوں ہو؟  
 نہ ہو جب دل ہی پہاویں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو؟  
 ہے ہے ! حسن مطلع :

یہ فتنہ آدمی کی خالہ ویرانی کو کیا کم ہے  
 ہوا تو دوست جس کا ، دشمن اس کا آہاں کیوں ہو؟

السوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے۔ اور اگر  
 خدا نہ خواستہ باشد ، تم دنیا ہے ، تو بھائی ، ہمارے ہم درد ہو ؛  
 ہم اس بوجھ کو مردالہ اٹھا رہے ہیں ، تم بھی اٹھاؤ ، اگر مرد ہو۔  
 بقول غالب مرحوم :

دلایہ درد والم ہے تو مغنم ہے کہ آخر  
 نہ گریہ سحری ہے ، نہ آو ایم شہی ہے

”سحر ہوگی“ ”خبر ہوگی“ : اس زمین میں وہ شعر یعنی :

تمہارے واسطے ، دل سے مکان کوئی نہیں بہتر  
 جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اردو کا کیا اچھا اسلوب ہے ! قصیدے کا مشتاق  
 ہوں۔ خدا کرے ، جلد چھاپا جائے تو ہمارے دیکھنے میں بھی آئے۔  
 ”کیا کہیے“ ، ”بھلا کہیے“ یہ زمین ایک بار یہاں طرح ہوئی تھی  
 مگر بحر اور ہی تھی :

کہوں جو حال ، تو کہئے ہو مدعا کہیے  
 تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو ، تو کیا کہیے  
 رہے نہ جان ، تو قاتل کو خوں بہا دیجیے  
 کشے زبان ، تو خنجر کو ”مرحباً“ کہیے

۱۔ مصرع اول دیوان میں ”ہوئے تم“ اور ”اس کا دشمن آہاں“

۲۔ اردو سے معنی طبع اول ، آغاز صنفہ ۲۶۹۔



سمیٹہ جب کہ کنارے پہ آ لگا ، ”غالب“  
خدا سے کیا ستم و جور ناسخدا کہہیے

اور وہ جو ”فعلاتن فعلاتن فعلن“ یہ شعر ہے ، اس میں ایک میرا  
قطعہ ہے ، وہ میں نے کلکتے میں کہا تھا ۔ تقریب یہ کہ مولوی  
کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے ، انھوں نے ایک مجلس  
میں ”چکنی ڈلی“ بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر  
مجھ سے کہا کہ اس کی کچھ تشبیہات نظم کیجیے ۔ میں نے وہاں  
بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ کہہ کر ان کو دیا اور صلے میں  
وہ ”ڈلی“ ان سے لی ۔ اب سوچ رہا ہوں ۔ جو شعر یاد آئے جاتے ہیں  
لکھتا جاتا ہوں : قطعہ

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی  
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے  
خامہ انگشت پہ دندان کہ اسے کیا لکھیے  
لاطفہ سر پہ گریباں کہ اسے کیا کہیے  
اختر سوختہ تیس سے نسبت دیجیے  
خالِ مشکینِ رخِ دل کشر لیلیٰ کہیے  
حجرالاسودِ دیوارِ حرم کیجیے فرض  
نابہ آہوے بیابانِ خن کا کہیے  
صومے میں اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز  
سے کدے میں اسے خشتِ خمر صہبا کہیے

---

۱۔ مولوی کرم حسین ہلگواسی ، سید علی ہلگواسی کے جد امجد جو  
حکومت اودھ کی طرف سے کھننی میں سفیر کی حیثیت سے کلکتہ  
میں مقیم تھے۔

مسیٰؑ آلود سر انگشت حسیناں لکھے  
 سرِ پستانِ پری زاد سے مانا کہے  
 غرض کہ بیس بائیس پھیتیاں ہیں۔ اشعار سب کب یاد آتے ہیں ؟  
 اخیر کی بیت یہ ہے :

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض  
 اور اس چکنی سیاری کو سویدا کہیے

لو حضرت ! آپ کے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا  
 درد دل سنو : پرغوردار منشی شیو نرائن نے میرے دو خطوں کا  
 جواب نہیں لکھا، اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم ان کو  
 میری دعا کہو اور کہو کہ میاں ! میرا کام بند ہے۔ اس مطالبِ خاص  
 کا جواب جلد لکھو۔ یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے، تو جلد بھیجو  
 اور اگر اس کے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم  
 کی لوح کی ہے یا طلائی ؟

[اکتوبر ۱۸۵۸ء]

۱۔ دیوان میں یہ قطعہ تیرہ شعروں پر مشتمل ہے اور یہ شعر باختلاف  
 ترتیب ہوں گے :

مسیٰ آلود سر انگشت حسیناں لکھے  
 داغِ طرفِ جگر عاشق شیدا کہے  
 خاتمِ دستِ سلیمان کے مشابہ لکھے  
 سرِ پستانِ پری زاد سے مانا کہے

۲۔ اردوئے معلیٰ اور غود ہندی : ”میرا کلام بند ہے۔“

۳۔ اردوئے معلیٰ طبعِ اول، آغازِ صفحہ ۲۷۰۔

۴۔ سہیلی و مہرنے تاریخ نہیں لکھی مگر شیو نرائن کے خطوط سے  
 اس کا تعین آسان ہے۔

## [۲۹۸] ایضاً (۱۹)

جناب' مرزا صاحب! دلی کا حال تو یہ ہے: [شعر]

کھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا  
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر، سو ہے

یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا۔ وہ خبر محض غلط ہے، اگر  
کچھ ہے تو بدیں بھٹ ہے کہ چند روز چند گوروں نے اہل بازار کو ستایا۔  
اہل قلم اور اہل فوج نے یہ اتفاق رائے ہم دگر ایسا بندوبست کیا کہ  
وہ فساد مٹ گیا، اب امن و امان ہے۔

ناسخ مرحوم، جو تمہارے استاد تھے، میرے بھی دوست  
صادق الوداد تھے، مگر یک فنے تھے۔ صرف غزل کہتے تھے، قصیدے  
اور مثنوی سے ان کو کچھ علائقہ نہ تھا۔

سبحان اللہ! تم نے قصیدے میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو  
رشک آیا، مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے، کیا کہوں، کیا  
حظ اٹھایا: [بیت]

خدا سے میں بھی چاہوں از روِ مہر  
فروغِ میرزا حاتم علی مہر

- ۱۔ جیتبانی صفحہ ۲۲۶، مجیدی صفحہ ۲۶، مبارک علی صفحہ ۲۰۶،  
رام نرائن صفحہ ۲۶، سہیش صفحہ ۳۱، مہر صفحہ ۲۷،  
عود ہندی صفحہ ۲۴۔

۲۔ شاید اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ ان کے دیوان مطبوعہ  
میں قصائد و مثنویات نہیں چھپے، ورنہ ناسخ نے یہ دونوں  
صنیں بھی خالی نہیں چھوڑی ہیں۔ ان کی کم و بیش چار مثنویاں  
تو چھپ بھی چکی ہیں۔

اگر اسی انداز پر انجام پائے گی تو یہ مشنوی کارنامہ اردو کہلانے گی ۔  
خدا تم کو جیتا رکھے ۔ تمہارا دم غنیمت ہے ۔

صاحب ! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ”معیار الشعرا“ میں تم نے  
اپنا خط کیوں چھپوایا ؟ تمہارے ہاتھ کیا آیا ؟ سنو تو سہی ، اگر  
سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا رہے ؟

[۱۸۵۸ع]

—————

## [ ۲۹۹ ] 'بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم (۱)

"بھائی صاحب ! آپ کا عنایت نامہ پہنچا ، حال معلوم ہوا ۔ میاں کا عذر مقبول و مسدوم ، حق تعالیٰ ان کو زندہ اور تندرست اور خوش و خرم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے ۔ بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا ۔ انہوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرائش کی جس تفریق سے ٹھہرائی ہے ، وہ مجھ کو بہت پسند آئی ہے ۔ کل میں نے ان کو اجازت اسی طرح کی تزیین کی لکھ بھیجی ہے ۔ حال تصحیح کا بہ تصریح آپ کو لکھ چکا ہوں ، اُس پر عمل رہے ۔ میں نے مرزا تقیہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہیں ، اس امر کی اطلاع کر دی ہے ۔

بھائی جان ! میں نے ایک قصیدہ جناب ملکہ "معلیہ انگلستان"

۱۔ نبی بخش حقیر : مرزا غالب کے عزیز اور محترم دوست تھے ۔

آگرے کے رہنے والے ، صاحب علم و صاحب ذوق تھے ۔

اکتوبر یا نومبر ۱۸۶۰ء میں انتقال کیا ۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۲۷ ، مجیدی صفحہ ۳۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۲ ،

رام نرائن صفحہ ۲۶۵ ، منشی طبع اول ندارد طبع ثانی صفحہ ۱۶۶ ،

نادران غالب صفحہ ۸۸ ۔

۳۔ قصیدے کا مطلع ہے :

در روزگارِ ما نہ تواند شمار یافت

خود روزگارِ انہ درین روزگار یافت

یہ قصیدہ دستِ نبی طبع اول بعد اور کلیات طبع فول کنسور میں

چھپ چکا ہے ۔ دیکھیے کلیات غالب طبع مجلس ترقی ادب لاہور

جلد دوم صفحہ ۲۵۶ ، نیز اس کے حواشی ۔ یہ قصیدہ ۱۸۵۳ء

کے قریب مدح بہادر شاہ اور تہنیت غسل صحت میں لکھا تھا

جس کے کچھ اشعار بدل کر کوئن و کنوریہ سے منسوب کر دیا ۔

کی مدح میں لکھا ہے ، سالہ شعر ہیں ۔ چھ صفحے یعنی تین ورق پر چھپ کر ’دستبوی‘ سے پہلے شیرازہ میں شامل کر دیے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہو جائے گی ۔ کل جناب مرزا صاحب کو بہ خط لکھ چکا ہوں ۔ یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیو لرائیں صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدے کو مقبول کریں گے ۔ اور جب باتفاق تم چاروں صاحب پسند کرو گے ، تو گویا باجلاس کونسل اس قانون کا اجراء منظور ہو جائے گا ۔ اور امیدوار ہوں کہ اجرائے قانون سے پہلے مجھ کو منظوری کی اطلاع ہو جائے تاکہ مسودہ اس قصیدہ کا بھیج دوں ۔ مہتمم مطبع کو اگر کچھ تامل ہو تو ہو ، ورنہ بات آسان ہے ۔

منشی عبداللطیف کو دعا کہنا اور ان کے عذر کے مقبول ہونے کی ان کو اطلاع دینا ۔ بیگم کو دعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو ۔ یہاں ’باقر علی اور حسین علی‘ تم کو بندگی اور اپنے بھائی بہنوں کو علی قدر مراتب بندگی ، سلام ، دعا کہتے ہیں ۔

ہاں حضرت ! اب ایک امر مختصر کے واسطے جداگانہ خط مرزا تفتہ کو کیا لکھوں ۔ میری طرف سے دعا کہہ کر ان کو کہہ دے گا کہ اخبار گذشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع ”آفتاب عالم تاب“ حکیم صاحب کو پہنچ گئے ۔ کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور ان کے خط کا جواب روانہ کریں گے ۔ آپ جتر بھوج سہائے سے کہہ دیجیے گا اور تاکید کر دیجیے گا کہ چار لمبر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں ۔

۱۔ اردوئے معلیٰ : ”میاں باقر علی“ ۔ نادرات غالب : ”میاں باقر علی“ ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ جلد اول ، آغاز صفحہ ۲۷۲ ۔

بھائی ! مجھ کو اس مصیبت میں کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم تم اور مرزا نقتہ میں مراسلت گویا مکالمت ہو گئی ہے ، روز بائیں کرتے ہیں ۔ اللہ اللہ ، یہ دن بھی یاد رہیں گے ۔ خط سے خط لکھے گئے ہیں ؟ مجھ کو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گذرتے ہیں ۔ اگر خط نہ لکھوں گا تو لفافے بناؤں گا ۔ غنیمت ہے کہ محصول آدمہ آنہ ہے ورنہ بائیں کرنے کا مزا معلوم ہوتا ۔

۱ چار شنبہ ۲۲ ستمبر سنہ ۱۸۵۸ ع  
جو بائیں جواب طلب ہیں ، ان کا جواب طلب ہے ۔

### [۳۰۰] ایضاً (۲)

بھائی ! میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرے پاس لکھنؤ کے ایک پارسل کی رسید آ گئی ۔ دوسرا بھی یقینی پہنچ گیا ہو گا ۔ خاطر جمع رکھو ۔

جناب آرنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لے گئے ۔ سنتا ہوں کہ کلکتے جائیں گے ۔ میم صاحب اور بھوی کو ولایت بھیج کر پھر آئیں گے ۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھ پر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک ان کا شکر گزار رہوں گا ۔

مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو ان کو میرا سلام کہنا ، مرزا نقتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دعا لکھنا ۔

از غالب

مراقومہ ، دوشنبہ ، ہفتہم جنوری سنہ ۱۸۵۹ عیسوی

- ۱۔ دیکھیے خط بنام سہر نمبر ۲۹۱ ۔
- ۲۔ نادرات غالب میں اسے منشی عبداللطیف کے نام درج کیا گیا ہے ۔ میں بھی یہی رائے رکھتا ہوں لیکن دوسرے ماخذ میں بنام حنفی ہی ہے۔ دیکھیے مجبائی صفحہ ۲۸ ، عیددی صفحہ ۲۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۳ ، سہر صفحہ ۲۶۲ ، نادرات غالب صفحہ ۹۰ ۔
- ۳۔ نادرات غالب ، ۱۲ چادی الآخری ۵۱۲۷۵ ۔

[ ۳۰۱ ] یہ نام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی انبی بخش (۱)

صاحب !

آگے تمہارا ایک خط ، پھر بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا ، بعد اس کے کل ایک خط اور آیا ۔ ریڈ صاحب کے وہاں آنے کا حال معلوم ہوا ۔ آج ۶ دسمبر کی ہے ، ۷ کو بموجب تمہارے لکھنے کے وہ وہاں سے جانے والے ہیں ۔ اور مجھ کو معلوم ہے کہ میرٹھ آئیں گے ۔ دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خط روانہ کروں گا ، خاطر جمع رکھو ۔

وہ صاحب ، مہر جیسا لکھیں مجھ کو اطلاع دینا ۔ رہی تمہاری مہر ، اس کا کچھ خیال نہ کرو ۔ وہ جس طرح تم نے لکھا ہے ، بن جائے گی ۔ مگر بھائی ! سنہ ۵۸ھ میں دن کے باقی رہے ہیں ۔ آج ۶ دسمبر کی ہے ۔ ۲۴ ، ۲۵ دن باقی ہیں ۔ سنہ ۵۹ھ ، جنوری [ کے ] مہینے میں خدا چاہے تو کھد جائے گی ۔ تم میرے بچے فرزند ہو ، میرے بھتیجے ہو ، جو تمہارا کام ہو ، بے تکلف کہو ۔ شرم کیا اور تکلف کیوں ؟ یہ مہر کا کھدنا کون سا کام ہے ۔

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۲۸ ، مجیدی صفحہ ۳۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۴ ،  
وام نرائن صفحہ ۲۶۷ ، مہر صفحہ ۲۶۳ ، نادرات غالب  
صفحہ ۸۹ ۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۷۳ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ ” کے “ ندارد ، نادرات غالب سے اضافہ کیا گیا ہے ۔



مرزا حاتم علی صاحب ملیں تو میرا سلام کہنا اور میرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا ۔ وہ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں اور خط نہیں لکھتے ۔

غالب

۶ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع

—

—

۱۔ نادوات غالب میں دو شنبہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۲۷۵ ہجری ہے جو تقویم کے مطابق ہے ۔

[۳۰۲] بہ نام 'خواجہ غلام غوث خان صاحب میر منشی

المتخلص بہ 'بے خبر' (۱)

قبیلہ! اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو بارہ ابر کشت خشک سے کرے۔ یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اس کی خبر پا کر بخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہوں۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط معاً اس [پارسل اور] خط کے

۱۔ خان ہادر خواجہ غلام غوث خان بے خبر ذوالقدر : مولود نیال

۵ ، ۱۸۲۳ع مطابق ۱۵۱۲ھ ، متوفی ۱۸ شوال ۱۲۲۲ھ مطابق

۲۶ دسمبر ۱۹۰۳ع الہ آباد ۔

۸۳۰ع میں لفٹنٹ گورنر صوبہ آگرہ و اودھ میں نائب میر منشی

اور پھر میر منشی ہو گئے تھے۔ ۱۸۵۷ع میں خبر خواہی

گورنمنٹ کے صلہ میں سند و خلعت ملا۔ ۱۸۸۵ع میں پنشن ملی۔

بنارس ، آگرہ اور پھر الہ آباد میں قیام رہا اور آخر الذکر شہر

میں عو خواب ہوئے۔ اپنے زمانے میں فارسی کے مشہور شاعر تھے۔

چنانچہ تذکرۃ نادو و شمع المحبین وغیرہ میں ان کے کچھ فارسی

اشعار موجود ہیں ، نظم و نثر کی تین کتابیں بھی چھپ چکی ہیں۔

شہیدی کا دیوان اور غالب کی عود ہندی آپ نے ترتیب دی تھی۔

(حاشیہ عود ہندی صفحہ ۲ ، خم خاتمہ جاوید جلد ۱ صفحہ ۷۶۷ ،

مشاہیر کشمیر صفحہ ۵۱)۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۲۹ ، مجیدی صفحہ ۲۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۳ ،

رام نرائن صفحہ ۲۶۷ ، سہر صفحہ ۳۲۲ ، عود ہندی صفحہ ۳۰۷۔

۳۔ یہ فقرہ عود ہندی سے لیا گیا ہے۔ ۲۸ نومبر کو دو خط اور دو

پارسل بھیجے تھے ، خط نمبر ۳۰۵ ۔

ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہر کونہ توقع کا خیال اسی پارسل پر ہے ۔  
 کس واسطے کہ اس خط میں حاکم اعظم کے نام کی عرضی ملفوف ہے ۔  
 جانتا ہوں کہ محکمہ ایک ، ڈاک ایک ، دونوں پارسل اور دونوں  
 لفافے ایک دن پہنچے ہوں گے ۔ مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ  
 نہ مانتوں گا جب تک کہ حضرت اس سر رشتہ سے معلوم کر کے نہ لکھیں  
 گے ۔ اب آپ جانے اور یہاں دل سودا زدہ ۔ میں اس کی سفارش کرنے  
 والا اور اس کے مدعا کا گذارش کرنے والا کون ؟ ہاں ، اتنی بات ہے  
 کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر حالی کر سکتے ہیں کہ  
 نذر ولایت کی ولایت کو رواں ہوئی یا نہیں ؟ میری جگر کاوی کی  
 قدر دانی ہوئی یا نہیں ؟ پیش گاہ حکام سے موافق دستور قدیم کے خط کا  
 اہدوار رہوں یا نہیں ؟ اپنے حسن طبع کا شکر گزار رہوں یا نہیں ؟  
 اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجیے گا مجھ کو جلا لیجیے گا ۔  
 'وہارو' کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیج دیا گیا ۔

[دسمبر ۱۸۵۸ء]

### [۳۰۳] ایضاً (۲)

قبلہ ! کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست  
 جو غالب کہلاتا ہے ، وہ کیا کیا کرتا پتا ہے اور کیوں کر جیتا ہے ؟

۱۔ اردو سے سلیب طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۷۷ ۔

۲۔ اس کا ذکر ۳ جنوری ۱۸۵۹ء کے مکتوب میں آتا ہے ۔

۳۔ ٹاپرا یہ خط دستیو کے سلسلے میں لکھا گیا ہے ۔ کیوں کہ

دستیو گورنر آگرہ و اودھ کے ذریعے ولایت بھیجی گئی تھی ۔

اور یہ قصہ دسمبر ۱۸۵۸ء کا ہے ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۰۴ ۔

۴۔ چٹائی صفحہ ۲۲۰ ، بچدی صفحہ ۲۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۵ ،

وام ترانہ ۲۶۸ ، سہر صفحہ ۳۲۴ ، غرور ہندی صفحہ ۳۰۳ ۔

پنشن قدیم اکیس سہننے سے بند ، اور میں سادہ دل فتوح جدید کا  
 آرزو مند ۔ اس پنشن کا احاطہ پنجاب کے حکام پر مدار ہے ۔ سو آن کا  
 یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں ، نہ جواب ، نہ سہربانی  
 کرتے ہیں ، نہ عتاب ۔ خیر ، اس سے قطع نظر کی ، اب سنیے ادھر کی ؛  
 ۱۸۵۶ع سے بہسوجب تحریر وزیر عظیم شاہی کا امید وار ہوں ۔ تقاضا  
 کرتے ہوئے شرمائوں ، اگر گنہگار ہوں ۔ گنہگار ٹھہرتا تو گولی یا بھالسی  
 سے مرگتا ۔ اس بات پر کہ میں بے گناہ ہوں ، مفید اور مقبول نہ ہونے  
 سے آپ اپنا گواہ ہوں ۔ ہیش گاہ گورنمنٹ کلکتہ میں جب کوئی کاغذ  
 بھجوا یا ہے ، بقلم چیف سیکرٹر بہادر اس کا جواب پایا ہے ۔ اب کی بار  
 دو کتابیں بھیجیں ۔ ایک ہیش کش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے ۔  
 نہ اس کے قبول کی اطلاع ، نہ اس کے ارسال سے آگاہی ہے ۔ جناب  
 ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نہ فرمائی ، آن کی بھی کوئی  
 تحریر مجھ کو نہ آئی ۔ یہ سب ایک طرف ، اب خبریں ہیں مختلف ؛  
 کہتے ہیں کہ چیف سیکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے ، یہ کوئی نہیں  
 کہتا کہ آن کی جگہ کون سے صاحب عالی شان چیف سیکرٹر ہوئے ۔  
 مشہور ہے کہ جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف  
 لے گئے ۔ یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سیکرٹری کا کام  
 کس کو دے گئے ؟ آپ کا حال کوئی نہیں کہتا کہ اب کہاں ہیں ؟  
 ہاں از روئے قیاس جاننا ہوں کہ آپ اسی منصب اور اسی دفتر میں  
 شاد و شادماں ہیں ۔ جو اب لفٹنٹی کے سیکرٹر ہوئے ہوں گے ، آن سے  
 علاقہ رہتا ہو گا ؟ میور صاحب بہادر سے کلمے کو ملنا ہوتا ہو گا ؟  
 لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمہ الہ آباد آ گئے یا

۱۔ خط نمبر ۳۱ میں آ رہا ہے کہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ع کو اہلن برا  
 نے لکھا کہ خطاب و خلعت کی تجویز زیر غور ہے ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز ص ۵۵۵ ۔

آئیں گے؟ بہر حال آپ اب کیوں آگرہ کو جائیں گے؟ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے، کہ ۲ جنوری کو گئے، کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے۔ میں تو ادھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا، ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا۔ مگر یہ چاہتا ہوں کہ حقیقت واقعی ہر کہا ہو حقہ اطلاع حاصل ہو تاکہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔

اگر ان مطالب کا جواب نہ بھل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجئے گا، تو گویا مجھ کو مول لے لیجئے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

[۳۰ - جنوری ۱۸۵۹ ع]

[۳۰.۴] ایضاً (۳)

جناب عالی !

آج دو شنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ ع کی ہے۔ پھر دن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رہا ہے، ترشح ہو رہا ہے، ہوا سرد چل رہی ہے، اپنے کو کچھ میسر نہیں، ناچار روٹی کھائی ہے [ایت]

افس با ہر از ابر چمن مہی  
سفالینہ جام من از مے نہی

۱۔ خط نمبر ۴۱۴ میں لکھتے ہیں: "جو - وولات میں نے ۳ جنوری

کو کہے ان کے جواب تم نے ۲ کو لکھ کر بھیج دیے۔"

۲۔ مجبائی صفحہ ۲۳۱، مجیدی صفحہ ۲۶۲، مبارک علی صفحہ ۲۰۶،

رام فرائی صفحہ ۲۶۹، سہر صفحہ ۲۲۳، غود ہندی صفحہ ۳۱۰،

دو شنبہ ۳ جنوری مطابق ۲ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ۔

۳۔ غود ہندی "ایت"۔

خیم زدہ و درد مند بیٹھا تھا ، کہ ڈاک کا ہرکارہ کنہارا خط لایا ۔  
سرنامے کو دیکھ کر اس راہ سے کہ دستخط خاص کا لکھا ہوا ہے ،  
بہت خوش ہوا ۔ خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصول مدعا کے  
ذکر (بر) حاوی نہ تھا ، افسردگی حاصل ہوئی : [بیت]

ما خانہ رسیدگان ظلم  
پیغام خوش از دیار ما نیست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں ، ہا آں کہ  
خط جواب طلب نہ تھا ، جواب لکھنے لگا ۔

پہلے تو یہ سنئے کہ آپ کے دوست کو آپ کا خط پہنچ گیا ۔ مگر  
وہ دو بار مجھ کو لکھ چکا ہے کہ میں جواب اس کا نشان مرقومہ  
لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں ، جواب الجواب کا منتظر  
ہوں ۔ آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے ، پس اب اس سے  
زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بہ امید مرگ جیتا ہوں ، اس راہ سے کچھ  
مستغنی ہوتا چلا ہوں ۔ دو ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ، ہر طرح  
گذر جائے گی ۔ جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئے گی کہ یہ کیا ہکتا ہے ،  
مرنے کا زمانہ کون بتا سکتا ہے ۔ چاہیے الہام سمجھیے ، چاہیے اوہام  
سمجھیے ، یس برس سے یہ قطعہ لکھ رکھا ہے : قطعہ

من کہ باشم کہ جاوداں باشم  
چون نظیری نمائد و طالب مرد  
ور بگویند در کدابی سال  
مرد غالب ، بگو کہ غالب مرد

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز منجد ۶۷۲ ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ ۔ ”ذکر کے حاوی نہ تھا“ عود ہندی : ”ذکر کی

جاوے ٹٹھا“ تصحیح از اردوئے معلیٰ طبع مجتہائی ۔

اب بارہ سو پچھتر ہیں اور 'غالب مرد' کے بارہ سو ستر ہیں۔ اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچی ہو چنچ لے، ورلہ ہم بھر کہاں۔

### [۳۰۵] ایضاً (۴)

پیر و مرشد!

یہ خط ہے یا کرامت ہے! صاف صفائے ضمیر و کشف حجب کی علامت ہے۔ مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامن گیر۔ اگر یہ خط کل نہ آ جاتا تو آج خط کیوں کر لکھا جاتا؟ سبحان اللہ جس دن یہاں مجھ کو وہ مطلب خطیر درپیش آیا ہے، اسی دن آپ نے وہاں خط لکھنے کو قلم اٹھایا ہے۔ آپ کو عارف کامل کیوں کر نہ کہوں، اور کیا کہوں، ولی اگر نہ کہوں۔ مدعا بیان کرتا ہوں، مگر یہ "کان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچے نہ پائے گا کہ وہ راز سربستہ آپ پر کھل جائے گا۔ یعنی یکشنبہ ۲۸ نومبر کو دو خط اور دو پارسل، ایک میں دستنبو کا ایک جلد اور ایک میں تین معاً بسبیل ڈاک روانہ کر چکا ہوں۔ غلطوں کا چوتھے ہاتھوں دن، پارسلوں کا چھٹے ساتویں دن پہنچنا خیال کرتا ہوں۔ پارسلوں کے عنوان پر غلطوں کی معیت رقم کی ہے اور غلطوں کے سرتاسرے ہر پارسلوں

۱۔ اردوئے معلیٰ "بارہ ستر" تصحیح از عود ہندی۔

۲۔ مجبایں صفحہ ۲۳۲، مجیدی صفحہ ۲۹۳، مبارک علی صفحہ ۳۰۷

رام نرائن صفحہ ۲۷۰، سہر صفحہ ۲۷۶، عود ہندی صفحہ ۳۰۵۔

۳۔ عود ہندی: "یہ خط ہے یا کرامت ہے، صاف صفائے ضمیر و

کشف حجب کی علامت ہے۔" اردوئے معلیٰ: "یہ خط ہے یا

کرامت ہے، صاف صفائے ضمیر و کشف حجب کی علامت ہے۔"

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۷۷۔

۵۔ عود ہندی طبع اول: "چھٹویں ساتویں دن۔"

کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتاب والے ہارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکریٹری ہادر اول کا نام نامی ہے اور ایک کتاب والے ہارسل اور ایک خط پر جناب سکریٹری ہادر دوم کا اسم نامی ہے۔ آج ہاتھواں دن ہے، خط اگر دونوں پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے۔ بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے لئے پہنچنے میں کچھ شک نہیں۔ جواب امر آخری دفتر میں اس کا پتا آج تک نہیں۔ اب کار پردازان ڈاک ڈاکو نہ بن جائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور ہارسلوں کو یہ احتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجائش تو آپ جب پائی کہ وہ خط اور ہارسل پہنچ جائیں گے، ابھی تو آپ سے مجھ کو آن کے لئے پہنچنے کا سوال ہے، کس واسطے کہ جب تک آپ مجھ کو اطلاع نہ دیں گے، ان کے لئے پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے۔ یہ ہر حال، یہ لیاڑ نامہ جس دن پہنچے، اس کے دوسرے دن جواب لکھیے۔ جیسا میں نے جلد لکھا، ایسا ہی آپ بھی شباب لکھیے۔ آپ کے عنایت نامے میں کوئی اس ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی روانگی کا خط جب آنے کا، لوہارو کو بھیج دیا جائے گا۔ جناب منشی نواب جان صاحب اور جناب منشی اظہار حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط ہے تکلف ہو تو ان دو صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام لیاڑ پہنچانے میں نہ توقف ہو: [ع]

تم سلامت رہو قیامت تک

[پنجشنبہ ۲ دسمبر ۱۸۵۸ ع]

۱۔ عود ہندی ”آخر ہے۔“

۲۔ توجہ کرنے اور کام انجام دینے کی گنجائش۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۷۸۔

۴۔ غالب نے ۲۸ نومبر روز یک شنبہ سے حساب لگایا تو خط لکھنے والے دن کہا ”آج ہاتھواں دن ہے۔“



## [۳۰۶] ایضاً (۵)

مولانا ہندگی !

آج صبح کے وقت شوق دیدار میں بے اختیار ، نہ ریل ، نہ ڈاک ،  
توسنِ ہمت پر سوار چل دیا ہوں ۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا ،  
مگر یہ نہیں جانتا کہ کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا ۔ اتنا  
بے خود ہوں کہ جب تک تم اطلاع نہ دو گے ، میں نہ جانوں گا کہ  
کہاں پہنچا اور کب پہنچا ۔

آپ کا پہلا خط رام پور سے دلی آیا ، میں راہ میں تھا ، پھر دلی  
سے خط رام پور پہنچا ، میں وہاں بھی نہ تھا ، خط دلی روانہ ہوا ۔  
اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا ۔ اس حال میں کہ میں  
بیمار تھا ، معہذا جاڑے کی شدت ، سہاوٹ کا مینہ ، دھوپ کا پتا نہیں ،  
پردے چھٹے ہوئے ، نشین تاریک ۔ آج نیر اعظم کی صورت نظر آئی ،  
دھوپ میں بیٹھا ہوں ۔ خط نکھر رہا ہوں ۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں ۔  
اس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضطرب کر دیا ۔ جانتا تھا  
کہ خواجہ صاحب مغفور تمہارے ماموں ہیں ، مگر ان کے اور تمہارے  
معاملات سہر و ولا جیسے کہ تمہاری تحریر سے اب معلوم ہوئے ، میرے  
دل نشین نہ تھے ۔ ایسے محب کا فراق اور پھر یہ ہمہ دوام کیوں کر جاں گزا  
نہ ہوا ۔ حق تعالیٰ ان کو بخشے اور تم کو صبر دے ۔

۱۔ بختیانی صفحہ ۲۲۳ ، مجیدی صفحہ ۲۶۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۸ ،

رام نرائن صفحہ ۲۷۳ ، سہر صفحہ ۳۳۶ ۔ غود ہندی صفحہ ۳۶۶۔

۲۔ خواجہ صدر الدین ، منشی غلام غوث خان کے منجھلے ماموں نے  
رحلت کی ہے اور غالب تعزیت ادا کر رہے ہیں ۔ دیکھیے حواشی  
غود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۲۲۳ ۔

حضرت ! میں بھی اب چراغِ سحری ہوں - رجب ۵۱۲۸۲ء حال کی  
آلہویں تاریخ سے اکہتر و ان سال شروع ہو گیا - طاقتِ سلب ، حواس  
مفقود ، امراضِ مستولی ، بقولِ نظامی : مصرع

پکے مردہ شخصِ بمردی روان

آج میں اور بھی باتیں کرتا مگر میرا خاص تراش آ گیا ، مہینہ بھر  
سے حجامت نہیں بنوائی - خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور  
خط بنواتا ہوں -

[۱۲ جنوری ۱۸۶۶ء]

[۳۰۷] ایضاً (۶)

قبلہ ۱ پری و صد عیب - ساتوں دہاکے کے مہینے گن رہا ہوں -  
قولنج آگے دوری تھا ، اب دائمی ہو گیا ہے - مہینہ بھر میں  
پانچ سات بار فضولِ مجتمع دفع ہو جاتے ہیں اور یہی منشاءِ حیات ہے -  
غذا کم ہوتے ہوئے اگر معدوم نہ کہو تو یہ منزلہٗ مفقود کہو ،  
بھر گرمی نے مار ڈالا - ایک حرارتِ غریبہ جگر میں پاتا ہوں -

۱- اردوئے معلیٰ طبع اول میں آٹھ کا ہندسہ کچھ مٹا مٹا سا ہے ،

بعد کے نسخوں میں اسے سات بنا دیا گیا جو غلط ہے -

۲- اردوئے معلیٰ طبع اول صفحہ ۲۷۹ - حجام کا ذکر میر مہدی

مہجوع کے خط نمبر ۱۹۳ میں دیکھئے -

۳- غالب ، رام پور سے ۸ جنوری کو دلی واپس پہنچے - یہ خط

دوسرے دوسرے دن لکھا ہے - اس خط کے جواب میں بے خبر

نے ایک بہت دل چسپ خط لکھا ہے - دیکھئے عودِ ہندی طبع

مجلسِ ترقیِ ادب لاہور صفحہ ۳۳۸ -

۴- مہجانی صفحہ ۲۳۳ ، مجیدی صفحہ ۲۶۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۸ ،

رام ٹرائن صفحہ ۲۷۳ ، سہر صفحہ ۲۷۹ ، عودِ ہندی صفحہ ۳۳۵ -

جس کی شدت سے پہنا جاتا ہوں۔ اگرچہ جرعد، جرعد، پہتا ہوں، مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا ہانی پی جاتا ہوں۔

میرے ایک رشتے کے بھتیجے نے 'بوستان خیال' کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، میں نے اس کا دیباچہ لکھا ہے۔ ایک دو ورقہ اس کا نہ یہ صورت ہارسل بلکہ جہت خط بھیجتا ہوں۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے، سو نقل کر لیجیے۔ میرا مدعا اس دو ورقہ کے ارسال سے یہ ہے کہ اگر آپ کے پسند آوے یا اور اشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت اور محصول ذمہ خریدار ہے۔

[۱۸۶۵ع]

[۳۰۸] ایضاً (۷)

بندہ گنہ گار شرم سار عرض کرنا ہے کہ برسوں غازی آباد کا

۱۔ بوستان خیال کی جلد اول کا ترجمہ بدر الدین خاں نے کیا جو ۱۲۷۵ھ سے ۱۲۸۲ھ تک چھپتا رہا۔ مرزا صاحب نے اس پر تفریط لکھی تھی جو عود ہندی میں چھپنے کے لیے بے خبر کو بوج رہے ہیں۔ بے خبر نے عود ہندی میں اسے شریک اشاعت کیا۔ دیکھیے عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۴۴۸۔ نیز اس چھپنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کتاب کی پہلی قسط ۱۸۶۵ع میں چھپی اور اس وقت تک عود ہندی کی ترتیب جاری تھی۔

۲۔ "ساتویں دہاکے کے مہینے گن رہا ہوں" یعنی ۱۲۸۱/۱۸۶۵ع ختم ہو رہا ہے۔ اگر یہ مطلب صحیح ہے تو یہ خط شاید آخر سال یعنی شوال کے بعد اور محرم ۱۲۸۲ھ = ۲۷ مئی ۱۸۶۵ع سے چلے کا ہے۔

۳۔ مجتہاتی صفحہ ۲۴۴، مجیدی صفحہ ۲۶۵، مبارک علی صفحہ ۲۰۸، رام نرائن صفحہ ۱۲۷۳، مہر صفحہ ۲۴۷، عود ہندی صفحہ ۴۴۲۔

اُٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر مثل ہلانے ناگہانی نازل ہوا ہوں [شعر]

باید کہ کم ہزار نفرین برخویش  
اسا بہ زبان جادۂ راہ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بہ قدر قرب و قرابت آپ کو ،  
اور بہ اندازۂ مہر و محبت بچہ کو ۔ وہ مغفور میرا قدر دان اور بچہ  
پر مہربان تھا ، حق تعالیٰ اس کو اعلیٰ علیین میں بہ سبیل دوام  
قیام دے ۔

رام پور ہی میں تھا کہ "اودھ اخبار" میں حضرت کی غزل

۱۔ بے خبر نے عود ہندی طبع اول صفحہ ۵۷۱ پر اس خط کے بعد  
پوری غزل نقل کر دی ہے :

چشم کہ باز شد ز خواب ؟ فتنہ ازو بہ چار سو ست  
بردہ ز رخ کہ برکشاد ؟ مہر ز شرم زرد روست  
رخت خرد بہ آب رفت ، عارض شرمگین کہ شست ؟  
غرقہ آب حیرت ست ، آئینہ ہا کہ رو بروست  
جامہ کہ گرد زین تن صبح درید پیرہن  
بند تھا کہ بستہ است ، لکھت گل بہ بند اوست  
غازہ بہ رخ کہ برکشید ، رنگ بروے گل شکست  
ابرو کہست و سہ تاب ؟ گردن خلی تیغ جو ست  
دمت کہ دو حفا گرفت ، لالہ تر بھوں نشست  
چشم کہ مست سرمہ گشت ، ناطقہ سرمہ در کاوست  
جام صبوخی کہ زد ، شیشہ بسجدہ سی رود  
مے ز لب کہ کام یافت ، جوش نشاط در سوست  
چہرہ ز مے کہ ہر فروخت ، نشہ شوق شد بلند  
زلف کہ ہوئے برفشانہ ، اوج نسیم متکدہ ست  
تیغ نگہ کہ آب داد ، گشتہ فکر سینہ ہا  
لوک مزہ کہ لیز کرد ، دانی زخم بے زلوس

(بندہ حاشیہ صفحہ ۵۷۲ پر)

نظر فروز ہوئی ، کیا کہنا ، ابداع اس کو کہتے ہیں ! جلد طرز اس کا نام ہے ! جو ڈھنگ نازہ نواہان ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم بروے کار لائے۔ خدا تم کو سلامت رکھے۔ اور میرے اور دکھنی ، جامع "ناطع برہان" کے جھگڑے میں یہ خلاف اور فارسی دانوں کے توفیق انصاف عطا کرے۔

لو ، اب اس خط کا جواب جلد بھیجو ، تا یہ طریقہ مسلسل ہو جائے۔

[۱۰ - جنوری ۱۸۶۶ء]

[۳۰۹] ایضاً (۸)

قبلاً! آپ کا خط پہلا آیا اور میں اس کا جواب لکھنا بھول گیا

(بابہ حاشہ صفحہ ۱۵۵ گزشتہ)

خشنود ز خندہ لب لب ، وژگ تبسم کہ دہد  
در گہر آبرو نمائند ، لعل کہ گرم گفگبوست  
طرف کاند کہ بر شکست ، شیشہ دل شکستہ شد  
قامت خود کہ راست کرد ، غل مراد درگبوست  
سوے کمر کہ تاب داد ، رشتہ جاں ز ہم گسیخت  
دامن ناز را کہ پشت ، خاک زمین برآبروست  
بر سر زین کہ برنشست ، رقت ز کف عنان صبر  
سوے چمن کہ میروود ، باد صبا برفت و روست  
بخت گجاست بے خبر ، تا برکاب او روم  
بر سر رہ نشست ، ام ، نیم نگاہم آرزوست

۱۔ اردوے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸۰۔

۲۔ غالب نے خود لکھا ہے کہ ہرسوں دہلی پہنچا ، یعنی ۸ کو ،  
لہذا روز مکتوب ۱۰ جنوری ہے۔

۳۔ جنتیاتی صفحہ ۲۳۳ ، مجیدی صفحہ ۲۶۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۹ ،  
رام نرائن صفحہ ۲۷۴ ، مہر صفحہ ۳۳۳ ، عود ہندی صفحہ ۳۲۳۔

کہ دوسرا خط آیا ، مگر شام کو اسی وقت پڑھ لیا ، آدمی کے حوالے کیا ۔ اس نے آج صبح دم بھجھ کو دیا ، میں جواب لکھ رہا ہوں ۔ بعد اختتام تحریر معنون کر کے ڈاک میں بھیجا دوں گا ۔ والی رام پور کو خدا سلامت رکھے ، اپریل ، مئی ان دونوں مہینوں کا رویہ موافق دستور قدیم آیا ، جون ماہ گزشتہ کا رویہ خدا چاہے تو آجائے ۔

آج جمعہ ۷ جولائی ہے ، معمول یہ ہے کہ دسویں بارہویں کو رئیس کا خط مع پنٹوی آیا کرتا ہے ۔ میں نے قصیدہ تنہیت جلوس بھیجا ، اس کا جواب آ گیا ۔ اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا ، دل اس فن سے نفور ہے ۔ دو ایک دوستوں کے پاس اس کی نقل ہے ۔ ان کو اس وقت کہلا بھیجا ہے ۔ اگر آج وہ آ گیا کل ، اور اگر کل آیا ، برسوں بھیج دوں گا ۔

بیٹا امین الدین خان صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے ۔ علاؤ الدین خان نے اس کی نقل ان کو بھیج دی ، میں دیوان پر نہیں چڑھاتا ، مسودہ بھیجتا ہوں ، قدیم و ناخیر

۱۔ اردوئے معلیٰ اور خطوط غالب ، مہر ”ماہ آہندہ“ ۔ ظاہر ہے

عود ہندی کا متن ”ماہ گزشتہ“ صحیح ہے ۔

۲۔ مرزا غالب کا املا یہی ہے ۔

۳۔ عود ہندی میں قصیدہ و غزل خط کے ساتھ چھپ چکی ہے ۔

قصیدہ ہے ۔  
محبشی کہ زموسلی ربود ہوش بہ طور

بہ شکل کلب علی خان دگر نمود ظہور

اور غزل ہے :

ہم انا اللہ خوان ، درختی را بہ گفتار آورد

ہم النالحن گوئے ، مردے را سردار آورد

دیکھئے عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۴۴۴ ، اور

کلیات غالب فارسی طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد دوم و سوم ۔

ہندسوں کے مطابق ملحوظ رہے ۔

گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں ، معہذا امراضِ جسمانی و  
آلامِ روحانی ۔

[جمعہ ، ۷ جولائی ۱۸۶۵ع]

[۳۱۰] ایضاً (۹)

در\* نوسیدی ہسی امیدست

پایان شب سیه ، امیدست\*

قبلہ ! آج آپ کی خوشی اور خوش نودی کے واسطے اپنی روداد  
لکھتا ہوں ۔

توطیہ\* : سنہ ۱۸۶۰ع میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار

۱۔ تاریخ اور دن خط سے ، سنہ جنتری سے لیا گیا ہے ۔

۲۔ عود ہندی میں دونوں مصرعوں کی ترتیب الٹی ہے ۔

۳۔ مجنبتی صفحہ ۲۳۵ ، مجہدی صفحہ ۲۶۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۰۹ ،

رام ٹرائی صفحہ ۲۷۵ ، سہر صفحہ ۳۲۸ ، عود ہندی صفحہ ۳۳۵ ۔

۴۔ توطیہ : تمہید ۔ غالب کو کچھ اشتباہ ہو گیا ہے ۔ میرٹھ دربار

کی تاریخ دسمبر ۱۸۵۹ع اور بہر منشی سے ملاقات ۲۷ دسمبر

۱۸۵۹ع ہے ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۵۸ ۔ جہاں لارڈ صاحب سے

مراد کیننگ گورنر جنرل ہے ۔ قصیدہ مدحیہ کا مطلع ہے :

ز سال نو دگر آبی بہ روی کار آمد

بزار و پشتند و شست در شمار آمد

تیسرا شعر تاریخ معین کرتا ہے :

ہداں کہ خود - دوم دی مہست چون دینی

کہ روزہای دسمبر بہ بست و چار آمد

دیکھیے کلیات غالب طبع مجلس ترقی ادب جلد ۲ صفحہ ۲۸۹ نیز

دیکھیے خط نمبر ۳۱۱ ۔

کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی، اہالی دہلی کو ساتھ لے گئے، میں نے کہا میں بھی چلوں؟ فرمایا کہ نہیں! جب لشکر میرٹھ سے دلی آیا، میں موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر غنیم میں گیا۔ میر منشی صاحب سے ملا، ان کے خیمے میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹری بہادر کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ ”تم غدر کے دلوں میں بادشاہ باغی کی خوشامد“ کیا کرتے تھے، اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔“ میں گدائے معرم، اس حکم پر ممنوع نہ ہوا، جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے، میں نے قصیدہ حسب معمول قدیم بھیج دیا۔ مع اس حکم کے واپس آیا کہ اب یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں مایوس مطلق ہو کر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے ملنا ترک کیا۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۱۔ نسخہ مبارک علی و خطوط غالب سیر ”صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ“ متن مطابق اردوئے معلیٰ و عود ہندی۔

۲۔ غالب کے بارے میں غدر کے متعلق ایک نو خبر تھی کہ انہوں نے بادشاہ کا سکہ کہا تھا، دوسرے یہ کہ بادشاہ باغی کی خوشامد کی تھی۔ اب تک جو دستاویزات اس سلسلے میں چھپے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سکہ تو مولوی ظہور علی ظہور نے لکھا تھا، اور خوشامد کا معاملہ صرف اتنا ہے کہ ”بہج شنبہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۷ع کو بادشاہ کے چان جو امراء و خواجین حاضر ہوئے ان میں احترام الدولہ، مصمص الدولہ بہادر، معین الدولہ بہادر، شمس الدولہ، بخشی خف خان سرفراز الدولہ، کپتان دندار علی خان، نجم الدولہ، محمد اسد اللہ خان بہادر، نواب امین الدین خان بہادر، راجہ بہادر سنگھ، میر عدل بہادر تھے“ (عینی صدیقی: اٹھارہ سو سناؤں کے اخبار اور دستاویزیں، صفحہ ۶۷ مکتبہ شاہ راہ دہلی ۱۹۶۶ع)۔



واقعہ : اواخر ماہ ' گزشتہ ' یعنی فروری ۱۸۶۳ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلی آئے۔ اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے۔ میں تو بیگانہ محض اور مطرود حکام تھا، جبکہ سے نہ ہلا، کسی سے نہ ملا۔ دوبار ہوا، ہر ایک کام گار ہوا۔ شنبہ ۸ فروری کو آزادانہ منشی من "بھول سنگھ صاحب کے خیمے میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکریٹری بہادر پاس بھیجا، ہلا لیا۔ مہربان پا کر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی، وہ بھی حاصل ہوئی۔ دو حاکم جلیل القدر کی وہ عنایتیں دیکھیں جو میرے تصور میں بھی نہ تھیں۔ جملہ "معترضہ: میرمنشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا، وہ بطریق حسن طلب میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا۔ جب حکام بمجرد استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں کہ میر منشی کی طرف سے حسن طلب باہمائے حکام ہوگا۔ وللرحمان الطاف خفیہ۔

بقیہ روداد یہ ہے کہ دو شنبہ دوم مارچ کو سواد شہر خیم خیم گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان بہادر کے پاس گیا۔ اٹائے گنگو میں فرمایا کہ "تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے۔" متحیرانہ میں نے

۱۔ عود ہندی "اواخر ماہ گزشتہ" اردوے معالی کے غلط نامہ میں تصحیح کی گئی۔

۲۔ من بھول دلی کے رہنے والے تھے، گورنر پنجاب کے میر منشی، پھر اکسٹرا کمشنر پنجاب کے عہدے پر فائز رہے۔ ترکستان اور وسط ایشیا میں سیاسی دورہ بھی کیا تھا۔ ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء کے دربار شہنشاہی کے موقع پر پنڈت جی کو سی۔ آئی۔ ای کے علاوہ "دیوان" کا خطاب بھی ملا تھا۔ (انیسویں صدی میں وسط ایشیاء کی سیاحت، صفحہ ۴۱، ۴۲)۔

۳۔ اردوے معالی طبع اول، آغاز صفحہ ۲۸۲۔

ہوچھا کہ ”حضرت کیوں کر؟ حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر ہمارے علاقے کے سب کاغذ انگریزی و فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ ”اسد اللہ خاں کا دربار اور نمبر اور خلعت دستور بحال و برقرار رہے۔“ میں نے ہوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا؟ فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں، بس اتنا جانتے ہیں کہ یہ حکم دفتر میں لکھوا کر ۱۴ دن ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں۔ میں نے کہا سبحان اللہ : [شعر]

کار ساز ما بہ فکر کار ما  
فکر ما در کار ما آزار ما

۳۰ شنبہ ۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھ کو بلایا، خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے۔ ابناہ جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے۔ عرض کیا گیا حضور کے قدم دیکھے، خلعت پایا۔ لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا، نہال ہو گیا۔ اب ابناہ کہاں جاؤں۔ جیتا رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا : [شعر]

کار دنیا کسے تمام نکر د  
ہرچہ گیرید مختصر گیرید

[۵ مارچ ۱۸۶۳ء]

- 
- ۱۔ بعض نسخوں میں ۲۳ مارچ ہے جو غلط ہے۔
  - ۲۔ دونوں شعروں سے پہلے حسب دستور ساٹھ کی رقم اردو میں درج ہے۔ میں نے لفظ ”شعر“ عود ہندی سے نقل کیا ہے۔
  - ۳۔ غالب نے انہی ”ارضوں میں متعدد احباب کو یہ اطلاع دی ہے۔ دیکھئے خط بنام تفتہ، سہیش صفحہ ۸۷ قدر ہنگرامی، سہیش صفحہ ۱۹۴، مکاتیب غالب صفحہ ۲۴۔ نیز حاشیہ عود ہندی صفحہ ۳۴۸۔

حضور! پہلے خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجا لانا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا - یہ پرسش حکم نشتر کا رکھتی ہے - اب رگ قلم کی خون ناہہ فشانی دیکھو -

گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا صاحب کمشنر بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تین بقیہ "السیف" تھے، ان کو حکم دیا، اور دربار عام میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہ تھا، یا چند مساجد - مجھ کو حکم نہ پہنچا - جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب نہیں ہو سکتا - جب یہ سر زمین "خیم خیام گورنری ہوئی، میں اپنی عادت قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا - مولوی اظہار حسین خاں صاحب بہادر سے ملا - چیف سیکرٹری بہادر کو اطلاع کی - جواب آیا کہ "فرصت نہیں" میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں، دوسرے دن پھر گیا - میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایام غدر میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے، اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو - اس دن چلا آیا، دوسرے دن میں نے انگریزی خط ان کے نام کا لکھ کر ان کو بھیجا، مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا اخلاص مقلدہ محض ہے - امیدوار ہوں کہ اس کی تحقیقات ہو، تاکہ میری صفائی اور بے گناہی ثابت ہو - جہاں کے مقامات پر جواب نہ ہوا - اب ماہ گزشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے ملک سے جواب آیا کہ لارڈ صاحب بہادر

۱- بجنائی صفحہ ۲۳۶، بجنیدی صفحہ ۲۶۷، مبارک علی صفحہ ۲۶۶،

رام قرانی صفحہ ۲۷۶، سہر صفحہ ۳۲۷، غود ہندی صفحہ ۳۳۴۔

۲- وہ تین آدمی یہ ہیں : نواب مصطفیٰ خاں شیفہ، صدر الدین خاں آزرہ اور غالب - دیکھئے خط پنام مجروح -

۳- اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۸۳ -

فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے ۔ پس یہ مقدمہ طے ہوا  
دربار و خلعت موقوف ، پنشن مسدود ، وجہ نا معلوم ۔ لا موجود  
الا للہ ولا مؤثر فی الوجود الا للہ ۔

۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں بہادر والی رام پور کہ میرے  
آشنائے قدیم ہیں ، اس سال یعنی ۱۸۵۵ء میں میرے شاگرد ہوئے ۔  
ناظم ان کو تخلص دیا گیا ۔ بیس پچیس غزلیں اردو کی بھیجتے ہیں ،  
اصلاح دے کر بھیج دیتا ، گاہ گاہ کچھ روپیہ ادھر سے آتا رہتا ۔ قلعہ  
کی نتخواہ جاری ، انگریزی پنشن "کھلا ہوا" ان کے عطایا فتوح کئے  
جاتے تھے ، جب وہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں تو زندگی کا مدار ان  
کے عطیہ پر رہا بعد فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے  
[اور] میں عذر کرنا تھا ۔ جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ء میں گورنمنٹ سے

۱۔ عود ہندی : "لا معلوم"۔

۲۔ عرشی صاحب سرکاری کالذات کی بنا پر ، شاگردی کا سلسلہ  
۵ فروری ۱۸۵۷ء اور عطیہ تخلص ۱۵ فروری کو بتاتے ہیں ۔ ہاں  
۱۸۵۵ء میں ایک قطعہ تاریخ جلوس ریتا شاہ و گدا پر لکھا تھا ۔  
(مکاتیب غالب طبع ششم صفحہ ۷۸) یہ ممکن ہے کہ نواب  
یوسف علی خاں نے زمانہ قیام دہلی میں مرزا صاحب سے فارسی  
پڑھی ہو ۔

۳۔ عود ہندی : "غزلیں اردو کی بھیجی"۔

۴۔ عود ہندی "پنشن کھلی ہوئی"۔ منشی غلام غوث نے غالب  
کو لکھا تھا کہ آپ پنشن کو کبھی مذکور لکھتے ہیں کبھی مؤنت ،  
صحیح کیا ہے ۔

۵۔ اردو سے معلوم میں "اور" نہیں ہے ۔ عود ہندی سے اضافہ کیا  
گیا ۔ عود ہندی میں "اور لکھ آیا ، تو" یعنی "ہوں" موجود  
نہیں ہے ۔

وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہوں ، تو میں آخر جنوری میں 'وام پور' گیا۔ چھ سات ہفتہ وہاں رہ کر دلی آیا ، یہاں آپ کا خط عمرہ ۸ مارچ پایا۔ 'جواب بھیجا جاتا ہے۔

[۱۲۔ "؟" مارچ ۱۸۶۰ع]

### [۳۱۲] ایضاً (۱۱)

قبلہ! میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کے کون سی کھوٹی گرہ آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب سے میری ایک ملاقات۔ جب وہ دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں آکرے۔ ہوئی تھی۔ شرفا میں تعارف بنائے محبت اور مودت ہے ، چہ جائے آنکہ معاندہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو۔ روز ملاقات سے آس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں ، کوئی ایسا امر کہ باعث ناخوشی کا ہو ، درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی اس راہ سے کہ مولوی صاحب آپ کے ہم نشین و

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸۴۔

۲۔ عود ہندی : "استغنیٰ کا جواب بھیجا جاتا ہے۔"

۳۔ شاید بارہ سے کچھ پہلے یا بعد کو لکھا ہو۔ قیاس یہی ہے کہ فراغت سے بیٹھنے ہی تیسرے چوتھے دن جواب لکھا ہے۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۱۰۔

۴۔ مجتبیٰ صاحب ، ۲۳۷ ، مجیدی صفحہ ۲۶۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۲ ،

وام لرائز صفحہ ۲۷۸ ، مہر صفحہ ۲۳۷ ، عود ہندی صفحہ ۳۴۷۔

۵۔ غلام امام شہید : اسٹھی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ ۲ اکتوبر

۱۸۷۶ع کو پھنٹر برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ (اردو کا ایک

نایاب روزنامہ صفحہ ۳۱) بے خبر سے بڑی دوستی تھی۔ "انشائے

بہار بے غزال" پر خواجہ صاحب کی تقریب کے علاوہ خود شہید

کا دیوان بھی خواجہ غلام غوث ہی کا مرتب کر دہ ہے۔ شہید ،

قتیل کے مداح تھے۔

ہم دم تھے، اور مجھ میں آپ میں پیوند ولانے روحانی متحقق ہے۔ آپ بھی گولہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ مجھ میں آن میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے۔

اب سنیے حال منشی حبیب اللہ کا؛ میں نے ان کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں۔ تین چار برس ہوئے کہ ناگہ ایک خط حیدر آباد سے آیا، اس میں دو غزلیں۔ خط کا مضمون یہ کہ میں مختار الملک کے دفتر میں لوکر ہوں، آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہوں، ان دواؤں غزلوں کو اصلاح دیجئے۔ اس امر کے فقط وہ ہادی نہیں، بریلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں، میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب میرے حک و اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے، اور ہر ایک کا پایہ اور دست گاہ فن شعر میں معام ہو جاتا ہے۔ عادات و عندیات، عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں؟ آدم بر سر مدعا؛ منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آئے رہے اور میں اصلاح دے کر بھیجتا رہا۔ بعد وارد ہوئے مولوی صاحب کے ایک غزل آن کی آتی اور انہوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبر آبادی کی غزل پر یہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں۔ میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دے کر بھیجا، اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبر آباد کے نہیں لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی، اس میں سے توہین کے معنی مستنبط ہوں

۱۔ حبیب اللہ ذکا ۱۸۷۵ء میں فوت ہوئے۔

۲۔ مختار الملک میں تراب علی خاں، سالار جنگ اول۔ ۲۹ ربیع الاول

۱۲۰۰ھ میں انتقال کیا (قاموس المشاہیر و محبوب السلاطین

صفحہ ۶۷۷)۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۸۵۔

نو میں اُن کا مستہن' سہی۔ اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا۔  
[۱۸۶۳ع]

### [۳۱۳] ایضاً (۱۲)

قبلہ! میرا ایک شعر ہے :

خود پوشر خود کفیل گرفتاری من ست

ہردم بہ برشر دلیر ماہوس مے رسد

یہ معاملہ میرا اور آپ کا ہے۔ خراج سے مسوع ہوا کہ میں نے جو اغلاط 'برہان قاطع' کے نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ 'قاطع برہان' لکھا ہے اور ایک جلد اس کا آپ کو بھی بھیج دیا ہے، آپ اس کی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں۔ اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔

ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں، باوجود فضیلت علم عربی فارسی دانی میں ان کا نظیر نہیں۔ وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے، مسملی بہ 'محرق قاطع برہان' آٹھوں نے اس کی توہین اور مسود کی تفضیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے۔ اور ایک طالب علم مسملی بہ عبدالکریم نے سعادت علی مؤلف 'محرق قاطع' سے سوالات کئے ہیں۔ اور ایک مختصر اس نے، فتاویٰ علمائے شہر

۱۔ توہین کرنے والا۔

۲۔ ایک تخمینہ۔

۳۔ محتبائی صفحہ ۲۳۸، مجیدی صفحہ ۲۶۹، مبارک علی صفحہ ۲۱۲،

رام لرائی صفحہ ۲۷۹، سہر صفحہ ۳۳، عود ہندی صفحہ ۳۲۳۔

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۸۶۔

مرتب کیا ہے۔ ایک میرے دوست نے یہ صرف زر اس کو چھپوایا ہے ، ایک نسخہ اس کا آج اسی خط کے ساتھ بسجیل پارسل ارسال کیا ہے۔

اس شہر میں ایک میلا ہوتا ہے ، بھول والوں کا میلا کہلاتا ہے ، بہادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے۔ امرائے شہر سے لے کر اہل حرفہ تک قطب صاحب جاتے ہیں ، دو تین ہفتے تک وہیں رہتے ہیں۔ مسلمان و ہنود دونوں فرقے کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں۔ بھائی ضیاء الدین خاں اور شہاب الدین خاں اور میرے دونوں لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں۔ اب دیوان خانہ میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک بیمار خدمت گار۔ بھائی صاحب وہاں سے آئیں گے ، تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اترے ، چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے ، عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔

[اگست ۱۸۶۴ء]

[۳۱۴] ایضاً (۱۳)

”قبلہ“ حاجات !

قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے ، وہ تو ایک لطیفہ بہ سبیل دعا ہے ، مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دور بینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۳ جنوری کو کیے ،

۱۔ عود ہندی میں ”مسلمین و ہنود“۔

۲۔ بہادوں، مطابق اگست ہے۔ اسی سال رسالہ ”سوالات عبدالکریم“ شائع ہوا۔

۳۔ مجبائی صفحہ ۲۲۹ ، مجیدی صفحہ ۲۷۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۴ ،

رام لرائی صفحہ ۲۸۰ ، سہر صفحہ ۳۲۵ ، عود ہندی صفحہ ۳۱۲۔



آن کے جواب تم نے ۲۷ جنوری لکھ کر بھیج دیے۔ کیوں نہ کہہوں روشن ضمیر ہو ، اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔

خلاصہ تقریر یہ کہ ۳۰ کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھجوا دیا اور ۳۱ کو ڈاک کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے، یعنی جناب ائمہ شیعہ صاحب بہادر کی جگہ چیف سکریٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا؟ یہ دل میں بچ و تاب باقی رہا۔

کتاب کے باب میں جو کچھ لکھا ہے ، واقعی یہ کہ درست اور بجا ہے۔ جو کچھ واقع ہوا ، اس کو مفید مطلب عرض کروں ، لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیش گاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکریٹر بہادر سابی اور لفٹنٹ گورنر بہادر حال ، دو مجلد پیش کیے ہیں ، ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کے واسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جائے ، اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے ، نذر سلطان کے ارسال و عدم ارسال میں کیا دار و مدار ہے ؟ دو نسخے جو آن دونوں صاحبوں کے پیش کش مقرر ہوئے ، ان میں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے ، رد و قبول ، تفرین و آفرین ، کچھ بھی نہیں ، قیاساً جو چاہوں سو کروں ، یقیناً کچھ بھی نہیں۔

۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی

۱۔ دیکھیے خط نمبر مسلسل ۳۰۳ ، بنام بے خبر نمبر ۴۰۔ عود ہندی "۲۷" جنوری ندارد۔

۲۔ عود ہندی میں فقرہ کچھ بدلا ہوا ہے "تیسویں کو آخر روز میں نے خط ڈاک میں بھجوا دیا" نسخہ مبارک علی میں "۳۰ جنوری"۔

۳۔ اردو سے معالیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸۷۔

ڈاک میں بھجھ کو آیا ہے کہ اس قصیدہ کے صلے اور جائزے کے واسطے کہ جو بتوسط لارڈ الن برا سائل نے بھجوا دیا ہے ، خطاب اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے ۔ جو حکم صادر ہوگا سائل کو بتوسط گورنمنٹ اس کی اطلاع دینی ضرور ہے ۔ یہ حکم مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں میں نے پایا ۔ فروری ، مارچ ، اپریل خوشی اور توقع میں گزرے ۔ مئی ۱۸۵۷ء میں فلک نے یہ فتنہ آٹھایا ، اب اس کتاب اور دوسرے قصیدے کی جا بجا نذر کرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل محکمہ " ولایت کو یاد دہی کرتا ہے " اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے ۔ جب یہاں سے نوید تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں ۔ تحسین اور آفرین سے گذرا ، نذر کے ولایت جانے کا یقین کیوں کر حاصل ہو ، جہاں یہ تفرقہ اور بے التفاتی اور یہ دشواری اور یہ مشکل ہو ، جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھوں ۔ پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں " فارسی لکھوں ، اور دونوں صورتوں میں کیا لکھوں ؟ کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دونوں معاً ایک وقت میں پہنچیں ، وہ تو جواب طلب نہیں ، اس کا جواب لکھئے اور بہت شباب لکھئے ۔

[ ۳۱ " جنوری ۱۸۵۹ء ]

[ ۳۱۵ ] ایضاً ( ۱۳ )

میں " سادہ دل آزر دگی " یار سے خوش ہوں

یعنی سبقِ شوق مکرر نہ ہوا تھا

۱۔ عود ہندی میں " ہے " ندارد ۔ " یاد دہی کرتا اور ۔ "

۲۔ اردو سے معنی طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۸۸۔ " لکھواؤں " ۔

۳۔ اس خط کے ساتھ خط نمبر ۳۰۳ کا مطالعہ میں تاریخ متعین کرتا ہے ۔

۴۔ پنجابی صفحہ ۲۴۱ ، مجیدی صفحہ ۲۷۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۵ ،

وام لرائیں صفحہ ۲۸۱ ، مہر صفحہ ۳۳۱ ، عود ہندی صفحہ ۳۲۵ ۔

پیر و مرشد! خفا نہیں ہوا کرتے۔ یوں سنا، مجھے باور نہ آیا، جہاں تک تو میں موردِ عتاب نہیں ہو سکتا، جھگڑا استعجاب پر ہے۔ محلِ استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہے کہ میر منشی ثواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور وہ "قاطع برہان" کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اولیا کا یہ حال ہے، وائے بر حال ہم اشقیا کے! یہ حکایت ہے شکایت نہیں۔ میں دنیا داری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں، لیکن فقیر آزاد ہوں، نہ شاید وکیاد"۔ ستر برس کی عمر ہے، بے بالغہ کہتا ہوں ستر ہزار آدمی فطر سے گذرے ہوں گے۔ زمرۂ خواص میں سے، عوام کا شمار نہیں، دو غلص صادق الولا دیکھیے۔ ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ، دوسرا منشی غلام غوث سلمہ" اللہ تعالیٰ۔ لیکن وہ مرحوم حسن صورت نہیں رکھتا تھا، اور خلوص اخلاص اس کا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ! دوسرا دوست غیر خواہ خلق، حسن و جمال چشم بد دور، کمال سہر و وفا، صدق و صفا نوراً علی نور"۔ میں آدمی نہیں ہوں، آدم شناس ہوں [شعر]

لکھم لقب ہمی زد بہ نہای خانہ دل  
مژدہ باد اہل ریا را کہ ز میدان رفت

غایت سہر و محبت جس کے ملکہ کا تم کو مالک سمجھا ہوں، وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ چلے دو آدمیوں کو اپنے بعد اپنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا۔ ایک کو تو میں رو لیا، اب اللہ آئیں

۱۔ عود ہندی: "فقیر آزاد، نہ شاید نہ کیاد۔"

۲۔ عود ہندی: "سلمہ اللہ العلی العظیم۔"

۳۔ اردو سے معلیٰ مطابق متن، صحیح "نور علی نور"۔

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۹، ۲۔

کا ایک دوست رہ گیا ۔ دعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اس کا داغ نہ  
 مجھے دکھائیو ۔ میں اس کے سامنے مروں ۔ میان تمہارا عاشق صادق  
 ہوں ۔ بھائی' ابھی قطب سے نہیں آئے ۔ ”دافع ہذیان“ کے دو مجلد  
 اور بھیج دوں گا ۔

[اگست ۱۸۶۳ء]

---

۱۔ ضیاء الدین خاں مراد ہیں ، منشی صاحب سے اور نواب صاحب سے  
 بہت اچھے مراسم تھے ۔ دیکھئے خط نمبر ۳۱۲ ۔

[۳۱۶] بہ نام 'نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب بہادر (۱)

جناب" قبلہ و کعبہ ۱ آپ کو دیوان کے دینے میں تاہل کیوں ہے ؟ روز آپ کے مطالعہ میں نہیں رہتا ، بغیر اس کے دیکھئے آپ کو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو ، یہ بھی نہیں ۔ پھر آپ کیوں نہیں دیتے ؟ ایک جلد ، ہزار جلد بن جائے ، میرا کلام شہرت پائے ، میرا دل خوش ہو ، تمہاری تعریف کا قصیدہ اہل عالم دیکھیں ، تمہارے بھائی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گذرے ۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہیں ؟ رہا کتاب کے تلف ہونے کا اندیشہ ؟ یہ خفان ہے ، کتاب کیوں تلف ہوگی ؟ احياناً اگر ایسا ہوا اور دلی لکھنؤ کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی ، تو میں فوراً بہ سبیل ڈاک رام پور جاؤں گا ۔ اور نواب

۱۔ ضیاء الدین احمد خاں کے والد احمد بخش خاں تھے ۔ اکتوبر

۱۸۲۱ع فیروز پور میں ان کی ولادت ہوئی اور ۲۷ جون ۱۸۸۵ع

شنبہ ۱۳ رمضان ۱۲۹۳ھ میں انتقال کیا (تلامذہ غالب ، صفحہ

۲۸۵) ۔ علم دوست ، علم پرور بزرگ تھے ۔ غالب کے بعد دہلی

میں فارسی ادب کے سب سے بڑے استاد مانے گئے ۔ بہت بڑا

کتاب خانہ تھا ، تاریخ سے شوق تھا ۔ غالب کا دیوان بڑے

اہتمام سے جمع کیا اور لکھوایا تھا ۔ خود ان کی تصانیف ضائع

ہو گئیں ۔ صرف "جلوۂ صحیفہ" زریں نامی دیوان چھپا ہے ،

جس میں فارسی کلام زیادہ اور اردو بہت کم ہے ۔ غالب نے انہیں

اپنے بعد جانشین بھی کیا تھا ۔ دیوان کے ایک خط بنام غلام

غوث خاں نے خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ بے خبر سے اور نواب

صاحب سے اچھے اور گہرے مراسم تھے ۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۴۲ ، مجیدی صفحہ ۳۶۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۵ ،

رام نرائن صفحہ ۳۸۲ ، مہر صفحہ ۱۰۵ ۔

فخر الدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان تم کو لا دوں گا ۔  
 اگر یہ کہتے ہو کہ اب وہاں سے لے کر بھیج دو ، وہ نہ کہیں  
 گے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے ؟ ہاں ، یہ لکھوں کہ ثواب  
 ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے  
 کہ جب وہ تمہارے بھائی اور تمہارے قریب ہو کر نہیں دیتے تو  
 میں اتنی دور سے کیوں دوں ؟ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفصیل سے  
 لکھ کر بھیج دو ۔ وہ اگر نہ دیں تو میں کیا کروں ؟ اگر دیں تو  
 میرے کس کام کا ۔ پہلے تو نا تمام ، پھر ناقص ، بعض بعض قصائد اس  
 میں سے اور کے نام کر دیے گئے ہیں ۔ اور اس میں آسی مدوح سابق  
 کے نام پر ہیں ۔ شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لے گیا  
 ہے ، اس میں یہ دونوں قیادتیں موجود ۔ تیسری یہ کہ سراسر غلط ،  
 ہر شعر غلط ، ہر مصرعہ غلط ۔ یہ کام تمہاری مدد کے بغیر انجام نہ  
 پائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ۔ ہاں احتمال نقصان وہ بھی  
 از روئے وسوسہ و وہم ۔ اس صورت میں میں تلافی کا کفیل ، جیسا کہ  
 اوپر لکھ آیا ہوں ۔ بہر حال ، راضی ہو جاؤ اور مجھ کو لکھو تو  
 میں طالب کو اطلاع دوں ۔ طلب اس کی جب دوبارہ ہو تو کتاب  
 بھیج دوں ۔

رحم و کرم کا طالب

غالب

[۱۸۹۰ء]

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۰ ۔

۲۔ دیکھئے خط بنام تفضل حسین خاں نمبر ۲۸۰ ۔

[۳۱۷] بہ' نام مرزا شہاب الدین احمد خان صاحب (۱)

بھائی! تمہارا خط حکیم محمود خان صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا، خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ انصاف کرو، کتاب کوئی سی ہو، اس کا پتہ کیوں کر لگے۔ لوٹ کا مال چوری چوری "کہنے کہتوں میں بک گیا اور اگر سڑک پر بھی بکا، تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور چپ ہو رہو۔

ہر دل نفس اندہ گیتی بسر آرہد

گیرید کہ گیتی ہمہ یکسر بہ سر آمد

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں، خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو، اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائے گا ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا۔ لکھتے ہوئے ڈرنا ہوں اور وہ بھی کون سی خوشی کی بات ہے جو لکھوں۔

اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہہ دینا اور تم کو بھی تمہاری استانی دعا کہتی ہیں۔ زیادہ، زیادہ۔

از غالب

دو شنبہ، ۸ فروری سنہ ۱۸۵۸ ع

۱۔ شہاب الدین احمد خان ثاقب: مولود ۱۸۳۰ ع/۱۲۵۶ھ متوفی

۱۹ اپریل ۱۸۶۹ ع مطابق ۶ محرم ۱۲۸۶ھ۔ نواب ضیاء الدین خان

کے بڑے صاحب زادے تھے۔ غالب کو فرزندانہ محبت تھی۔

۲۔ بختیائی صفحہ ۲۳۳، مجیدی صفحہ ۲۷۲، مبارک علی صفحہ ۲۱۶،

رام فرائض صفحہ ۲۸۳، مہیش صفحہ ۲۹۰، مہر صفحہ ۱۰۶۔

۳۔ اردو سے معلوم ہیں۔ "کہنے" ہمیش میں "کوئے"۔

۴۔ ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۲۷۳ھ۔

## [۳۱۸] ایضاً (۲)

بھائی' شہاب الدین خاں ! واسطے خدا کے یہ تم نے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان کا کیا حال کر دیا ہے۔ یہ اشعار جو تم نے بھیجے ہیں، خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل کر دیے ہیں۔ دیوان تو چھاپے کا ہے، متن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیے پر ہوں تو میرے نہیں ہیں۔ بالفرض اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر یہ خرافات لکھ دیے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس مفسد کے یہ شعر ہیں اس کے باپ پر اور دادا پر، بردادا پر لعنت اور وہ ہفتاد پشت تک ولد الحرام، اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ ایک تو لڑکے میاں غلام نجف، دوسرے تم۔ میری کم بختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمہارے ہاتھ پڑا۔

بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمہارا خط چنچا، یہ دوسرا حادثہ مجھ کو چلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ قضا و قدر کے امور میں دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے، کہیں جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہو جائے تاکہ سب یک جا باہم آرام سے رہو۔ اپنے کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھے اور اگر لکھ دیے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا، اور ورق اس کے بدلے لکھوا کر لگا دینا۔ مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے نقل کیا ہے، میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اس کو ایک نظر دیکھ کر پھر تم کو بھیج دوں۔ — زیادہ زیادہ۔

۱۔ عجبائی صفحہ ۲۴۳، مجیدی صفحہ ۲۷۳، مبارک علی صفحہ ۲۱۷

رام نرائن، صفحہ ۲۸۸، شبیش صفحہ ۲۹۰، مہر صفحہ ۱۰۶۔

۲۔ اردو سے پہلی طبع اول، آغاز صفحہ ۲۹۱۔

۳۔ نسخہ مبارک علی و مہر میں ”بردادا“ ندارد۔



آج میرے پاس ٹکٹ ہے ، نہ دام معاف رکھنا۔ والسلام ۔  
[مارچ ۱۸۵۸ء]

### [۳۱۹] ایضاً (۳)

بھائی! تمہارا خط پہنچا ، کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اُس کا جواب لکھتا۔ پھر سوچا کہ مبادا تم آزردہ ہو ، اس واسطے آج یہ رقم تم کو لکھتا ہوں۔ میرا جی<sup>۲</sup> تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمہیں لکھوں اُس کے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمہارے اب وعم مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے۔ الشاء اللہ تعالیٰ اب کے جو خط تم کو لکھوں گا ، اُس کا مضمون یہی ہوگا ، خاطر جمع رکھنا۔ اور اگر میرا خط دو چار دن نہ پہنچے تو مجھ کو اسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا ، اور گدہ نہ کرنا۔

اور ہاں صاحب! تم جو خط لکھتے ہو تو اُس میں احمد سعید<sup>۱</sup> خان کا کچھ ذکر نہیں لکھتے ، لازم ہے کہ اُس کی خیر و عافیت اور اُس کی بہن کی خیر و عافیت لکھتے رہا کرو۔ یہاں تمہاری پھوپھی

۱۔ مہیش برشاد نے یہی تاریخ تجویز کی ہے اور سہر صاحب نے بھی تائید کی ہے۔

۲۔ جہانپانی صفحہ ۲۴۴ ، مجیدی صفحہ ۲۷۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۷۔

رام نرائن صفحہ ۲۸۵ ، مہیش صفحہ ۲۹۱ ، سہر صفحہ ۱۰۷۔

۳۔ اردوئے معلیٰ میں ”سیر دل“ ہے۔ پھر غلط نامہ میں تصحیح ہے۔ اب وعم سے نواب ضیاء الدین خان اور نواب امین الدین خان مراد ہیں جو غدر کے سلسلے میں ماخوذ تھے۔

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۲۔

۵۔ احمد سعید خان ، نواب ضیاء الدین خان کے چھوٹے لڑکے کی عرفیت تھی۔ اصل نام سعید الدین احمد خان تھا جیسا کہ دیوان نیر و رخشاں کے سر ورق پر تحریر ہے۔

اور تمہارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں - والدعا -

از غالب

یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۸ ع

### [۳۲۰] ایضاً (۴)

میاں "مرزا شہاب الدین خاں ! اچھی طرح ہو ؟ غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سنا ہوگا - ہفتے کے دن، دو تین گھڑی دن چڑھے، احباب کو رخصت کر کے راہی ہوا - قصد یہ تھا کہ ہلکھوے" رہوں ، وہاں قافلے کی گنجائش نہ پائی - ہاپوڑ کو روانہ ہوا ، دونوں برغوردار گھوڑوں پر چلے چل دیے ، چار گھڑی دن رے میں ہاپوڑ کی سرائے میں پہنچا - دونوں بیانیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو ٹہلتے ہوئے پایا - گھڑی بھر دن رے قافلہ آیا - میں نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا ، دو شامی کباب اس میں ڈال دیے - رات ہو گئی تھی ، شراب پی لی ، کباب کھائے ، لڑکوں نے ارہر کی کھجڑی پکوائی ، خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی - دن کے واسطے سادہ سالن پکوایا - ترکاری نہ ڈلوائی - بارے آج تک دونوں بیانیوں میں موافقت ہے - آپس کی صلاح و

۱۔ اردو سے معلوم طبع اول میں "۱۲ - اپریل" ہی ہے لیکن سبش

نے ۱۱ اپریل لکھا ہے - تقویم میں یک شنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۵۸ ع

مطابق ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۲۷۸ھ ہے - اب معلوم نہیں کاتب نے

دو شنبہ کو یک شنبہ کیا ہے یا ۱۱ کو ۱۲ -

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۴۴ ، مجیدی صفحہ ۲۷۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۸ ،

رام نرائن صفحہ ۲۸۶ ، سبش صفحہ ۲۹۴ ، سہر صفحہ ۱۰۹ -

۳۔ اردو سے معلوم "ہلکھوے" - صحیح "ہلکھوے" پ کو زیر ، ل پر

زیر ، کہ ساکن -

مشورت سے کام کرتے ہیں ، اتنی بات زاہد ہے کہ حسین علی منزل پر آکر کر باہڑ اور مٹھائی کے کھانے خرید لاتا ہے ، دونوں بھائی مل کر کھاتے ہیں ۔ آج میں نے تمہارے والد کی نصیحت پر عمل کیا ۔ چار بجے ہانچ کے عمل میں باہڑ سے چل دیا ، سورج نکلے بابو گھر کی سرانے میں آچنچا ۔ چار پائی بھائی اس پر بھوننا بھیا کر حقہ پی رہا ہوں ، اور یہ خط لکھ رہا ہوں ۔ دونوں گھوڑے کوتل آگئے ، دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں ۔ اب وہ آئے اور کھانا کھا لیا اور چلے ۔ تم اپنی آستانے کے پاس جا کر یہ واقعہ سراسر پڑھ کر سنا دینا ۔ شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا ۔

[دوشنبہ ، ۹ - اکتوبر ۱۸۹۵ء]

### [۳۲۱] ابضاً (۵)

میاں " ! وہ قاضی " تو مسخرا خوتیا ہے ۔ ان کا خط دیکھ لیا ۔

۱۔ اردو سے معالیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۳ ۔  
۲۔ شاید "دفعہ کاویانی" کا ذکر ہے ۔ شمشاد علی رضوان مقابلہ کے لیے مامور ہو رہے ہیں ۔ جناب سہر صاحب نے "قاطع برہان" کی تصحیح تحریر فرمائی ہے ۔ حالانکہ قاطع برہان ۱۸۹۲ء میں شائع ہو چکی تھی ۔ (دیکھئے حاشیہ خطوط غالب ، طبع دوم ، صفحہ ۱۱۰) ۔

۳۔ سفر رام پور کا قصہ ہے ۔ ہفتہ سات کو دلی سے چلے ، اتوار کو باہڑ (اردو ، رائے غری) سے چلے ، پیر کو بابو گڑھ پہنچے تو نو اکتوبر ہوئی ۔ سہیلی پرشاد نے ۸ نومبر کی ہے اور سہر صاحب نے کوئی تاریخ و سنہ نہیں لکھا ۔

۴۔ مجتہدائی صفحہ ۲۸۵ ، مجددی صفحہ ۲۷۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۸ ، رام لرائی صفحہ ۲۸۶ ، سہیلی صفحہ ۲۹۳ ، سہر صفحہ ۱۰۹ ۔  
(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۵ پر)

غیر ، ہاں ، علاء الدین خاں کا خط ، گھنٹہ بھر ، بھانڈ کے مائلہ کا تماشا ہے ۔ اب تم کہو ، اسناد میں جان کو کیوں کر بھیجو گے ، ان کو کہاں پاؤ گے ؟ اور علاؤ الدین خاں نے حسب الحکم تمہارے چچا کے لکھا ہے ۔ لوہارو کی سواریاں آتی ہوئی ، شاید کل یا برسوں جائیں ۔ اس کی فکر آج کرو ۔ امین الدین خاں بے چارہ آکیلا گھبراتا ہوگا ۔

”چکیدن دیہم“ ۔ ”رمیدن دیہم“ یہ غزل علاؤ الدین کو بھیج چکا ہوں ، تم علاؤ الدین خاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہے کہ : مصرع

بردم آزدگی غیر سبب را چہ علاج

اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھنے ہو ، واہ وا ! ”غیر سبب“ یہ کہاں کی بولی ہے ؟ مصرع

از خواندین قرآن نو قاری ، چہ فائدہ

عیاذاً باللہ ، امیر خسرو ”قرآن“ کو کہ بہ سکون رائے قرشت و الف ممدودہ ہے ، ”قرآن“ پر وزن ’ہروان‘ لکھیں گے ؟ یہ دونوں غزلیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۴)

۵۔ شاید اس سے مراد قاضی نور الدین حسین خاں قاضی گجراتی صاحب

”غزلیں شعرا“ ہیں جنہوں نے شہاب الدین خاں کی وساطت سے اپنا

تذکرہ غالب کو اصلاح کے لئے بھیجا تھا اور غالب نے اسے دیکھ

کر ”دوشنبہ ۱۴ جولائی ۱۸۶۲ء“ کو ان کے نام خط لکھا ہے ۔

دیکھئے اردو سے معلوم طبع زیر نظر حصہ دوم ترقیب حقیر ۔

۱۔ شاید اس سے وہ خط مراد ہے جو علاء الدین نے ضیاء الدین خاں

کے اشارے سے ترک شراب نوشی کے سلسلے میں لکھا تھا اور

غالب نے اس کا جواب ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ء کو دیا ، دیکھئے

مکتوب پنجم علاؤ ۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۶ پر)

دو گدھوں کی ہیں۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھ دیا ہو۔

[جولائی ۱۸۶۲ء]

[۳۲۲] ایضاً (۶)

نور چشم "شہاب الدین خاں کو دعا کے بعد معلوم ہو : یہ جو رقعہ لے کر پہنچنے ہیں ، ان کا نام حسین علی ہے ، اور یہ سید ہیں ، دوا سازی میں یگانہ ، رکاب داری میں یکتا ، جان بھد ان کا باپ ملازم سرکار شاہی تھا۔ اب ان کا چچا "میر فتح علی ہندوہ روپے سپہنے کا الور میں نوکر ہے۔ بہر حال ، ان سے کہا گیا کہ باغ روپے سپہنے ملے گا اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ باغ روپے میں کیا گھاؤں گا ، یہاں زن و فرزند کو کیا بھجواؤں گا ؟ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے ، اگر کام تمہارا پسند آئے گا تو اضافہ ہو جائے گا۔ اب وہ کہتا ہے کہ خیر ، توقع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں ، مگر دونوں وقت روٹی سرکار سے ہلاؤں ؟ بغیر اس کے کسی طرح نہیں جاسکتا۔ سنو میاں ! حق بجانب اس غریب کے ہے ، روٹی مقرر ہوئے بغیر بات نہیں بنتی ، یقین ہے تم رپورٹ کرو گے۔ تو اس امر کی منظوری کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۵)

۲۔ کلیات میں ردیف میم کی غزل ہے :

سوخت جگر ، تاکجا رنگ چکیدن دہم

رنگ شو ، اے خون گرم نا بہ پردن دہم

۱۔ علائی کے خط سے ہیں اندازہ ہوتا ہے۔ نیز دیکھیے مکتوب پنجم

قاضی نور الدین فائق۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۲۳۶ ، مجیدی صفحہ ۲۷۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۱۹ ،

رام فرائی صفحہ ۲۸۷ ، سہیش صفحہ ۲۹۲ ، سہر صفحہ ۱۰۸ ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۳ ۔

حکم آ جانے کا۔ یہ قصہ فیصل ہوا۔ اب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھے پیشگی دو۔ تاکہ کچھ کڑا اٹا بناؤں، اور کچھ گھر میں دے جاؤں۔ راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں۔ تو یہاں بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہوں۔ مگر کچھ کہہ نہیں سکتا، اپنی رائے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ غیر، تم بھی میرا وقعہ اپنے نام کا علانی مولائی کو بھیج دو۔

غالب

سہ شنبہ، ۲۴ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ عیسوی

### [۳۲۳] ایضاً (۷)

تمہارے بھائی کا خط تمہارے پاس بھیجنا ہوں۔ ”کلیات اردو“ جو تم نے خریدے ہیں، ایک آس میں سے چاہو اپنے چچا کی نذر کرو، چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اس وقت آن کے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے، بعد ارسال خط مولوی سدید الدین خان صاحب میرے ہاں آئے، اٹائے حرف و حکایت میں، میں نے ”شاہین“ کی حقیقت بوجھی۔ جواب دیا، کہ ہاں، عربی میں ایک باجے کا نام

- ۱۔ کیا پیارا انداز سفارش ہے۔
- ۲۔ مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ۔
- ۳۔ بختیانی صفحہ ۲۴۶، مجیدی صفحہ ۲۷۵، مبارک علی صفحہ ۲۱۹، رام نرائن صفحہ ۲۸۸، مہیش صفحہ ۲۹۲، مہر صفحہ ۱۰۸۔
- ۴۔ دیوان کا نام کلیات لکھا ہے۔
- ۵۔ عربی لغات میں ”شاہین“ کے معنی باجے کے نہیں ہیں، صراح میں ہے ”پرندہ ایست مشہور۔ و عمود قرازو“ فرہنگ نوبہار، طبع تبریز ۱۳۴۸ھ میں ہے ”ر۔ مرغی ست شکری معروف و آہ۔ از چوب و بان ساختہ و دو کفہ“ قرازو را از ان آویزند“ جلد ۲ صفحہ ۵۴۴۔ ”فرہنگ غالب“ میں مولوی سدید الدین کے قول کو غالب کا قول سمجھ کر نقل کر دیا گیا ہے۔

’شاہین‘ ہے۔ صورت اس کی بوجھی گئی ، کہا ، مجھے معلوم نہیں ،  
صراح میں میں نے دیکھا ہے۔ فقط  
تم جو مولانا علائی کو خط لکھو ، یہ رقعہ ملفوف کرو۔

غالب

[اگست ۱۸۶۱ء]

[۳۲۴] ایضاً (۸)

رباعی

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے ؟  
نائب ! حرکت یہ کی ہے بے جا تم نے  
حاجی کلو کو دے کے بے وجہ جواب  
غالب کا ہکا دیا کلیجا تم نے

[۱۸۶۵ء]

[۳۲۵] ایضاً (۹)

اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں  
کتنا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضان ؟  
ہوتا ہے تراویح سے فرصت کب تک ؟  
ستے ہو تراویح میں کتنا قرآن ؟

[۱۸۶۵ء]

۱۔ مہیش ہرشاد - کوئی قرینہ نہیں۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۲۴۷ ، پیمیدی صفحہ ۲۷۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۰ ،

رام لرائی صفحہ ۲۸۸ ، مہیش صفحہ ۲۹۳ ، ۲۹۴ ، سہر صفحہ

۱۱۰ ، تاریخ کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن یہ آخری دور سے متعلق

خطوط ہیں۔ دونوں رباعیاں دو رقعے ہیں ، لیکن اردو میں ”ایضاً“

کے بجائے رباعی درج ہے۔

[ ۳۲۶ ] بنام' نواب انورالدولہ سعدالدین خان صاحب شفق (۱)

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق  
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دو شنبہ ۶ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے۔  
اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں۔ عطوفت نامہ پہنچا۔ ادھر پڑھا  
ادھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کو معنون کر رکھتا ہوں۔  
کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ سال گذشتہ مجھ پر  
بہت سخت گذرا۔ ۱۲، ۱۳ مہینے صاحب فراش رہا۔ آٹھنا دشوار تھا،  
چلنا پھرنا کیسا، نہ ٹپ، نہ کھانسی، نہ اسہال، نہ فالج، نہ لتوہ،

۱۔ نواب سعد الدین (سعد اللہ؟ بقول مہر صاحب) خان : دہلی کے  
خاندانی امیر تھے۔ ان کے والد افضل الدولہ احمد بخش خان چادر  
بے تاب اور دادا نواب عباد الملک غازی الدین خان وزیر  
احمد شاہ و عالم گیر لانی متوفی ۱۸۰۰ع دہلی سے کالجی ہجرت  
کر گئے تھے۔ سعد الدین خان شفق، کدورہ میں رہتے تھے۔ پہلے  
اعجاز علی قلق میرٹھی کے شاگرد تھے، پھر غالب سے اصلاح لی۔  
۱۸۸۲ع/۱۲۹۸ھ میں رحلت کی۔ غالب نے ایک خط میں اپنی  
ارادت مندی کا سبب لکھا ہے کہ آپ کا خاندان چونکہ معین الملک  
صوبہ دار لاہور کا خاندان ہے اور میرے دادا اس دربار سے  
وابستہ تھے اس لیے مجھے تازہ فروری کا دعویٰ ہے۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۷، عہدی صفحہ ۲۷، مبارک علی صفحہ ۲۲،  
رام فرائیں صفحہ ۲۸۹، سپیش صفحہ ۱۵۳، مہر صفحہ ۳۶۸،  
عود بندی صفحہ ۳۰۱۔

۳۔ عود بندی و سپیش : ”ادھر پڑھا ادھر جواب لکھا“۔



ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت ، یعنی احتراق کا مرض ۔  
 مختصر یہ کہ سر سے بالوں تک بارہ بھوڑے ، ہر بھوڑہ ایک زخم ،  
 ہر زخم ایک غار ۔ ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھانے اور  
 پاؤ بھر مرحم درکار ۔ نو دس مہینے بے خور و خواب رہا ہوں اور  
 شب و روز بے قلب ۔ راتیں یوں گذریں ہیں کہ اگر کبھی آنکھ تک گئی  
 دو کھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ بھوڑے میں اُس آٹھی ،  
 جاگ ' آٹھا ، تڑپا کیا ، پھر سو گیا ، پھر ہوشیار ہو گیا ۔ سال بھر میں  
 سے تین حصے دن یوں گذرے ۔ پھر تخفیف ہونے لگی ۔ دو تین مہینے  
 میں لوٹ بوٹ کر اچھا ہو گیا ، نئے سرے روح قالب میں آئی ، اجل  
 نے میری سخت جانی کی قسم کھائی ۔ اب اگرچہ تندرست ہوں ،  
 لیکن ناتوان و سست ہوں ۔ حواس کھو بیٹھا ، حافظہ کو رو بیٹھا ،  
 اگر آٹھتا ہوں ، تو اتنی دیر میں آٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک  
 قد آدم دیوار آٹھے ۔ آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں ، کہ  
 جب تک میرا مرلا نہ سنا میری خبر نہ لی ۔ میری مرگ کے خبر کی  
 تقریر اور مثلاً میری یہ تحریر ، آدھی سوچ اور آدھی جھوٹ ۔ در صورت  
 مرگ ، نیم مردہ اور در حالت حیات ، نیم زندہ ہوں [شعر]

در کشاکشِ ضعفم نگسلد روان از تن

ایں کہ من نمی میرم، ہم ز نا توانیہاست

اگر ان سطور کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خاں بہادر  
 میر منشی لفٹنٹ گورنری غرب و شہال کے پاس بھیج دیجئے گا تو ان

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۹۶ ۔

۲۔ ان دنوں غلام غوث خاں بے خبر ، عود ہندی کی ترتیب میں  
 مصروف تھے ۔

کو خوش اور مجھ کو ممنون کیجیے گا۔

[۱۵ فروری ۱۸۶۳ء]

### [۳۲۷] ایضاً (۲)

پیرؑ و مرشد! حضورؑ کا توفیق خاص اور آپؑ کا نوازش نامہ، یہ دونوں حرز بازو ایک دن اور ایک وقت پہنچے۔ توفیق کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا۔ ناسازی مزاج مبارک موجب تشویش و ملال ہوئی، اگرچہ حضرتؑ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے، لیکن تسکین خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپؑ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمائے کہ اپنے مزاج کا حال پھر لکھیں۔ سیتیس روپےؑ کی ہنڈوی پہنچی۔ اس کا بھی حال سابق کی ہی ہنڈوی کا سا ہے یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی، جو ہم رویہ دیں۔ اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہہ کر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔

صہبائیؑ کے تذکرہ کی ایک جلد میری ملک میں سے میرے

۱۔ غالب نے آغاز خط میں ”دوشنبہ ۶ رمضان اور ۱۵ فروری“

لکھا ہے۔ یہ دن اور تاریخ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء کے مطابق ہے۔

۲۔ مجتہبی صفحہ ۲۳۸، مجیدی صفحہ ۲۷۷، مبارک علی صفحہ ۲۲۱،

رام نرائن صفحہ ۲۹۰، سہیش صفحہ ۱۳۲، سپر صفحہ ۳۵۳،

عود ہندی صفحہ ۱۳۰۔

۳۔ عود ہندی ”مگر ضعف۔ لیکن“۔

۴۔ سیتیس روپے رٹن ہندوؤں میں لکھے ہیں۔

۵۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۹۷۔

۶۔ صہبائی کے تذکرے سے مراد ہے ”گلستان سخن“۔ اکثر محققین حال

اور معاصرین صہبائی و صابر کے خیال میں گلستان سخن صہبائی کی

تالیف ہے۔ یہ تذکرہ ۱۲۷۱ھ/۱۲۷۲ھ یعنی ۱۸۵۵ء میں چھپا۔

(انہی حاشیہ صفحہ ۵۷۲ پر)

پاس تھی ، وہ میں اپنی طرف سے یہ سبیل ارمغان آپ کو بھیجتا ہوں  
نذر قبول ہو ۔ اب میں حضرت سے باتیں کر چکا ۔ خط کو سرنامہ  
کر کے کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے ۔ بارہ پر دو بجے  
کتاب کا پارسل بہ طریق پیرنگ روانہ کروں گا ۔

پیش گاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے ۔ عرض داشت بعد اس کے  
پہنچے گی ۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور  
جناب منشی قادر حسین خاں صاحب کو سلام ۔

[۱۸۵۶ء]

[۳۲۸] ایضاً (۳)

پیر و مرشد !

اگر میں نے ”امید کاہ“ ہکاف عربی از راہ شکوہ لکھا ، تو کیا  
گناہ ؟ نہ خط کا جواب ، نہ قصیدے کی رسید : [یت]

دریں خستگی بوزش از من مجوے  
بود بندہ خستہ گستاخ گوے

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ”ان موانع کے سبب سے میں قصیدہ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۱)

دیکھئے طبع جدید ، مجلس ترقی ادب لاہور کے مقدمات۔ ذکا کے  
خط میں اس قدرے کو قادر بخش صابر سے منسوب کیا گیا ہے  
اور یہی نام سرورفی پر موجود ہے ۔

۱۔ دیکھئے حاشیہ عود ہندی صفحہ ۱۳۱ ۔

۲۔ مجتہاتی صفحہ ۲۴۹ ، مجیدی صفحہ ۲۷۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۱ ،

وام لرائی صفحہ ۲۹۰ ، سپیش صفحہ ۱۳۳ ، سہر صفحہ ۳۵۳ ،

عود ہندی صفحہ ۱۳۸ ۔

۳۔ اضافہ از عود ہندی طبع اول ۔

تھیں نہیں لکھ سکا“ بندہ بے ادب نہیں ، تھیں طلب نہیں ، ایسے  
جمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخن دان  
نہیں ۔ میں جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں ، گویا آپ اپنے ہر  
احسان کرتا ہوں :

وایے ہر جان سخن ، گر بہ سخندان نہ رسد

افسوس کہ میرا حال ، اور یہ لیل و نہار ، آپ کی نظر میں نہیں ،  
ورنہ آپ جانتیں کہ اس مجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور  
اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں ۔

نواب صاحب ! اب نہ دل میں وہ طاقت ، نہ قلم میں زور ۔  
سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے ، بے قائل اور بے فکر جو خیال  
میں آجائے وہ لکھ لوں ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔  
بقول میرزا عبدالقادر بیدل : [شعر]

جہد ہا در خور توانائی ست

ضعف ، پکسر فراغ سے خواہد

مہر کا حال معلوم ہوا ۔ پہلے آپ لکھ بیجیے کہ کیا کھودا جائے گا ؟  
مہدی حسن خان ، مہدی حسین خان بہادر۔ لکھ رہا ہوں ، صرف  
یاد پر لکھ رہا ہوں ، ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا ہے ، یاد پڑتا ہے  
کہ لکھتے وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے ۔ ۔ و اب میں

۱۔ احترام الدولہ حکیم احسن اللہ مراد ہیں ۔

۲۔ اضافہ از عود ہندی طبع اول ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۹۸ ۲ ۔

۴۔ عود ہندی میں ”مہدی حسین خان ، مہدی حسین خان بہادر“

درج ہے ، لیکن اردوئے معلیٰ طبع اول و دوم اور ہمیش میں

”مہدی حسن خان ۔ مہدی حسین خان بہادر“ درج ہے ۔ شاید

دونوں نام پدر و فرزند کے ہوں ۔

مکرر خواہاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جائے کہ نگینہ بھیجے گا یا یہاں سے خریدنا جائے گا ؟ اور نقش لگیں کیا ہو گا تاکہ شہار حروف کا مجھ کو معلوم رہے ۔ اب جب آپ مجھ کو لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا ۔

حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا ۔ یعنی ان کی طرف سے آپ نے مجھ کو سلام لکھا ہے ، سو میں بھی ان کی خدمت میں ہندگی اور جناب منشی نادر حسین خان صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں ۔

زیادہ حد ادب

[۱۸۵۶ع']

[۳۲۹] ایضاً (م)

قبلہ حاجات !

قصیدہ دوبارہ پہنچا ، چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ، ناچار اس کو ایک اور دو ورقہ پر لکھوایا اور حضور میں گذرانا اور

۱۔ کسی صاحب نے سہر کھدوا کر بھیجنے کی فرمائش کی ہے ۔ اس سے پہلے کا خط بتاتا ہے کہ وہ اصل میں زہر نظر خط کے بعد کا ہے کہ سینتیس روپے غالب نے وصول پائے ہیں ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۳۰ ۔ مرقومہ ۲۹ جون ۱۸۵۶ع ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۵ ، مجیدی صفحہ ۲۷۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۲ ، رام ترائی صفحہ ۲۹۲ ، سہرش صفحہ ۱۳۵ ، سہر صفحہ ۳۳۹ ، عود ہندی صفحہ ۱۲۵ ۔

۱۔ شاید اقور الدولہ نے بہادر شاہ ظفر کی مدح میں قصیدہ بھیجا ہے اور بادشاہ سے شہ خوش نویدی لکھوا لیا ۔ فارسی خطوط میں بھی اسی قسم کا ایک خط موجود ہے ۔ کلیات نثر ، لکھنؤ ، صفحہ ۲۲۳ ۔

تمنائے دہرینہ حاصل کی۔ یعنی دستخط خاص۔ مشتمل اظہار خوش لودی طبع اقدس۔ ہو گئے۔ احترام الدولہ جہادر میرے ہم زبان اور آپ کے ثنا خوان رہے، گویا اس امر خاص میں وہ شریک غالب ہیں، ہم یہ طریق کسرۃ اضافی و ہم یہ طریق کسرۃ توصیفی۔ پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے کہ قدر دان کمال، بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے۔

”غیاث اللغات“ ایک نام، مؤقر و معزز، جسے الفرہد، خواہ مخواہ“ مرد آدمی۔ آپ جانتے [بھی] ہیں کہ یہ کون ہے؟ ایک معلم فرومایہ رام پور کا رہنے والا، فارسی سے نا آشنائے محض اور صرف و نحو“ میں نا تمام، ”الشاء خلیفہ“ و ”منشآت“ مادھو رام“ کا پڑھانے والا۔ چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اُس نے ”خلیفہ شاہ مجدد“ و ”مادھو رام“ و ”غنیمت“ و ”قتیل“ کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ راہ سخن کے غول ہیں، آدمی کے گم راہ کرنے والے، یہ فارسی کو کیا جانتی؟ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے، شعر کہتے تھے [شعر]

۱۔ شریک غالب، یہ کسرۃ اضافی۔ آپ کی تعریف میں حکیم صاحب میرے شریک رہے۔ یہ کسرۃ توصیفی۔ یعنی مجھ سے زیادہ حکم صاحب مداح رہے۔ عود ہندی میں ہے ”ہم یہ طریق کسرۃ اضافی و ہم یہ سبیل کسرۃ توصیفی۔“

۲۔ عود ہندی ”خواہ مخواہ“۔

۳۔ عود ہندی سے اضافہ کیا ہے۔

۴۔ غیاث الدین عزت۔ رام پور کے معزز عالم، طبیب و زاہد آدمی تھے۔ جالپس پچاس کتابوں کے مؤلف ہیں، ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۶۸ھ کو رحلت کی۔ ان کی ”غیاث اللغات“ ہند و پاک میں فارسی نصاب کی مشہور کتاب ہے۔

۵۔ اردو سے معلوم، ’’پنج اول آغاز صفحہ ۲۹۹۔‘‘ ”منشیات مادھو رام“۔

یہ سب اس عہد کی متداول درسی کتابیں تھیں :

ہرزہ مشتاب و بیٹے جادہ شناسان' بردار  
اے کہ در راہِ سخن چون تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپ کے دیکھنے کا میں کس قدر آرزو مند ہوں ۔  
میرا ایک بھائی ، ساموں کا بیٹا کہ وہ نواب ذوالفقار بہادر کی  
حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسند نشین حال کا چچا تھا ، اور  
وہ میرا ہم شیر بھی تھا ، یعنی میں نے اپنی بھائی اور اس نے اپنی  
بھوپھی کا دودھ پیا تھا ۔ وہ باعث ہوا تھا میرے باندہ بوندیل کھنڈ  
آنے کا ۔ میں نے سب سامان سفر کر لیا ، ڈاک میں روپیہ ڈاک کا  
دے دیا ۔ قصد یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں گا ، وہاں سے  
نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں باندے جا کر ، ہفتہ بھر رہ کر ،  
کالچی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بہ سیل ڈاک دلی چلا آؤں گا ۔  
ناگہ حضور والا بیمار ہو گئے اور مرض نے طول کھینچا ۔ وہ  
ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا اورنگ خان<sup>۲</sup> ، میرا  
بھائی مر گیا :

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۱۔ اردوئے معلیٰ "شناسان" ۔

۲۔ یہ وہی علی بہادر خاں ہیں جن کی مدح میں غالب کا مشہور شعر  
ہے :

غالب ، خدا کرے کہ سوار مسند ناز

دیکھوں علی بہادر عالی گہر کو میں

علی بہادر خاں ، نواب ذوالفقار الدولہ متوفی ۱۸۳۹ ع کے بعد  
نواب باندہ قرار پائے اور ۱۸۷۳ ع میں فوت ہوئے ۔ (حواسی و  
تعلیقات دیوان غالب اردو ، عرشی صاحب صفحہ ۷۷۴) ۔

۳۔ عود ہندی اور سپیش میں "اورنگ خاں" اور اردوئے معلیٰ  
میں "ازہک جاں" ہے ۔





ڈاک کا ہرکارہ جو ”بلی ماروں“ کے خطوط پہنچاتا ہے ، ان دنوں میں ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس ، کوئی ’فلاں ناتھ‘ ’ڈھمک داس‘ ہے ۔ میں بالاخانہ پر رہتا ہوں ۔ حوبلی میں آ کر اُس نے داروغہ کو خط دیا ، اور اُس نے خط دے کر مجھ سے کہا ، ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو اب کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا ، اب کالپی سے خطاب کہتانی کا ملا ۔ حیران کہ یہ کیا کہتا ہے ، سرنامہ کو غور سے دیکھا ، کہیں قبل از اسم و خدمت نیاز کیشان لکھا تھا اُس قلم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کر کے ’کیشان‘ کو ’کپتان‘ پڑھا ۔

بھائی ضیاء الدین خاں صاحب شملہ گئے ہوئے ہیں ، شاید آخر ماہ حال یعنی جولائی ، یا اول ماہ آئندہ یعنی اگست میں یہاں آجائیں ۔ آپ کو نوید تحفیف تصدیع دیتا ہوں ۔ آپ نواب صاحب سے کتاب کیوں مانگیں اور زحمت کیوں آٹھائیں ۔ جس قدر کہ علم اُن کو اس خاندانِ محبت نشان کے حال پر حاصل ہو گیا ہے ، کافی ہے ۔ مولانا قلی کے نام کی عرضی اُن کو پہنچا دیجیے گا اور جناب نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام فرما دیجیے گا ۔

[جولائی - ۱۸۶۰ء]

[۳۳۱] ایضاً (۹)

یرو مرشد! شب رفتہ کو مینہ خوب برسا ، ہوا میں فرط پرودت سے گزند پیدا ہو گیا ۔ اب صبح کا وقت ہے ، ہوا ٹھنڈی ہے گزند چل رہی ہے ، ابر تنک محیط ہے ، آفتاب نکلا ہے پر نظر

۱۔ مجتہاتی صفحہ ۲۵۱ ، مجیدی صفحہ ۲۸۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۳

وام لرائٹن صفحہ ۲۹۳ ، مہیش صفحہ ۱۳۳ ، مہر صفحہ ۳۶۱

عود بندی صفحہ ۱۰۰ ۔

نہیں آتا ہے ۔ میں عالم تصور میں آپ کو مسند عز و جاہ پر جانشین اور منشی ' نادر حسین خاں صاحب کو آپ کا جلس مشاہدہ کر کے آپ کی جناب میں کورنش بجا لانا ہوں ، اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں ۔

کافر نعمت ہو جاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں ۔ حضرت نے اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اٹھائی ہے ! بھائی صاحب بہت خوش نود ہوئے ۔ منت ہڈیری میں میرے شریک غالب ہیں ۔ فی الحال ، بتوسط میرے سلام نیاز عرض کرتے ہیں ، اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں ۔

حضرت! آپ 'غالب' کی شراعتیں دیکھتے ہیں ، سب کچھ کہے جانا ہے اور اس اصل کا جس پر یہ مراتب متفرع ہوں ، ذکر نہیں کرتا ۔ فقیر کو [تو] یہ طرز پسند نہ آئی ۔ مطلب اصلی کو متدرجہ جھوڑ جانا کیا شیوہ ہے ؟ یوں لکھنا تھا کہ آپ کا عنایت نامہ اور اس کے ساتھ کسب نامہ ' خاندان مجدد و علا کا پارسل پہنچا ، میں ممنون ہوا ، نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون و شاکر ہوئے ۔ جناب عالی میں تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا ۔ آپ نے اس کو مصاحب بنا رکھا ہے ، اس سے اس کا دماغ چل گیا ہے ۔

قبلہ و کعبہ [کیا] جناب مولانا قلق میں حضرت شفیق نے جو غالب کی شفاعت کی تھی ، وہ مقبول نہ ہوئی ؟ اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں ۔ آپ کی ہمت اس باب میں کبھی نہ مانوں گا ، جب تک سید صاحب کا خوش نودی نامہ

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۳ ۔

۲۔ غود ہندی سے اضافہ ہے ۔

۳۔ غود ہندی سے اضافہ ہے ، اردو سے معلیٰ میں موجود نہیں ۔

نہ بھجوائے گا۔ اس سارٹیفکیٹ کے حصول میں رشوت دینے کو بھی  
موجود ہوں۔ والسلام

[۱۸۶۰ع]

[۳۳۲] ایضاً (۷)

پیر و مرشد !

میں آپ کا بندہ فرمان بردار اور آپ کا حکم بہ طیب خاطر بجا  
لاتا ہوں، مگر معجزہ تو لوں کہ کیا لکھوں؟ وہ مکتوب کہاں  
بھیجوں؟ آپ کے پاس بھیج دوں یا انہیں منشی صاحب کے پاس  
بھیج دوں؟ اور وسیم الدین و ظہیر الدین کو منشی، میر، شیخ،  
خواجہ، کیا کر کے لکھوں؟ دو حاکم کی رائے کے شمول کا قیدی  
اور اس زمانے میں [دربائے شہر کو بھیجا جاتا ہے جس زمانے میں]  
مینکڑوں جزیرہ لشی رہائی پا کر اپنے اپنے گھر آ گئے۔ یا ابی ہمد۔  
منشی کو کیا اختیار ہے کہ وہ چھوڑ دے [ابا امیر الدین کے جس

۱۔ دیکھئے وہ خط جس کا عنوان ہے ”پیر و مرشد، معاف کجیے گا۔

میں نے جتنا کا کچھ نہ لکھا حال“۔ دونوں میں مضامین کی  
شرکت سے گمان ہوتا ہے کہ یہ خط اس کے بعد اسی سنہ میں  
لکھا ہے۔ نیز دیکھئے حواشی عود ہندی صفحہ ۱۷۰۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۵۳، مجیدی صفحہ ۲۸۱، مبارک علی صفحہ ۲۲۴،

رام نرائن صفحہ ۲۹۵، مجیش صفحہ ۱۴۶، سہر صفحہ ۳۶۳،  
عود ہندی صفحہ ۱۶۶۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۰۲۔

۴۔ یہ عبارت عود ہندی و مجیش سے ماخوذ ہے۔

۵۔ شاید مجیش پرشاد صاحب کو اصل خط سے یہ عبارت ملی ہے،

اردوئے معلیٰ میں سیاسی مصالح کی بنا پر حذف کر دیا گیا۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۸۱ پر)

محکمے کا وہ منشی ہے ، اس محکمہ میں یہ مقدمہ بہ طریق مراجعہ پیش کیا ہے ؟ جو منشی کو کارپرداز و کارسازی کی گنجائش ہو ؟] یہ آپ کی تحریر سے [معلوم نہیں ہوا کہ اپیل ہو گیا ہے اور مقدمہ دائر ہے ، بلکہ یہ بھی طرز تحریر سے] نہیں معلوم ہوتا کہ اب سعی منحصر اس میں ہے کہ فیدی دریائے شور کو نہ جاوے اور یہیں محبوس رہے ، یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور جہاں کی قید سے بھی رہائی پائے ؟ خواہش کیا ہے ؟ اور کار پرداز سے کس طرح کی اعانت چاہوں ؟ پہلے تو یہ سوچنا ہوں کہ کیا لکھوں ؟ پھر جو کچھ لکھوں اس کو کہاں بھیجوں ؟ طریق [تو] یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لے کر منشی صاحب کے پاس جائیں ، اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہوں ۔ میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے ؟ منشی صاحب کو خط بھیج دوں ، اُن کے نزدیک احقر بنوں ، کہ کس امر سوہوم بھول میں مجھ کو لکھا ہے ۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ کر تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے ۔ پھر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفظ آپ کے نام کا روانہ کرتا ہوں ۔ اُس میں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے ۔

(ایضاً حاشیہ صفحہ ۵۸۰)

عود ہندی میں ہے ”وہ چھوڑ دے ، یہ آپ کی تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ اب سعی“۔ گویا اصل خط کی عبارت کو مختصر کیا گیا ۔ اردوئے معلول کی ترتیب کے وقت اور بھی کمی آردی گئی ۔

۱۔ ”نو“ اردوئے معلول میں نہیں ہے ۔ عود ہندی سے اضافہ کیا گیا ہے ۔

۲۔ عود ہندی میں ”منشی صاحب کو خط بھیج دوں“ ندارد ۔

۳۔ اردوئے معلول ”کیا جانتا ہے“ عود ہندی ”کیا چاہتا ہے“۔

کہلا ہوا اس کو بڑھ کر میاں امیر الدین کے پاس بھیج دیجیے گا ، مگر گوند لگا کر ۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کے خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجے اور لکھ بھیجیے کہ اس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں ؟

[صبح یکشنبہ ۲ جون ۱۸۶۱ء]

### [۳۳۴] ایضاً (۸)

خداوند نعمت ! شرف افزا نامہ پہنچا ، شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب آن کی خدمت میں بھیج دیا گیا ۔ جناب شاہ صاحب سالک مجذوب ، یا مجذوب سالک ہیں ۔ اگر جواب بھیجوا دیں گے تو جناب میں ارسال کیا جائے گا ۔

قصیدہ کو بار بار دیکھا اور غور کی ، جس طور پر ہے اس میں گنجائش اصلاح کی نہ ہائی ۔ یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف بالمعنی لانا صرف اپنی دست گاہ کا اظہار ہے ورنہ کوئی لفظ بے محل اور بے موقع نہیں ، کوئی ترکیب فارسی نکساں باہر نہیں ۔ مگر ہاں طرز گفتار کا بدلنا ، اس کے واسطے چاہیے ۔ دوسرا قصیدہ اس زمین میں ایک اور لکھنا ، اور وہ تکلف بارد ہے ، بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی نہ ہو ۔ اس شرم کم خدمتی سے دل ریش اور فرط خجالت سے سرد رہش ہو کر قصیدہ کو اس لفاظہ میں بھیجتا ہوں ۔ خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں ۔

- 
- ۱۔ سببش پرشاد صاحب نے غالباً اصل خط سے تاریخ نقل کی ہے ۔
  - ۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۵۳ ، مجیدی صفحہ ۲۸۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۵ ، رام نرائی صفحہ ۲۹۹ ، سببش صفحہ ۳۵ ، سہر صفحہ ۳۹۲ ، غود ہندی صفحہ ۱۹۳ ۔
  - ۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۳ ۔
  - ۴۔ سببش : ”جس طرز پر ہے“ ۔ اردو سے معلیٰ ، مبارک علی : ”جس طرح پر ہے“ متن مطابق اردو سے معلیٰ طبع اول ۔

[حضرت ! انہدام' مساکن و مساجد کا حال کیا گزارش کروں ؟  
باقی شہر کو وہ اہتمام مکانات کے بنانے میں نہ ہوگا جو اب والیان ملک  
کو ڈھانے میں ہے ۔ اللہ اللہ ! قلعے میں اکثر اور شہر میں بعض ، وہ  
شاہ جہانی عمارتیں ڈھائی گئی ہیں کہ کدال ٹوٹ ٹوٹ گئے ہیں ، بلکہ  
قلعے میں تو ان آلات سے کام نہ نکلا ، سرنگیں کھودی گئیں اور بارود  
بھجائی گئی اور مکانات سنگیں اڑا دیے گئے] ۔

غلہ کی گروانی آفت آسانی ، امراضِ دسوی ہلانے جانی ، انواع و  
اقسام کے اورام و ثبور شایع ۔ چارہ ناسود مند و سعی ضایع ۔

میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پھر دن چڑھے ، وہ  
فوج باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی ، یا خود فہر الہی کا ہے یہ بے  
نزول ہوا تھا ۔ یہ قدر خصوصیت سابق دلی ممتاز ہے ، ورنہ سر تا سر  
فلم رو ہند میں فتنہ و ہلا کا دروازہ باز ہے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔  
جناب میر امجد علی صاحب کو ہندگی ۔ جناب منشی نادر حسین  
خان صاحب کو سلام ۔

[نجات کا طالب ، غالب]

[مرقومہ "سحر گاہ آدینہ ۲۴ ماہ اگست ۱۸۶۰ء]

[۳۳] ایضاً (۹)

پیر و مرشد ! ۱۲ بجے تھے ، میں ننگا اپنے ہلنگ پر لیٹا ہوا

۱۔ یہ عیادت بھی غود ہندی و اردو سے معلیٰ سے حذف ہے ۔  
مہیش ہرناہ سے غالباً اصل خط سے حاصل کی ہے ۔

۲۔ ۲۴ اگست ۱۸۶۰ء مطابق ۶ صفر ۱۲۷۷ء ۔

۳۔ مجتہائی صفحہ ۲۵۴ ، مجیدی صفحہ ۲۸۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۶ ،

وام: نرائن صفحہ ۲۹۶ ، مہیش صفحہ ۱۴۱ ، مہر صفحہ ۳۵۸ ،

غود ہندی صفحہ ۱۶۱ ۔

حہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا ، میں نے کھولا ، پڑھا ،  
 پہلے کو انگڑکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا ، اگر ہوتا تو میں گریبان  
 بھاڑ ڈالتا ، حضرت کا کیا جاتا ؟ میرا نقصان ہوتا ۔

سرے سے منجے : آپ کا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا ۔ اس کی  
 رسید آئی ، کئی کئی ہوئے شعر آٹنے آئے ، ان کی قباحت ہوچکی تھی ،  
 الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھ دیے گئے ۔ لو صاحب ، یہ اشعار  
 بھی قصیدہ میں لکھ لو ۔ اس نکارش کا جواب آج تک نہیں آیا ۔  
 شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ ان کو دیا ۔ جواب میں جو کچھ  
 انھوں نے زبانی فرمایا ، آپ کو لکھا گیا ، حضرت کی طرف سے اس  
 تحریر کا بھی جواب نہ ملا ۔ [شعر ۴]

ہر ہوں میں شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا  
 اک ذرا چھوڑے پھر دیکھے کہا ہوتا ہے

سوچتا ہوں کہ دونوں خط پرنگ کئے تھے ۔ تلف ہونا کسی طرح  
 منصور نہیں ۔ خیر ، اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے ۔ ہاں  
 کڑھی میں ابال کیوں آئے ؟ بندگی ، بے چارگی ۔

پانچ لشکر کا حملہ ہے یہ ہے اس شہر پر ہوا : چہلا باغیوں کا

۱۔ عود ہندی طبع اول میں ”پہنچا“ ۔

۲۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۴ ۔

۳۔ عود ہندی ندارد ۔

۴۔ اضافہ از عود ہندی ۔

۵۔ عود ہندی طبع مبارک علی اور سہر صاحب : ”ہو راگ سے جیسے  
 باجا“ ۔

۶۔ ہمیشہ برشاد : ”کے درے“ ۔

لشکر ، اس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا ۔ دوسرا لشکر خاکپوں کا ، اس میں جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی سراسر لٹ گئے ۔ تیسرا لشکر کال کا ، اس میں ہزار ہا آدمی بھوکے مرے ۔ چوتھا لشکر بیضے کا ، اس میں بہت سے بڑے پورے مرے ۔ پانچواں لشکر تپ کا ، اس میں تاب و طاقت عموماً لٹ گئی ۔ مرے آدمی کم لیکن جس کو تپ آئی اس نے پورے اعضاء میں طاقت نہ پائی ۔ اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا ۔ میرے گھر میں دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں ، ایک بڑا لڑکا اور ایک میرا داروغہ ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے ۔

برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے ، لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالی اور بنارس میں ۔ زمیندار خوش ، کھیتیاں تیار ہیں ۔ خریف کا بیڑا بار ہے ۔ ربیع کے واسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے ۔ کتاب کا ہارسل ہرسوں ارسال کیا جائے گا ۔

ابا ہا ہا ! جناب حافظ عہد بخش صاحب ، میری ہندگی !

مغل علی خان غدر سے کچھ دن پہلے مستعفی ہو کر مر گئے ۔ ہے ہے ، کیوں کر لکھوں ، حکیم رضی الدین خان کو قتل عام میں ایک خانی نے گولی مار دی ۔ اور احمد حسین خان گن کے چھوٹے بھائی "آسی دن مارے گئے ۔ طالع یار خان کے دونوں بیٹے ٹونک سے

۱۔ خانی وردی کے انگریزی فوجی ۔

۲۔ عارف کے بیٹے باقر علی خان کے بارے میں میر مہدی مجروح کو لکھا ہے : "باقر علی خان کو سپہنہ بھر سے تپ آئی ہے" اور کلو کے بیمار ہونے کا تذکرہ ہے ۔

۳۔ اردو سے معلول طبع اول آغاز صفحہ ۳۰۵ ۔

۴۔ عود ہندی : "بھائی تھے" ۔



رخصت لے کر آئے تھے ، غدر کے سبب جا نہ سکے ، یہیں رہے ، بعد فتح دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی ۔ طالع' یار خان ٹونک میں ہیں ، زندہ ہیں ، بریقین ہے کہ مردہ سے بدتر ہوں گے ۔ میر جھوٹم نے بھی پھانسی پائی ۔ حال صاحب زادہ' میان نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگے تھے ، وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے ۔ بڑودہ میں رہے ، اورنگ آباد میں رہے ، حیدر آباد میں رہے ۔ سال گزشتہ ، یعنی جاڑوں میں یہاں آئے ، سرکار سے ان کی صفائی ہو گئی ، لیکن صرف جان بخشی ۔

روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ ، اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علی خاں مرحوم رہتے تھے وہ ، اور خواجہ صاحب کی حویلی ، یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی ، اور کالے صاحب کے بعد میان نظام الدین کی قرار پا کر ضبط ہوئی ، اور نیلام ہو کر روبیہ سرکار میں داخل ہو گیا ۔ ہاں ، قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میان نظام الدین کی والدہ کے نام ہیں ۔ وہ ان کو یعنی میان نظام الدین کی والدہ کو مل گئی ہے ، فی الحال نظام الدین پاک پٹن گئے ہیں ، شاید بہاول پور بھی جائیں گے ۔

[۱۸۶۰ع]

۱۔ طالع یار خان ابن نواب محمد یوسف خاں ۔ نواب ٹونک کے استاد و مصاحب تھے اور وزیر پورہ جاگیر میں پایا تھا ۔ ۱۸۶۵ع میں فوت ہوئے (دیکھئے حاشیہ عود ہندی ، صفحہ ۱۶۳ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور) ۔

۲۔ میر مہدی کے خط میں میر نصیر الدین کے لیے لکھا ہے کہ ”ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے“ ۔

۳۔ میر مہدی مجروح کے خط مرقومہ یکشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۶۵ (باقی حاشیہ صفحہ ۵۸۷ پر)

## [۳۳۵] ایضاً (۱۰)

پیر و مرشد! آداب

غلط نامہ 'قاطع برہان' کو بھیجے ہوئے تین دن اور آپ کی خیر و عافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔ 'قاطع برہان' کے پہنچنے سے اطلاع پائی۔

معتقدانِ برہان قاطع برجھیاں اور تلواریں ہکڑ کے ہکڑ الٹ کھڑے ہوئے ہیں، ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں۔

ایک نو یہ کہ 'قاطع برہان' غلط ہے، یعنی 'ترکیب خلاف قاعدہ' ہے۔ کلام "قطع کیا جاتا ہے، برہان قطع نہیں ہو سکتی ہے"۔

(یہ حاشیہ صفحہ ۵۸۶)

۱۸۶۱ع ہی میں ہوتی ہے، گدولکہ مضمون دونوں خطوں کے ایک ہیں اور اس خط کے اجال کی تفصیل بھی اس میں موجود ہے۔ دیکھیے طبع ہذا خط نمبر مسلسل صفحہ ۲۰۱۔ لیکن اس سے پہلے جو خط گزرا ہے اس کے اور اس کے مضمونوں میں باہمی ربط اے ۱۸۶۰ع کا قرار دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مجروح کے خط کی تاریخ غلط ہو۔ ایک سال کے فاصلے میں دو خطوں کی اتنی مشابہت عجیب ہے۔

- ۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۵۵، مجبیدی صفحہ ۲۸۸، مبارک علی صفحہ ۲۲۷،
- رام نرائن صفحہ ۲۹۷، مہیش صفحہ ۱۴۹، مہر صفحہ ۳۶۵،
- عود ہندی صفحہ ۱۵۵۔

۲۔ مہیش ارشاد: "یہ ترکیب"۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۰۶۔

۴۔ عود ہندی ندارد۔

لو صاحب ! 'برہان قاطع' صحیح اور 'قاطع برہان' غلط، مگر 'برہان' قاطع کی فاعل ہو سکتی ہے، اور قطع کا فعل آپ نہیں قبول کرتی ؟ 'قاطع برہان' میں جو برہان کا لفظ ہے یہ محض 'برہان قاطع' ہے، برہان قاطع کی رو کو قطع سمجھ کر 'قاطع برہان' نام رکھا تو کیا گناہ ہوا ؟

دوسرا ایراد یہ ہے [کہ مصرع] "با انگلیاں ستیزے جا"۔ انگش کا نون تلفظ میں نہیں آتا ۔

میں بوجھتا ہوں خدا کے واسطے 'انگش' اور انگریز کا نون باعلان کہاں ہے ؟ اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں۔ اگر انگش کے نون کو غنہ کر دیا تو کیا گناہ ہوا ۔

وہ ورق جو چھاپے کا آپ کے پاس بھیجا ہے، اس کو غلط نامہ شاملہ کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجئے گا ۔

حضرت ! کیوں اپنے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال بوجھا

[مصرع] :

اے ہم کہ جوابے نہ نویسند جواب ست

مسجد لو اور چپ رہو۔ میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ لکھے گا کہ میں نے مختار سے بوجھا، اس نے یوں کہا، پھر میں نے یوں کہا

— —

۱۔ قاطع برہان صنفہ ۱ شعر یوں ہے :

چون کرد سہام ہند در ہند

با انگلیاں ستیزے جا

عود ہندی میں انگلیاں کو 'ش' متقوطہ سے لکھا ہے ۔

۲۔ مہرشی : "چنچا ہے" ۔

اب یہ بات قرار پائی ہے۔ تو اس تقریر کو حضرت ہی باور کریں گے،  
تقریر کبھی نہ مانے گا۔

ایک حکایت سنو : امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں، ایک  
صاحب میرے نیم آشنا یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے ، کسی  
زمانے میں وارد اکبر آباد ہوئے تھے ، کبھی کہیں کے تحصیل دار  
بھی ہو گئے تھے۔ زبان آور اور چالاک۔ اکبر آباد میں نوکری کی  
جستجو کی ، کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے ہاں دو ایک بار آئے تھے ،  
پھر وہ خدا جانے کہاں گئے ، میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے  
ہوں گے ، امجد علی شاہ کے عہد میں اُن کا خط ناگاہ مجھ کو بہ سبیل  
ڈاک آیا۔ چونکہ اُن دنوں میں دماغ دوست اور حافظہ برقرار تھا  
میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں۔ خط میں مجھ کو پہلے یہ مصرع  
لکھا [مصرع]

از بخت شکر دارم و از روزگار ہم

آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ بھرا ، مجھے پور میں لوکر  
ہو گیا ، وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا ، اب  
لکھنؤ میں آیا ہوں ، وزیر سے ملا ہوں ، بہت عنایت کرتے ہیں ،  
بادشاہ کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے

۱۔ امجد علی شاہ ، اودھ کے بادشاہ جو ۵ ربیع الاول ۱۰۵۸ھ کو

تخت نشین ہوئے اور ۲۶ صفر ۱۰۶۳ھ کو انتقال فرمایا۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۷۔

۳۔ عود ہندی : ”یہ وہی بزرگ ہیں“۔

۴۔ عود ہندی : ”ہیں“ ندارد۔

۵۔ عود ہندی : ”بادشاہ نے خانی و بہادری“۔

خان اور بہادر کا خطاب دیا ہے ، مصاحبوں میں نام لکھا ہے ، مشاہیر ابھی قرار نہیں پایا ۔ وزیر کو میں نے آپ کا بہت مشتاق کیا ہے ، اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیجیے گا تو بے شک بادشاہ آپ کو بلائیں گے اور وزیر کا خط [شعرا] فرمان طلب آپ کو پہنچے گا ۔ میں نے اسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اسم یہ ہے :

احمد علی شہ آنکہ بہ ذوق دعائے او  
صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار

الخ — متردد تھا کہ کسی کی معرفت بھیجوں ، تو کات علی اللہ بھیج دیا ۔ رسید آ گئی ، پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا ، وزیر بڑھ کر بہت خوش ہوا ، یہ آئین شائستہ پیش کرنے کا وعدہ کیا ۔ میں متوقع ہوں کہ میان بدر الدین مہرکن سے میری

۱۔ یہ کلام صرف ہمیش برشاد نے لکھا ہے ۔

۲۔ دیکھیے کلیات غالب فارسی ، جلد دوم ، صفحہ ۱۲۲ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ترتیب فاضل ۔ قصیدہ کا مطلع ہے :

شادم کہ گردش بہ جزا کرد روزگار  
بے پادہ کام عیش روا کرد روزگار

۳۔ بدر الدین : دہلی کے مشہور مہرکن تھے ۔ عہد شاہی میں سرکاری مہرکن تھے ، انگریزی عمل داری میں ابھی ان کی مہرین لندن جاتی تھیں ۔ گورنری دربار سے خلعت مقرر تھا ۔ ۱۸۷۵ ع میں رحلت کی ۔ نواب ضیاء الدین کے دیوان میں ایک شعر تاریخ ہے :

نام بدرالدین علی خان با قلی ہرگہ برند  
سے بہ سال فوت آن مرحوم حق آگہ برند

سہر خطابی کھدوا کر بھیج دیجیے۔ چاندی کا ٹکڑہ مربع اور قلم جلی، قنبر نے سر انجام کر کے بھیج دیا۔ رسید آئی اور قصیدہ کے بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔ بس' پھر دو مہینے تک آدھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اٹھا پھر آیا، ڈاک کا یہ توثیق کہ "مکتوب" الیہ یہاں نہیں۔ ایک مدت کے بعد حال معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ، بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہادری کی سہر تم سے بہ فریب حاصل کر کے مرشد آباد کو چلا گیا، چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیے تھے۔

ایک قاعدہ کاہنہ دلی کا سمجھ لو، خالق کی قدرت مقضی اس کی ہے کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا، مرد یا عورت، خفتان و مراق اس کی خلقت و فطرت میں ہو۔

اٹھ دس برس کے بعد ساون کے اخیر میں مینہ خوب برس۔ لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی گری، دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے۔ مکان گرے، دس بیس آدمی دم کر مرے، دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے، مراقیوں نے شل بھانا شروع کیا، اپنے اپنے عزیزان بہ سفر رفتہ کو لکھا، جا بجا اخبار نویسوں نے ان سے سن کر درج اخبار کیا۔ لو، اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تر قوی ہے، وہی خفتانی صاحب [اب] روتے بھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں، اگر مینہ نہ برے گا تو پھر کل بڑے گا۔ مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے، یقینی لوگ کڑی تختہ، کیواڑ، چوکھٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالح، سب لے گئے۔ اب آن غریبا کو وہ مکان ملے تو

۱۔ عود ہندی و اردوئے معلول طبع اول "ہس" سہیش "ہس"۔

۲۔ اردوئے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۳۰۸۔

آن میں مرمت کا مقدور کہاں ، فرمائیے مکانات کیوں کر نہ کریں ۔  
[صبح' دوشنبہ ، ۱۳ صفر (۱۳۷۹ھ) و ۱۱ ماہ اگست ۱۸۶۲ع]

### (۳۳۹) ایضاً (۱۱)

پیر و مرشد!

ایک نوازش نامہ آیا اور 'دستنبو' کے پہنچنے کا مژدہ پایا۔ اُس کا جواب بھی کہ کارپردازانِ ڈاک کا احسان مانا اور اپنی محنت کو رانگان نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اور پہنچا ، گویا ساغرِ التفات کا دوسرا دور پہنچا۔

اب ضرور آ پڑا کہ کچھ حال اس ستارۂ دم دار کا لکھوں۔ چنانچہ جس وقت سے وہ خط پڑھا ہے، سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ یہ سبب فقدانِ اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے نا چار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آ جاتا ہے [مصرع]  
اڑیں ستارۂ دنبالہ دار می ترسم

۱۔ یہ عبارت ہمیش ہر شاد نے خط کے آغاز میں لکھی ہے۔ ۱۳ صفر اور ۱۱ اگست غالب نے لکھا ہے۔ تقویم میں دوشنبہ کے دن ۱۳ صفر ۱۱ اگست ہے، شاید رویت میں اختلاف ہو۔ نیز دیکھیے حاشیہ عود ہندی صفحہ ۱۶۱ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور۔

۲۔ مجتہائی ، صفحہ ۲۵۸ ، مجیدی صفحہ ۲۸۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۲۹ ، رام ٹرائن صفحہ ۳۰۱ ، ہمیش صفحہ ۱۳۹ ، سہر صفحہ ۳۵۹ ، عود ہندی صفحہ ۱۵۱۔

۳۔ عود ہندی و ہمیش : "احسان مانوں اور اپنی محنت کا رانگان نہ جانا یقین جانوں"؟ اردوے معلیٰ میں اس فقرے کو بدل دیا ہے۔  
۴۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۹۰۔

یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے :

زخاں گوشہٴ ابروئے یار می ترسم

کیا آپ مجھ کو بے ہنری اور بیچ میرزی میں صاحبِ کمال نہیں جانتے اور اس عبارتِ فارسی کو میرا مصداقِ حال نہیں مانتے : ”پیش ملا طیب و پیش طیب ملا ، پیش بیچ ہر دو ، پیش ہر دو بیچ“ آرائشِ مضامینِ شعر کے واسطے کچھ تصوف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ، ورنہ سوائے موزونیِ طبع کے یہاں اور کیا رکھا ہے ؟

یہ ہر حال علمِ نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں ، تب سطحِ فلک پر یہ شکایں دکھائی دیتی ہیں ۔ جس برج میں یہ نظر آئے ، اس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں ۔ پھر ذوِ ذنابہ کا بحر اور طریقہ دیکھتے ہیں ، ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں ، تب ایک حکم نکالتے ہیں ۔ شاہِ جہان آباد میں بعدِ غروبِ آفتاب افقِ غربی شہر پر نظر آتا تھا اور چون کہ اُن دنوں میں آفتاب اولِ میزان میں تھا ، تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ صورتِ عقرب میں ہے ۔ درجہ و دقیقہ کی حقیقت نا معلوم رہی ۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی ۔ اب دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا ۔ وہاں شاید اب نظر آیا ہے جو آپ نے اس کا حال پوچھا ہے ۔ بس میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ صورتیں قہرِ الہی کی ہیں اور دلیلیں ملک کی تباہی کی ۔ قرآنِ النحسین پھر کسوف پھر خسوف ، پھر یہ صورت پُر کدورت عیاذاً باللہ و پناہ بخدا !

یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن ، حسبِ الحکم حکامِ گوجہ و



بازار' میں روشنی ہوئی اور سب' کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلم روہند کا بادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا۔ نواب گورنر جنرل لارڈ کے تنگ بہادر کو ملکہ' معظمہ الہستان نے فرزند ارجمند کا خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ میں تو قصیدہ اس تہنیت میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں، چنانچہ بشمول "دستنبو" نظر انور سے گزرا ہوگا : [شعر]

تاہمال دوستی کے سر دھند  
حالیہا رستم و تخمے کاشنیم

[اللہ ! اللہ ! اللہ !]

جمعدہ"، پنجم نومبر سنہ ۱۸۵۸ع

چرا گویم کہ نامہ از کیست، خود می دانند کہ نامہ نگار کیست]

[۳۳۷] ایضاً (۱۲)

حضرت' پیر و مرشد !

اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے، تو میں کہتا کہ آؤ اور رسم تہنیت بجا لاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انور الدولہ کا خط لایا [ع]

ابن کہ مے اینم بہ بیدارست یا رب، یا بخواب  
منہ پیشا ہوں اور سر پٹکتا ہوں، کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں،

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۰۔

۲۔ سہر صاحب نے "شب کو" لکھا ہے۔

۳۔ اضافہ از مہیش ہرشد۔

۴۔ مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ۔

۵۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۹، مجیدی صفحہ ۲۸۷، مبارک علی صفحہ ۲۴۱،

وام نرائن صفحہ ۳۰۳، مہیش صفحہ ۱۳۷، سہر صفحہ ۳۵۵،

عود ہندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۱۴۹۔

نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الہی، حیات جاودانی نہیں مانگتا، پہلے  
 انور الدولہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں، پھر اُس کے بعد مروں۔  
 رویہ کا نقصان اگرچہ جانکلاہ اور جانگزا ہے۔ پر بہ موجب  
 ”تلف الہال خلف العبر“ عمر نفا ہے، جو رویہ باتھ سے گیا ہے اُس  
 کو عمر کی قیمت جائیے اور ثبات ذات و بقائے عرض و ناموس کو  
 غنیمت جائیے۔ اللہ تعالیٰ [حضرت] وزیر اعظم کو سلامت رکھے،  
 اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تاقیامت رکھے۔  
 میں نے گیارہویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء  
 تک رودادِ ثمر میں بہ عبارت فارسی نا آبیختہ بہ عربی لکھی ہے۔  
 اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب، آکرہ کو مطبع  
 ’مفید الخلاق‘ میں چھپنے کو گئی ہے۔ ’دستنبو‘ اُس کا نام رکھا  
 ہے اور اُس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے  
 کام رکھا ہے، بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے  
 گزرائوں گا اور اُس کو ہم سخنی اور ہم زبانی جانوں گا۔

جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں  
 آیا ہے، تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے۔ اب کی جو  
 خط لکھیے تو اُن کی خیر و عافیت ہر لمحہ لکھیے۔ اُن کو ہندگی اور  
 جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام پہنچے۔

[۸ ستمبر ۱۸۵۸ء]

۱۔ اضافہ از عود ہندی و سہش۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۱۱۔

۳۔ سہش پرشاد اور ان کی طرح سہر صاحب نے ”اکتوبر ۱۸۵۸ء“

لکھا ہے لیکن خط بنام مجروح نمبر ۲۰۲، اور مکتوب ۹ ستمبر  
 ۵۸ء کے مطالعے سے کہ بہ خط ستمبر کا ہو سکتا ہے۔ دیکھیے

حاشیہ عود ہندی صفحہ ۱۵۱۔

پیر و مرشد !

معاف کیجیے گا۔ میں نے جمنہ کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے اس دریا کی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استعجاب اور استعجاب پایا جائے، پرش کے بعد ابھی نئی کوئی بات نہیں سنی۔ سنئے تو سہی موسم کیا ہے۔ گرمی، جاڑا، برسات تین فصلیں اکٹھی ہو گئی ہیں، تگرگ باری علاوہ۔ ایک بحرِ رواں کی حقیقت متغیر ہو جائے، تو محلِ استعجاب کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو، اور یورپ میں ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنہ بالفرادہ رہی ہے اور وہاں کہیں ”کین“ کہیں اور ندی، کہیں گنگا باہم مل گئی ہیں، مجمع البحار ہے۔

حضرت نے خوب وکالت کی، مولانا قلی سے قنصیر میری معاف نہ کروائی، کہہ دو گئے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ میں بغیر سارٹیفکیٹ کے کب مائوں گا۔ یہ دن مجھ پر برے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے، جیسا زبان سے بتاتی ہیںے والے

- ۱۔ مجتہائی صفحہ ۳۹۰، بھیدی صفحہ ۲۸۸، بابرک علی صفحہ ۱۳۱،
- رام نرائن صفحہ ۳۰۴، مہیش صفحہ ۱۴۳، مہر صفحہ ۳۶۰،
- عود ہندی صفحہ ۱۳۸۔ عود ہندی طبع اول اور مہیش میں یہ
- نثر بطور شعر ہے :

پیر و مرشد معاف کیجیے گا

میں نے جمنہ کا کچھ نہ لکھا حال

۲۔ عود ہندی میں ”ہو گئی“ ندارد :

۳۔ کین ایک ندی کا نام ہے۔

جانوروں کا۔ خصوصاً اس گموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے : [شعر]

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں

سوز غم ہائے نہانی اور ہے

[مرگ کا طالب ، غالب]

[ہوم' الخمیس، ۲۹ ذی الحجہ (۱۲۷۶)]

[۳۳۹] ایضاً (۱۴)

قبلہ\* و کعبہ\* ! وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی ، پڑھ کر بے چین ہو گیا ہوں ۔ اور عرض کر چکا ہوں کہ مزاج کا حال مفصل لکھے ۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا ، تو اور زیادہ مشوش ہوں ۔ نسخہ\* رفع تشویش ، یعنی شفقت نامہ جلد بھیجے ۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ۔ حضرت میر احمد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں ۔ متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچے اور آپ ان کی خیر و عافیت لکھیں ۔

کبوتروں کا نسخہ\* جیسا کہ میرے پاس آیا ہے ، مجسّم ارسال کرتا ہوں ۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ میرن\* صاحب نے انظار کیا یہ

۱۔ یہ تاریخ ہمیشہ پرشاد نے اصل خط کے مطابق آغاز میں لکھی

ہے ۔ سنہ کا اضافہ خود منشی جی نے کیا ہے جو ۱۹ جولائی

۱۸۶۰ع کے مطابق ہے ۔ نام آخر خط میں ہے ۔

۲۔ محبتانی صفحہ ۲۶۱ ، مجیدی صفحہ ۲۸۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۲ ،

رام لرائی صفحہ ۳۰۳ ، مہوش صفحہ ۱۳۶ ، سہر صفحہ ۵۵ ،

عود ہندی صفحہ ۱۴۵ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۲ ۔

۴۔ سید میرن صاحب ، سید العلماء مولود ۱۴ ربیع الثانی ۱۲۱۱ھ

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۹۸ پر)

چھوٹے بھائی تھے مجتہد العصر لکھنؤ کے ۔ نام اُن کا سید حسین اور خطاب ”سید العلماء“ نقش لکین ۔ ”میر حسین ابن علی“ میں نے اُن کی رحلت کی ایک تاریخ پائی ، اس میں پانچ بڑھتے ہیں ۔ یعنی ۱۲۷۸ ہوتے تھے ، تخریج نئی روش کا میرے خیال میں آیا ، میں تو جانتا ہوں اچھا ہے ، دیکھوں آپ پسند فرماتے ، یا نہیں : قطعہ

حسین ابن علی آبروے علم و عمل  
کہ سید العلماء نقشِ خاکش بودے  
نمائد و مانده اگر بودے پنج سال دگر  
غمِ حسینِ علی سالِ ماتش بودے

زیادہ ، حدِ آداب

[عرضداشت جواب طلب ۔

دوشنبہ ، بہ حساب تقویم یازدہم و از روئے رویت دہم ربیع الاول

[سنہ ۱۲۷۳ھ]

(باقی حاشیہ صفحہ ۵۹۷ سے)

متوفی ۱۸ صفر ۱۲۶۳ھ غالب نے ان کی وفات پر ایک ترکیب بند نہیں لکھا ہے ۔ دیکھیے کایات غالب فارسی ، جلد اول طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۴۶۴ ۔

زین خرابی کہ در جہاں انناد  
بگزر از خاک کا سیاں انناد

۱۔ مجتہد العصر ، لقب جناب سید محمد بن سید دلدار علی مولود

۱۷ صفر ۱۱۹۷ھ متوفی ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ ۔

۲۔ بہ عبارت مہیشی برشاد سے ماخوذ ہے ۔ بہ تاریخ ۱۰ نومبر ۱۸۵۶ع کے مطابق ہے ۔

پس و مرشد !

یہ خط لکھنا نہیں ہے ، باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و آداب نہیں لکھتا ۔

خلاصہ عرض کا یہ ہے کہ آج شہر میں بدر الدین علی خاں کا نظیر نہیں ۔ پس مہر اور کون کھود سکے گا ؟ ناچار میں نے آپ کا نوازش نامہ ، جو میرے نام تھا ، وہ ان کے پاس بھیجا دیا ۔ انہوں نے رقمہ میرے نام [کا] آج بھیجا ۔ سو وہ رقمہ حضرت کی خدمت میں بھیجنا ہوں ۔ [میں نہیں سمجھا کہ قسم دوم پکھراج کی کیا ہے] آپ پڑھ لیں اور سمجھ لیں اور نگین بہ احتیاط ارسال فرماویں ۔ روپے کے بھیجنے کی ابھی ضرورت نہیں ہے ، جب میں عرض کروں ، تب بھیجیے گا ۔

تعجب ہے کہ جناب میر امجد علی صاحب قلنی کا اس خط میں سلام نہ تھا ۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے ان کو سنائے جاویں اور میری ہندگی کہی جائے ۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب

۱۔ مجتہاتی صفحہ ۲۶۲ ، مجیدی صفحہ ۲۸۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۲ ،

وام نوائے صفحہ ۳۰۵ ، مہوشی صفحہ ۱۳۳ ، مہر صفحہ ۵۳ ،  
عود ہندی صفحہ ۱۳۳ ۔

۲۔ عود ہندی ”بھیج دیا“ ۔

۳۔ اضافہ از عود ہندی طبع اول جس میں ”میں نہیں سمجھتا“ اور  
خطوط غالب ، مہیشی میں مطابق متن ہے ۔

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۳ ۔

کو میرا سلام پہ [صد] ہزار اشتیاق پہنچے ۔

[مراقبہؒ، یکشنبہ ، ۲۹ جون سنہ ۱۸۵۶ع

از غالب]

[۳۳۱] ایضاً (۱۶)

”اللہ الشکر، کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بہ خیر و غافیت ہے۔  
چلے نوازش نامہ کا جواب ہا آنکہ وہ مشتعل ایک سوال پر تھا، بنور  
لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک اور ”مکرمات نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے  
کہ ”مسئل میں ہوں، چنانچہ کل ”تیسرا“ مسئل ہو گا۔ اس سبب سے  
آس توقع کا پاسخ نکار نہ ہو سکا اور لکھنا بھی تو یہی لکھنا، جو  
آپ نے لکھا ہے۔“

”آری“ کی ”رے“ کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل  
یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جائے  
اور ”ارنی“ پر وزن ”جنی“ گنجائش پائے، تو نعم الاتفاق ہے،  
ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے۔ مرزا عبدالقادر بیدل [شعر]

۱۔ اضافہ از عود ہندی و مہیش۔ اردوئے معلیٰ ندارد۔

۲۔ مہیش پرشاد نے یہ تاریخ اصل خط سے حاصل کی ہے۔ یہ تاریخ

مطابق ہے، ۲۵ شوال ۱۲۷۲ھ کے۔

۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۴۳، مجیدی صفحہ ۲۸۹، مبارک علی صفحہ ۲۶۲،

رام نرائن صفحہ ۳۰۶، مہیش صفحہ ۱۳۲، سہر صفحہ ۲۵۳،

عود ہندی صفحہ ۱۴۴۔

۴۔ عود ہندی: ”کل اور ایک مکرمات نامہ آیا“۔ مہیش: ”کل ایک

مکرمات نامہ اور آیا“۔ متن مطابق اردوئے معلیٰ طبع اول۔

۵۔ اردوئے معلیٰ: ”میرا مسئل ہو گا“۔ تصحیح متن میں عود ہندی

طبع اول و مہیش سے استفادہ کیا ہے۔

۶۔ اضافہ از عود ہندی۔

جو رسی بطور ہمت اونی مگو و مگریز'  
کہ نعرزد این کما بچواب لن تسانی  
اسد اللہ یک غالب : [شعر]

رمت آنکہ ما ز حسن مدارا طلب کنیم  
سر رشتہ در کف اونی گوئے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے !  
فیلہ ! آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے ؟ کیا ہاکیزہ زبان ہے اور  
کیا طرز بیان ! کیا میں سخن نا شناس اور نا انصاف ہوں کہ ایسے  
کلام کے حک و اصلاح پر جرأت کروں ؟ [مصرع]

چہ حاجت ست یہ مشاطہ روئے زیبا را

ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سمجھ کر گئے ہیں [مصرع]

اے مطرب جادو فن ، ہازم رہ ہوشم زن

دو سم آہڑے ہیں ، ایک سم محض بیکار ہے ۔ ”دیگر“ کی جگہ آپ  
”ہازم“ لکھ گئے ہیں [مصرع]

اے مطرب جادو فن ، دیگر رہ ہوشم زن

اب دیکھیے ”اور“ صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں ۔ اتنی عنایت  
فرمائیے گا کہ ہر صاحب کے تخلص کے ساتھ ان کا اسم مبارک اور کچھ  
حال رقم کیجیے گا ۔ زیادہ حد ادب ۔

[نگاشتہ ، پنجشنبہ ، ششم صفر ۱۲۷۲ھ و ہژدہم اکتوبر سنہ ۱۸۵۵ع

از اسد اللہ]

۱۔ عود ہندی ”بگنود“ اور ”کمترزد“ اردوئے معلیٰ طبع اول

مطابق متن سہیش ”بگو و بگزر“ ۔

۲۔ اضافہ عود ہندی ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ آغاز صفحہ ۴۱۴ ۔

۴۔ اضافہ از سہیش پرشاد ۔ نیز دیکھئے خط نمبر ۴۴۲ ۔



## [۳۴۲] انشا (۱۷)

کیوں کر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں ، اتنے ہوش  
باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں ۔ واہ کیا ہوش مندی ہے کہ  
قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں ۔ نہ القاب ، نہ آداب ، نہ بندگی ،  
نہ تسلیم ۔ من غالب ! ہم تجھ سے کہتے ہیں ، بہت مصاحب نہ بن ،  
اے ایاز حد خود بہ شناس ! مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد  
[رات کو] نویت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد  
کر رہا ہے ، مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے ؟ پہلے القاب لکھ ، پھر  
بندگی عرض کر ، پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج [مبارک] کی خبر بوجھ ،  
پھر عنایت نامہ کے آنے کا شکر ادا کر اور یہ کہہ کہ جو میں تصور  
کر رہا تھا ، وہ ہوا ، یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا ،  
اسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا ، معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز  
باقی ہے ، انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائے گی۔ موسم اچھا آ گیا ہے [شعر]

گرمی از آب برون رفت و حرارت ز ہوا

حملِ مسہر جہاں تاب بہ میزان آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جائے تو کیا کہنا ہے ، وراہ  
بہ حسب رائے طبیب تنقیہ کر ڈالیے<sup>۱</sup>۔ مجھ کو بھی آج دسواں منطج  
ہے ۔ پانچ سات دن کے بعد مسہل ہو گا<sup>۲</sup> ۔

۱۔ محتبائی صفحہ ۲۶۳ ، مجیدی صفحہ ۱۰۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۴۳ ،

رام لرائی صفحہ ۳۰۷ ، مہیش صفحہ ۱۰۱ ، مسہر صفحہ ۳۵۱ ،

عود ہندی صفحہ ۱۳۸ ۔

۲۔ اخانہ از مہیش پرشاد و عود ہندی ۔

۳۔ عود ہندی ”کروائیے“ ۔

۴۔ اردو سے معلوم میں خط یزید ختم ہو گیا ہے لیکن عود ہندی میں

اس کا باقی حصہ بھی ہے ۔

[شب کو ناگاہ ایک نئی زمین خیال میں آئی۔ طبیعت نے راہ دی  
 غزل تمام کی۔ اسی وقت سے یہ خیال میں تھا کہ کب صبح ہو اور  
 کب یہ غزل نواب صاحب کو بھیجوں۔ خدا کرے آپ پسند کریں  
 اور میرے قلم، جناب میرا اجد علی صاحب کو سنا دیں اور میرے  
 شفیق منشی نادر حسین خان صاحب اور آن کے بھائی صاحب اس کو  
 پڑھیں۔ پروردگار اس مجمع کو سلامت رکھے۔

### غزل

اے ذوق نواسنجی، بسازم یہ خسروش اور  
 غوغائے شیخونے ہر بے تکہ ہوش اور  
 گر خود مجھ سے از سر از دیدہ فرو بارم  
 دل خون کن و آن خون را در سینہ ہرجوش اور  
 ہاں ہم دم فرزانه، دانی رہ ویرانه  
 شمع کہ نخواہد شد از باد خاموش، اور  
 شورابہ این وادی تلخ است، اگر رادی  
 از شہر بسوی من، سر چشمہ نوش اور  
 دامن کہ زرے داری، ہر جا گندوے داری  
 مے گر نہ دہد سلطان، از بادہ فروش اور  
 گر مخ بہ کدو ریزد، بر کف نہ و راہی شو  
 ورنہ بہ سیو بخشد، بردار و بدوش اور

۱۔ یہ پوری عبارت اردو سے معلول میں نہیں۔ عود ہندی اور ہمیش

سے ایسا ہے۔ تاریخ ہمیش میں ہے عود ہندی میں نہیں ہے

۲۔ عود ہندی: ”ایک زمین نئی خیال میں آئی“۔

۳۔ یہ غزل دیوان غالب طبع دہلی میں نہیں ہے۔ کلیات فارسی طبع

لکھنؤ میں ایسا ہی کی گئی ہے۔ اس خط سے معلوم ہوا کہ

۴ اکتوبر ۱۸۵۵ء کو لکھی گئی ہے۔ دیکھئے کلیات غالب فارسی،

جلد سوم طبع مجلس ترقی ادب لاہور، صفحہ ۲۲۔

ریحان دمد از سونا ، رامش چکد از قفل  
 آن در رہ چشم الکن ، وین از بے گوش آور  
 گاہے بہ سبک دستی ، زان بادہ ز خویشم بر  
 گاہے بہ سیمہ مستی ، از نغمہ بہ ہوش آور  
 غالب کہہ بقایش ہاد ہم ہائے تو گرناید  
 باری ، غزل ، فردے ، زان مولنہ ہوش آور  
 روان داشتہ پنجشنبہ ۲۱ محرم ۱۲۷۲ھ و  
 ۳ اکتوبر سنہ ۱۸۵۵ع

### [۳۳۲] ایضاً (۱۸)

پیر و مرشد !

آداب ، مزاج مقدس ؟

میرا جو حال آپ نے پوچھا، اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور  
 عرض کرتا ہوں کہ آپ کا ہندہ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے ۔ ایک  
 نصد ، ہالیس منضج ، چار مسہل ، کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ  
 کرے ۔ ہارے آفتاب عقب میں آ گیا ، پانی ہرفاب ہو گیا ہے ،  
 کابل و کشمیر کا سیوہ بکنے لگا ہے ۔ یہ ضعیف ، ضعیف قسمت تو نہیں  
 کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل نہ کر سکیں ۔

۱۔ خطوط غالب سہر : ”دوشنبہ ۲۱ محرم و ۲ اکتوبر ۱۸۵۵ع“  
 لیکن تقویم و مہیش کی رو سے غلط ہے ۔ ۲۱ محرم کو پنج شنبہ  
 ہے ، دوشنبہ نہیں ہے ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۶۴ ، مجیدی صفحہ ۲۹۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۴ ،  
 رام لرائی صفحہ ۳۰۷ ، مہیش صفحہ ۱۵۲ ، سہر صفحہ ۳۵۷ ،  
 عود ہندی صفحہ ۱۳۱ ۔

۳۔ ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۵ع کو لکھا ہے ”کل تیسرا مسہل ہوگا“ گویا  
 ۱۹ کو تیسرا مسہل ۲۲ کو چوتھا مسہل ہوا

غزلوں کو برسوں سے بڑھ رہا ہوں اور وجد گر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شبوہ نہیں ہے، جو آن غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے من لیجیے اور میرے داد دینے کی داد دیجیے۔ مولانا قلق نے مقدمین، یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سرحد کمال کو پہنچایا ہے۔ اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری، متاخرین یعنی صائب و کلام و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں۔ اگر تکلف و تملق سے کہتا ہوں، تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کے واسطے مجھ سے فرماتے ہیں، یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بے جا ہو، کوئی لفظ نا روا ہو، تو میں حکم بجا لاؤں۔ زیادہ حد ادب۔

[۲۲؟ اکتوبر ۱۸۵۵ع]

[۳۳۳] ایضاً (۱۹)

قبلہ و کعبہ! کیا لکھوں؟ امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا

- ۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۵۔ برسوں سے اندازاً - اکیس بائیس کے کعبہ بعد کی تاریخ متعین ہوئی ہے۔
- ۲۔ اردوئے معلیٰ: "اور تکلف اور تملق سے کہتا ہوں" تصبیح از عود ہندی و مہیش۔
- ۳۔ مہیشی پرشاد نے اسے ۱۸۶۲ع اور ۱۸۶۳ع کے درمیان کا خط فرض کیا ہے لیکن سنہ نہیں لکھا، مگر گزشتہ خطوط کی روشنی سے ثابت ہے کہ یہ خط ۱۸ اکتوبر کے بعد کا ہے۔ الہارہ اکتوبر کو مرزا "اور صاحبوں کی غزلیں" آنے کے منتظر ہیں۔ جناب مہر صاحب نے ابھی مہیشی پرشاد کی نقل کی ہے۔
- ۴۔ عبتائی صفحہ ۲۶۳، مجیدی صفحہ ۲۹۱، مبارک علی صفحہ ۲۳۳، رام نرائن صفحہ ۳۰۸، مہیشی صفحہ ۱۳۷، مہر صفحہ ۳۶۳، عود ہندی صفحہ ۱۳۳۔

محالات عادیہ میں سے ہے۔ کہوں کر ہو سکے کہ ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب الشراح کا بھی ہو اور باعث القباض کا بھی ہو۔ یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ! اکثر امور میں تم کو اپنا ہم طالع [اور ہم درد] پانا ہوں، عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی، میرا ہم قوم تو سراسر قلم رو ہند میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار، یا دشت خفجاق میں سو، دو سو ہوں گے، مگر ہاں اقرانے سبھی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے ان کے دام میں اسیر ہوں۔ اکسٹھ برس ستم اٹھائے ہیں: [شعر]

گر دہم شرح ستم ہائے عزیزان غالب

رسم اسید ہالسا، ز جہاں ہر خیزد

نہ تم میری خبر لے سکتے ہو، نہ میں تم کو مدد دے سکتا ہوں۔ اللہ، اللہ! دریا سارا تیر چکا ہوں، ساحل نزدیک ہے، دو ہاتھ نکالے اور بیڑا پار ہے: [دیت]

عمر بھر دیکھا کیا مرے کی راہ

مر گئے ہر دیکھے دکھلائی کیا

۱۔ اضافہ از سہیل پرشاد۔

۲۔ عود ہندی طبع اول: "اقرانے سبھی، پانچ برس کی عمر"۔

۳۔ ۱۹۷۷ء کو مرزا کی عمر پینسٹھ سال آٹھ مہینے ہوئی۔ اس میں سے

پانچ برس نکالے تو ساٹھ برس آٹھ مہینے صحیح مدت ہوئی۔

۴۔ اضافہ از عود ہندی۔

۵۔ اردو سے معلیٰ طبع اول۔ آغاز بندہ ۳۱۶۔

۶۔ عود ہندی۔

۷۔ غالب نے دیوان میں "دیکھا کیے" لکھا ہے، مگر اس خط اور

سو فی میری کے خط میں "دیکھا کیا" لکھا ہے۔

[یہ' بھی تو بوجھو کہ آپ کے خط کا جواب اتنی جلدی کیوں لکھا، یعنی کم و بیش مہینہ بھر کے بعد سہ کیا مگروں؟] شاہ اصرار الحق کو [آپ کا] اور حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپ کے اور حافظ جی کے خط کا مانگا، کہا کہ کل بھیج دوں گا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتے کے عرصہ ہوا، ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں: [شعر<sup>۱</sup>]

از خون دل نوشتم لہزدیک دوست نامہ  
انی رأیت دہرا فی "ہجرک القیامہ"

حافظ جی صاحب کو میری ہندگی کہنے کا اور یہ خط ان کو پڑھوا دیجئے گا۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلائے رنج و الم ہو، مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انورالقولہ کے ہم درد ہو۔ مورد ستم ہائے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع، اور برہان ہے قاطع۔

ہاں حضرت! بہت دن سے جناب میر احمد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ ان کے غفلت نے مجھ کو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھیے، خواجہ اسحاق خان صاحب کہاں ہیں اور کس طرح ہیں؟ سنیے قبلہ! میں تو آپ سے شاہ الوارالحق

۱۔ یہ عبارت اردو سے معالیٰ سے حذف ہے۔ ہم نے عود ہندی طبع

اول اور ہمیش سے حاصل کی ہے۔

۲۔ عود ہندی۔

۳۔ حافظ ظہیرازی کا شعر ہے، دیوان حافظ میں "من ہجرک القیامہ"

درج ہے اور جی صحیح ہے۔

کے خط کے جواب کا مطالب نہیں ہوں کہ آپ ان کے خط کے حاصل ہونے کے انتظار میں مجھ کو خط نہ لکھ سکیں ۔ مترجم ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں ۔

[جواب کا مطالب ، غالب]

[صبح سہ شنبہ ، ۲۲ اکتوبر ۱۸۶۱ء]

---

۱۔ اردو سے معلوم میں تاریخ موجود نہیں ، سہوش پرشاد صاحب نے اصل خط ہے جو مقابلہ کروایا ہے اس کی روشنی میں ۲۲ اکتوبر لکھا ہے ۔ اور سنہ کا اضافہ خود کیا جو تقویم کے لحاظ سے صحیح ہے ۔

## [۳۳۵] بنام میرؔ الفضل علی عرف میرن صاحب (۱)

سعادت و اقبال لشان میرافضل علی صاحب المعروف بمیرن صاحب! خدا تم کو سلامت رکھے اور بھر تمہاری صورت مجھ کو دکھا دے۔ تمہارا خط پہنچا، آنکھوں سے لگایا، آنکھوں میں نور آیا، دل پر رکھا مزا پایا۔ کل تک اس نام کو سن کر شرماتے تھے، اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے۔ اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو کڑیاں سناتے ہو۔ کاش کہ تم یہاں آ جاؤ، تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر مہدی صاحب وہ تحریر تمہاری، بہ نسبت میرے دیکھ کر بہت خفا ہوئے۔ چنانچہ اب جو تمہاری اُن کی ملاقات ہوگی تو تم کو معلوم ہو گا۔

بھائی! تمہارے سالیؔ صاحب غرور کے پتلے ہیں، دو ایک بار میں نے اُن کو بلایا، انہوں نے کرم نہ فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو۔

۱۔ میر افضل علی میرن صاحب غالب کے شاگرد اور محبوب دوست تھے۔ دلی کے باشندے، غدر میں بے وطن ہوئے۔ پانی پت، الور، جے پور اور حیدر آباد گئے۔ غالب نے رام پور کے لیے خط بھی دیا تھا۔ خوبصورت و خوش گلو آدمی تھے۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۸ء سے کچھ پہلے شادی ہوئی تھی۔ ہنگامہ سنہ ۱۸۵۷ء میں پانی پت چلے گئے تھے۔ غالب "میرن صاحب" کی مناسبت سے مجتہد العصر کہنا کرتے تھے کیوں کہ مولانا سید حسین صاحب سید العلماء کی عرقیت میرن صاحب تھی۔

مجبانی صفحہ ۲۶۶، مجیدی صفحہ ۳۶۲، مبارک علی صفحہ ۳۶۶  
رام نرائن صفحہ ۳۰۹، مہر صفحہ ۳۱۴۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۷۔

۳۔ شاید اس کا نام مولوی مظہر علی ہے۔



یہ لوگ اور ہی اب وکل کے ہیں۔ تمھاری ان کی کہنی نہ بنے گی اور گہری نہ جھنے گی۔ وہیں بیٹھے رہو، دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔  
الشاء اللہ تعالیٰ یہ ریخ و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔

میر سرفراز حسین صاحب کو میری دعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملکِ عدم ہوئے، سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ ان کے مرگ و زیست کی خبر نہیں۔ دو چار جو باقی رہے ہیں، خدا جانے کہاں بستے ہیں کہ ہم ان کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو چلے بندگی، پور دعا۔

دوشنبہ ۹ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع' ابن الظہر والعصر۔

حوالہ میر مہدی طال عمرہ

### [۳۳۶] ایضاً (۲)

برخوردار' کام گار میر افضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہ۔  
بعد دعا کے واضح رائے سعادت انتائے ہو، آپ کا خط پہنچا۔  
اگرچہ میں نے صرف پڑھا، میر مہدی کے چلانے کو لکھتا ہوں کہ  
میں نے آنکھوں سے لکھا۔ ہاں صاحب، تم نے جو لکھا ہے کہ  
قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں، کیوں نہ خوش  
ہوں؟ خوشی کی بات ہے۔ تمھارے سر کی قسم! میں گویا دیکھ  
رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے۔ وہ میر سرفراز حسین کا

۱۔ چٹری میں سہ شنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۸ ع مطابق ۲ ربیع الثانی

۵۱۲۷۵ ہے۔

۲۔ تہذیبی صفحہ ۲۶۶، مجیدی صفحہ ۲۶۳، مبارک علی صفحہ ۲۳۶،

مہر صفحہ ۳۱۵، نے عنوان میں "طلال اللہ عمرہ" لکھا ہے

جو غلط ہے۔

شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکراتا ۔ خدا کہہی ' مجھ کو بھی وہ صورت دکھائے ۔ میر نصیر الدین یہاں آ گئے ہیں ۔ تم بختہ العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دعا کہنا اور میر مہدی پوچھیں تو کہنا کہ تم کو کچھ نہیں لکھا ۔

کل میں نے خبر منگوائی تھی ، سو لڑکی کو ابھی تب آئے جاتی ہے ۔ یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچ کر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہوگا ۔ ہاں تم کو ضرور ہے ، کن سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی ۔ والدعا

چهار شنبہ ، ششم جولائی سنہ ۱۸۵۹ ع غالب

[ ۳۳۷ ] ایضاً (۳)

میری جان<sup>۱</sup> !

نکھارا وقعہ پہنچا ، نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں ؟ یہ ہر حال میر مہدی کو دعا کہنا اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے ، میں نے تم کو خدا کو سونپا ، تم مجھے کس کو سونپ چلے ؟

جواب کا طالب غالب

۳۲۱ - جولائی ۱۸۶۳ ع

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۸ ۔

۲۔ مطابق ۵ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ ۔

۳۔ بختائی صفحہ ۲۶۷ ، مجیدی صفحہ ۲۶۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۷ ،

مہر صفحہ ۳۱۵ ۔

۴۔ مہر صاحب نے دو جولائی لکھا ہے جو اردوے معلیٰ طبع اول کے خلاف ہے ۔

۵۔ مطابق پنج شنبہ ۱۵ صفر ۱۲۸۱ھ ۔

## [۳۳۸] بہ نام 'مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک (۱)

و لرحمان' الطاف خفیہ - خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی - دم  
 طنعت ہے - جان ہے تو جہان ہے - کہتے ہیں کہ خدا سے نا آمیدی  
 کفر ہے - میں تو اپنے باب میں خدا سے نا آمید ہو کر کافر مطلق  
 ہو گیا ، موافق عقیدۂ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی  
 بھی توقع نہ رہی - چل بھٹی نہ دنیا نہ دین - مگر تم حتی الوسع  
 مسلمان بنے رہو اور خدا سے نا آمید نہ ہو - ان مع العسر یسراً کو اپنے  
 نصب العین رکھو : [ع]

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست

- ۱- عاشور علی خاں ناسی ایک ازبک ترک شاہ عالم کے زمانے میں  
 شہرٹ کے سالک تھے - ان کے بیٹے میرزا عالم بیگ خان حالات  
 کے ہاتھوں دہلی سے حیدر آباد دکن چلے گئے - یہی نومبر ، دسمبر  
 ۱۸۲۰ع مطابق ربیع الثانی ۱۲۴۰ میں عالم بیگ کے چلے فرزند  
 قربان علی کی ولادت ہوئی - قربان علی چھ سال کے ہوئے تو ان  
 کے والد دہلی آ گئے - قربان علی کی تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی ،  
 ۱۸۵۷ع میں دہلی آجڑی تو قربان علی بھی نکلے ، مگر امن اسان  
 کے بعد پھر آ گئے - آخر ۱۸۶۳ع کے آخر میں ریاست الور کی  
 نوکری مل گئی اور وکالت سرکار پر فائز ہوئے - ۱۸۷۰ع میں پھر  
 دہلی آئے اس کے بعد حیدر آباد چلے گئے اور یہیں ۱۲۹۷ھ  
 مطابق ۱۸۸۰ع میں وفات پائی (مقدمہ کلیات سالک، از کلب علی  
 خان فائق ، طبع مجلس ترقی ادب ، لاہور) -

- ۲- مجتبیٰ صفحہ ۲۶۷ ، مجیدی صفحہ ۳۶۴ ، مبارک علی صفحہ ۷۷ ، ۱۳۷

گھر میں کھارے سب طرح خیر و عافیت ہے ۔ محمد میرزا پنج شنبہ اور جمعہ کو داستان کے وقت آ جاتا ہے ۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے ۔

یوسف علی خان عزیز سلام اور باقر علی اور حسین علی ہندگی کہتے ہیں ۔ کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے ۔ اوووں کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کورنش بھی بجا لالیں ۔  
خط بھیجتے رہا کرو ۔ والدما ۔

اپنی مرگ کا طالب ، شالب

صبح دو شنبہ ۶ صفر [۱۲۸۱ھ]

۱۱ جولائی سال حال [۱۸۶۳ء]

[۳۳۹] ایضاً (۲)

میری جان! کن اوہام میں گرفتار ہے ۔ جہاں باپ کو پیٹ چکا ، اب چچا کو بھی رو ، تجھ کو خدا جیتا رکھے ، اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورتِ وقوعی دے ۔ جہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں ، مخلوق کا کیا ذکر ، کچھ بن نہیں آتی ۔ اپنا آپ سمناشائی بن گیا ہوں ، رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں ، یعنی میں نے اپنے

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۹ ۔ سند کا اضافہ تنویم

سے ہے ۔

۲۔ مجتہاتی صفحہ ۲۶۷ ، مجیدی صفحہ ۳۶۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۷ ،

رام نرائن صفحہ ۳۱۲ ، سہر صفحہ ۱۱۱ ۔

۳۔ شاید نیاز جہادر خاں مراد ہیں ۔ ان کی صحیح تاریخ و سوانح معلوم

نہیں لیکن مرثیہ رضوان کے ایک شعر پر حاشیہ میں خود سالک نے یہ نام لکھا ہے :

عم شہید پاس بنے گا مزار کیا

منی اللہ کیا مری خاک سے ہے

دیکھئے کلیات سالک طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۵۹۷ ۔

کو اپنا غیر تصور کیا ہے ۔ جو دکھ مجھے پہنچتا ہے ، کہتا ہوں کہ لو ، غالب کے ایک اور جوتی لگی ۔ بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں ، آج دور دور تک میرا جواب نہیں ۔ لے ، اب تو فرض داروں کو جواب دے ۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرا ، بڑا ملحد مرا ، بڑا کافر مرا ۔ ہم نے از راہ تعظیم ، جیسا بادشاہوں کو بعد ان کے ”جنت آرام گاہ“ و ”عرش نشین“ خطاب دیتے ہیں ، چونکہ یہ اپنے کو ”شاہ قلم زو سخن“ جانتا تھا ، ”سفر مقر“ اور ”ہاویہ زاویہ“ خطاب قبول کر رکھا ہے ۔

آئیے ، نجم الدولہ بہادر ایک فرض دار کا گریبان میں ہاتھ ، ایک فرض دار بھوک سنا رہا ہے ۔

میں آن سے ہوجھ رہا ہوں ، اجی حضرت نواب صاحب ! نواب صاحب کیسے ، اوغلان صاحب ! آپ سلجوق اور المراسلانی ہیں ، یہ کیا بے حرستی ہو رہی ہے ؟ کچھ تو آکسو ، کچھ تو بولو ۔  
بولے کیا ، بے حیا ، بے غیرت ، کوٹھی سے شراب ، گندمی سے کلاب ، ہزاز سے کھڑا ، سیوہ فروشی سے آم ، صراف سے دام ، فرض لیے جانا ہے ۔ یہ بھی تو سوچا ہوتا ، کہاں سے دوں گا ۔

[۱۸۶۳ء؟]

۱۔ مقر : جہنم ۔ مقر : قرار گاہ ۔ ہاویہ : گڑھا ، شار ۔ بھوک : کالی ۔ اوغلان : (ترکی) فرزند ۔ خانہ زاد ۔ مولوی محمد شفیع ، فرہنگ مطلع معدن ، چاپ ۱۳۹۰ لاہور ۔ مہر صاحب نے لکھا ہے : ”ترکی زبان میں خطاب کے لیے احترام کا لفظ ، جیسے ہاویہ یاں جناب“۔ مگر میرے خیال میں یہ لفظ پان اجھے مفہوم میں نہیں ہے ۔ گندمی : عطر فروش و عرق فروشی ۔

۲۔ صرف ایک تھیند ہے ، مہر صاحب نے تاریخ قبول نہیں کی ہے ۔ لیکن چونکہ سالک ۶۴ ، ۶۵ میں دلی سے باہر رہے ہیں اس بنا پر یہ خط بھی ۱۸۶۳ء کا فرض کر رہا ہوں ۔

[ ۳۵۰ ] بہ نام ' مرزا شمشاد علی بیگ خان صاحب رضوان (۱)

فرزند! دلہند! شمشاد علی بیگ خان کو اگر خفا نہ ہوں ،  
تو دعا اور اگر آزرده ہوں تو ہندی ۔

غازی آباد سے جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی ۔

از آمدن کعبہ پشیمان شدہ باشی

فرہان علی بیگ خان کو دعا کہنا ، مرزا تفضل حسین خان کو دعا  
کہنا اور ان کا حال لکھنا ۔

آج شنبہ ۳ نومبر کی ہے ، ہر سون نواب صاحب دورہ کو  
گئے ہیں ۔ فرما گئے ہیں کہ دو ہفتہ میں آؤں گا ۔ آکر چار روز  
جہاں رہیں گے ، پھر بمائش گہ برہلی کی سیر کو جائیں گے ۔ وہاں سے  
پھر کر جب آئیں گے تو صاحب کمشنر برہلی کا انتظار فرمائیں گے ۔  
وہ ہنجم دسمبر تک آجائیں گے ۔ تین دن جشن رہے گا ، اس کے  
دو چار روز بعد غالب رخصت ہوگا ۔ خدا کرے تم تک زندہ  
پہنچ جائے ۔

۱۔ مرزا شمشاد علی بیگ ، فرہان علی بیگ کے چھوٹے بیٹے ۱۸۳۷ ع

۱۲۵۳ میں ولادت ہوئے ۔ ۱۸۷۶ ع/ ۱۲۹۳ میں وفات پائی ۔

دہلی کے معزین میں شمار ہوئے ، الور میں ڈپٹی کلکٹری کے فرائض

بھی انجام دیے تھے ۔ چند تصانیف بھی یادگار ہیں۔ (دیکھیے

مقدمہ کلیات سالک ، از کلب علی خان صاحب فائق) ۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۲۶۷ ، مجیدی صفحہ ۳۶۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۸ ،

سمر صفحہ ۱۱۲ ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۰ ۔

۴۔ نواب کلب علی خان آف رام پور ۔

پیر جی' بہت یاد آتے ہیں ، اُن کو دعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پڑھنا ، پھر سالک کو پڑھانا ، پھر میان خواجہ امان اور حکیم رضا خاں کو دکھانا ، پھر مرزا تقیعلی حسین خاں کے پاس لے جانا ۔ اس قصیدہ کے ساتھ کی نثر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور اس کی نقل کر لینا اور 'قائم برہان' کا حال لکھنا ۔ میں نے تیس روپیہ کی پنڈوی ، سو روپیہ کی باقی حکیم جی کو بھیج دی ہے ، حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی ۔ اُن سے رسید لکھوا بھیجو ۔ اور سب جلدوں کے شیرازے بندہ جائیں اور موٹا کاغذ دونوں طرف لگ جائے ۔ خبردار ! کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے ۔ تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیج دینا ۔ یا روپیہ فوراً بھیج دوں گا یا آکر دوں گا ۔

گورنر کا حال لکھو ۔ کون کون حاضر ہوا ؟ کس کس کی ملاقات ہوئی ؟ فرخ' سیر کے دادا صاحب آئے ہیں یا نہیں ؟ اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو ۔ ہاں بھائی ! ٹونگ والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور لکھنا ۔ علی نقی' خاں وزیر شاہ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجھ کو ان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا ۔

۱۔ پیر جی : نور الدین نام تھا ۔ عرفیت ہی کو مختصر بنا لیا تھا ،

۱۸۶۸ء میں انتقال کیا ، غالب و سالک کے شاگرد تھے ۔

۲۔ فرخ سیر سے مراد امیر الدین احمد خاں فرخ ، ان کے دادا امین الدین احمد خاں ۔

۳۔ معتمد الدولہ نواب علی نقی خاں بہادر سابق وزیر اعظم لکھنؤ

نے بقول مظہر علی سندیلوی ۳۰ نومبر ۱۸۷۱ء میں عارضہٴ ہیضہ

رحلت کی ۔ مرحوم اس وقت نواب محسن الدولہ کے یہاں لکھنؤ

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۲۰ پر)

آج شنبہ چوتھی نومبر کی ہے ۔ آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یقینی ہے ۔ نو دن راہ دیکھوں گا ۔ دسویں دن اگر تمہارا خط نہ آیا ، تو میں تمہارا رافضی بن جاؤں گا ۔

مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب

[شنبه ۳ - نومبر ۱۸۶۵ء]

[۳۵۱] ایضاً (۲)

مرزا! رسم تحریر خطوط بہ سبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے ۔ تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں ۔ اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا جھوڑ گئے ہو ۔ رام پور کے سفر میں تاب و طاقت ، حسن فکر ، لطف طبیعت یہ سب اسباب لٹ گیا ۔ اگر تمہارے خط کا جواب نہ لکھوں تو محملِ ترحم ہے ، نہ مقام شکایت ۔

سنو ! میرے خط کے نہ پہنچنے سے تم کو تشویش کیوں ہو ؟ جب تک زندہ ہوں ، غم زدہ و السردہ ، ناتوان و نیم جان ہوں ۔ جب مر جاؤں گا تو میرے مرنے کی خبر سن لو گے ۔ پس جب تک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۶

میں غم نہ تھے ۔ لاش کربلائے معلیٰ بھیجی گئی ۔ (اردو کا ایک

نادر روزنامہ صفحہ ۲۴ طبع لکھنؤ ۱۹۵۴ء) ۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۱ ۔

۲۔ تاریخ غالب نے لکھ دی ہے ظاہر ہے رام پور کا دوسرا سفر

ہے ۔ جنٹری میں شنبہ ۳ نومبر ۱۸۶۵ء مطابق ۳ جمادی الاولیٰ

۱۲۸۴ھ ۔ نیز دیکھیے خط بنام ثاقب ۔

۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۶۹ ، مجیدی صفحہ ۳۶۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۹ ،

رام نرائن صفحہ ۳۱ ، سہر صفحہ ۱۱۳ ۔



میرے مرنے کی خبر نہ سنا، جانو کہ غالب جیتا ہے، خستہ و نژد،  
رنجور و درد مند۔

یہ سطوریں لکھ کر اس وقت تمھارے بھائی پاس بھیجتا ہوں۔  
مگر ان کو ہمیشہ سفر در وطن ہے، یہ فرض محال اگر کھر میں ہیں  
تو عنایت اللہ ان کو، ورنہ محمد مرزا کو دے آئے گا۔  
ربیع الثانی<sup>۱</sup> [۱۲۸۳ھ] جمعہ کا دن، صبح کا وقت ہے۔

---



---

۱۔ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ کا چلا جمعہ ۵ کو ایہر ۱۲، ۱۹، ۲۶ کو  
جو ۱۲، ۲۳، ۳۱ اگست ۱۸۶۶ء کے مطابق ہے۔ غالب کا  
تاریخ اور سند نویں لکھا ہے۔

## [۳۵۲] بہ نام مرزا باقر علی خان، صاحب کاسل (۱)

اقبال، نشان مرزا باقر علی خان کو غالب، نیم جان کی دعا پہنچے۔  
 تمہارا خط آیا۔ تمہارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا۔ اب  
 تمہارے لکھنے سے دیکھ بھی لی، دل میرا خوش ہوا۔ اور تم  
 خاطر جمع رکھو، جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے، تمہاری ترقی  
 انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔

مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کے نہ بھیجنے کا۔ بھائی! اب  
 میری انگلیاں لکھی ہو گئی ہیں اور بصارت میں بھی ضعف آ گیا ہے،  
 دو سطریں نہیں لکھ سکتا۔ اطراف و جواہر کے خطوط آئے ہوئے  
 دھڑے رہتے ہیں۔ جب کوئی دوست آ جاتا ہے، میں اس سے جواب  
 لکھوا دیتا ہوں۔ برسوں تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا، اب اس وقت  
 مرزا یوسف علی خان آ گئے، میں نے ان سے یہ خط لکھوا دیا۔ تمہاری

۱۔ باقر علی خان خلف زین العابدین خان عارف، باقر و کاسل تخلص۔  
 غالب کے بڑے ہم زلف غلام حسین مسرور کے ہوتے تقریباً  
 ۱۸۳۶ء/۱۲۹۳ھ میں ولادت اور ۱۸۷۶ء/۱۳۳۴ھ میں رحلت  
 کی، کلام ناہید ہے۔ غالب نے تعلیم دی۔ پہلے باقر تخلص تھا،  
 پھر کاسل ہو گئے۔ وہ سالک سے اصلاح لیتے تھے۔ الور میں ملازم  
 تھے۔ ماہ نامہ ”نکار“ رام پور کے شماره فروری ۱۹۶۳ء میں  
 دیوان شادان کے ساتھ دہلی پر ایک غزل، ایک شعر آشوب  
 اور دو شعر شائع کیے گئے ہیں۔ باقی کلام ناہید ہے۔

۲۔ جنتبائی صفحہ ۳۶۹، مجیدی صفحہ ۳۶۶، مبارک علی صفحہ ۳۳۹،  
 رام ٹرائل صفحہ ۳۱۴، دہر صفحہ ۱۱۴۔  
 ۳۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۳۲۲۔

دادی' اچھی طرح ہے ، تمہارا بھائی اچھی طرح ہے ، تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے ۔ تمہاری لڑکی' اچھی طرح ہے ۔ کبھی روز کبھی دوسرے دوسرے میرے پاس آ جاتی ہے ۔

[۱۸۶۷ع]

### [۲۵۳] ابضاً (۲)

نور چشم" و راحتِ جان مرزا باقر علی خان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے ۔

تمہارا خط جو میرے خط کے جواب میں تھا ، وہ مجھ کو پہنچا ۔ اس میں کوئی بات جواب طلب نہ تھی ۔ اس خط میں ایک نئے امر کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں ۔ وہ امر یہ ہے کہ میں نے اگلے مہینہ میں سید چس" کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا قفصل حسین خان

۱۔ کمال کی حقیقی دادی تو بنیادی بیگم تھیں ، لیکن چان غالباً ان

کی چھوٹی بہن امراؤ بیگم زوجہ' غالب مراد ہیں ۔

۲۔ بگا بیگم عرف جینا بیگم ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ اور خطوط غالب میر ، تاریخ ندارد ۔ لیکن غالباً

الور کا قیام ۱۸۶۷ع ہی میں ہے اور اسی زمانے میں وہ نوکر

ہوئے ۔ میر صاحب اسے دوسرا خط سمجھتے ہیں ۔ لیکن میرے

نزدیک یہ پہلا خط ہے ۔

۴۔ مجناتی صفحہ ۲۷۰ ، مجیدی صفحہ ۳۹۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۴۰ ،

رام نرائن صفحہ ۳۱۴ ، میر صفحہ ۱۱۵ ۔

۵۔ سید چس : مرزا غالب کے اس کلام کا مجموعہ ہے جو کلیات غالب

طبع نول کشور کے بعد فراہم ہوا ۔ یہ کتاب ربیع الثانی ۱۲۸۴ھ

طابق اگست ۱۸۶۷ع مطبع ہندی سے شائع ہوئی ۔ اب میں نے

اس کتاب کے مشتملات کلیات غالب فارسی طبع مجلس ترقی ادب

لاہور میں شریک کر دی ۔

کی معرفت الور کو پہچانی تھی۔ سو اب کے ہفتہ میں حضورؐ ہر نور  
سہا راؤ راجہ بہادر کا خط انہیں کی معرفت مجھ کو آیا۔ حضورؐ نے ازراہ  
بندہ ہروری و قدر الزانی القاب بہت بڑا مجھے لکھا اور خط میں فقرے بہت  
عنایت اور التفات کے بھرے ہوئے درج کیے۔ تم تو وہیں ہو، تم کو اس کی  
اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں؟ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجھ کو کیوں  
نہیں لکھا۔ اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ  
میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے؟  
حضورؐ سن کر کیا فرماتے ہیں؟

غالبؒ

۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۷ع

### [۳۵۴] ابضاً (۴)

اقبالؒ نشان ہاتر علی خاں کو غالبؒ نیم جاں کی دعا پہنچے۔  
بہت دن ہوئے کہ تمھارا خط آیا مگر تم نے اپنے مکان کا پتا  
تو لکھا ہی نہ تھا۔ فقط الور کا نام لکھ کر [چھوڑ دیا]۔ میں کیوں کر  
خط بھیجنا؟ بارے اب شہاب الدین خاں کی زبانی پتا معلوم ہوا،  
سو اب میں تمؒ کو خط لکھتا ہوں۔ جیناؒ بیگم اچھی طرح ہے اور

۱۔ مطابق شنبہ ۱۰ شعبان ۱۲۸۵ھ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۷۰، بحمدی صفحہ ۳۶۷، مبارک علی صفحہ ۲۳۰،  
رام نرائن صفحہ ۳۱۶، سہر صفحہ ۱۱۳۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں ”چھوڑ دیا“ ندارد۔ طبع مجتہائی بہ  
بعد میں اضافہ و تصحیح ہے۔

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۴۳۔

۵۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ”جینا“ (ج ن ی ا) دوسرے نسخوں میں  
جینا بیگم (ج ن ی ا) تحریر ہے۔

میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمہارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے ۔ اکتوبر مہینہ کی تمہاری تنخواہ تمہارے گھر بھیج دی ۔ مرزا حسین علی خان ہندگی عرض کرتا ہے ۔

امد اللہ

تحریر تاریخ ۱۶ نومبر سنہ ۱۸۶۷ء

[۳۵۵] بہ نام ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب (۱)

بھائی! تمہارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب

۱۔ حسام الدین حیدر خان نواب شجاع الدولہ مرحوم کے قرابت دار اور نواب نجف خان بہادر وزیراعظم کے داماد تھے۔ ان کے بڑے صاحب زادے مظفر الدولہ سیف الدین حیدر اور چھوٹے معین الدولہ ذوالفقار الدین حیدر عرف حسین مرزا صاحب تھے۔ ایک صاحب زادی قدسیہ سلطان تھیں جن کے شوہر سید محمد نصیر عرف نواب جان تھے۔ حسین مرزا ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ع میں پیدا ہوئے۔ ضمیر الدولہ، جلیل الملک، انتصار الاسراء، احمد حسین خان نظارت خان بہادر مستقیم جنگ کی صاحب زادی سے عقد ہوا، جن کے انتقال کے بعد حسین مرزا صاحب ناظم مقرر ہوئے اور غدر تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ غدر میں ان پر بڑی مصیبتیں پڑیں، لیکن نواب حامد علی کی کوشش سے چھب چھب کر لکھنؤ پہنچے۔ بعد غنوغام دہلی آئے اور یہی ۶ رمضان ۱۳۰۷ھ ۲۶ اپریل ۱۸۹۰ع میں انتقال کیا۔ میر سہدی مجروح نے تاریخ وفات کہی:

حسین میرزا چون مرد در شش رمضان  
ازان کہ بود ز نسل امیر خیر گیر  
ہئے شاربہ سال وفات رضوان گفت  
بیا بہ کاخ جنان اے امیر ابن امیر

۱۳۰۷ھ

(خاندانی حالات، قلمی، تالیف اکبر میرزا صاحب)

۲۔ بھتیائی صفحہ ۲۷۰، مجیدی صفحہ ۱۵۰، مبارک علی صفحہ ۲۵۰،

رام ترائن صفحہ ۳۹۷، سہر صفحہ ۳۹۰۔

بھیج چکا ہوں ، محمد قلی خان صاحب ہمہ تن مصروف ہیں ۔ دوالی تعطیل ہو چکی ہے ۔ اولاد رائے کی بی بی مر گئی ہے ۔ وہ غم زدہ ہو رہا ہے مگر خیر کام کرے گا ۔ کاشی ناتھ بے پروا آدمی ہے ، تم ایک خط لکھو اس کو بھی لکھ بھیجو ۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا صاحب جب لکھتے ہیں ، مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں ۔ یہ امر اس پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمہیں یوں لکھا ہے ۔ مطلب اپنا اس کو لکھو ۔ میں کیا کروں ، اگر کہوں کہ میری جان بھی تمہارے کام آئے تو میں حاضر ہوں ، یہ کہنا تکلف محض ہے ، کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو فکر مجھ کو تمہاری ہے اور جو میری دسترس ہے ، اس کو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے ۔ دسترس کو غم بھی جانتے ہو ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اوائل ماہ آئندہ یعنی نومبر میں شیر والا مقدمہ درست ہو جائے ۔

ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی جی لال تمہارا قرض خواہ آیا تھا ، تمہارا حال ہو جھٹا تھا ۔ کچھ سچے کچھ جھوٹ کہہ کر اس کو اس راہ پر لایا ہوں کہ سو دو سو روپیہ تم کو بھیج دے ۔ بیویوں کی طرح کی تقریر اس کو سمجھاتی ہے کہ لالا جس درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اس کو پانی دیتے ہیں ۔ حسین مرزا

۱۔ محمد قلی خان ، یوسف مرزا کے ساموں اور حسین مرزا کے غالباً بہنوئی ۔

۲۔ غالب نے کوشش کی تھی کہ ضیاء الدین خان سے کچھ روپیہ قرض دلوا دیں ۔ شاید اسی کی طرف اشارہ ہے ۔ سہر صاحب فرماتے ہیں کہ ”غالباً وہ مقدمہ مراد ہے جو شیر نے اپنے بڑے بھائی نواب لوہارو کے خلاف دائر کیا تھا“ ۔ مجھے اس کی تائید میں کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔ اصل : ”بوچھا تھا“ ۔

۳۔ اردو سے معنی طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲ ۔

تمہارے کہتے ہیں ، ہائی دو تو اناج پیدا ہو ۔ بھائی کچھ تو نرم ہوا ہے ۔ تمہارے مکان کا پتا لکھوا کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے رام جی داس سے صلاح کر کے جو بات ٹھہرے گی، آپ سے آکر کہوں گا ۔ اگر وہ رویہ ہی بھیج دے تو تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اس کا جواب لکھو، تو یہ ضرور لکھنا کہ اللہ نے جو تم سے کہا ہے ، وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنے والا ہے ۔ پس زیادہ کیا لکھوں ۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لائے ۔ میں نے خط اُن کو نہیں دکھایا مگر عندالاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں ۔ اُنھوں نے کہا میرا سلام لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دعا سلام کہتے ہیں ۔

یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ اس وقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس مرزا کے نام کا تمہارا رقعہ اُن کو پہنچ گیا ۔

[شنبہ ، ۲۹ اکتوبر ۱۸۵۹ء ع]

### [۳۵۶] ابضاً (۲)

نواب صاحبؒ ! آج تیسرا دن ہے کہ تم کو حال لکھ چکا ہوں ۔

- ۱۔ نواب حیدر حسن خان نیرۃ اعتقاد الدولہ میر فضل علی نائب السلطنت اودھ کے فرزند کا نام سردار مرزا تھا، یہ حسین مرزا کے ہم زلف اور یوسف مرزا کے والد تھے ۔
- ۲۔ منہ تفویض سے لکھا ہے ۔ اودھ سے معلوم میں منہ موجود نہیں ۔ مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ ۔
- ۳۔ مینبائی صفحہ ۲۷۲ ، مجیدی صفحہ ۱۵۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۷ ، سہر صفحہ ۳۹۲ ۔



محمد قلی خاں آئے، ہم میں آن میں باہم گفتگو ہوئی۔ نواب گورلر کی آمد آمد میں کچھریاں بند، حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ یا ۲ دسمبر کو میرٹھ محکم خیام ہوگا، دربار وہیں ہوگا۔ رہا دلی کا آنا؟ مشتبہ فیہ ہے۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے، کوئی کہتا ہے جریدہ بہ سیلر ڈاک آئیں گے، کوئی کہتا ہے مع لشکر آئیں گے۔ ۱۳ دن یہاں رہیں گے۔ آج ۱۵ دسمبر کی ہے، جو کچھ واقع ہوگا وہ تم کو لکھوں گا۔ قتل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامہ کے عمل میں آئے گی۔ خاطر خاطر جمع رہے۔

”کھارا“ دوست بھی حسب العکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسوں میرٹھ کو جائے گا۔ اور ادھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئے گا۔ میرا دربار اور خدمت دریا برد ہو گیا۔ نہ ہشن کی توقع، نہ دربار و خلعت کی صورت۔ نہ سزا، نہ انعام، نہ رسم معمولی قدیم۔

یوسف مرزا صاحب کو دعا پہنچے۔ پرسوں کلو جوتا لے آیا۔ کل دونوں طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کار بردازوں نے آٹنا بھیج دیا اور کہا کہ ہولندہ بنا لاؤ۔ ہولندہ بنا کر لے گیا، کہا بارہ ہر دو بجے لے لیا جائے گا۔ بیٹھا رہا، رات کے نو بجے اس کے سامنے روانہ ہوا۔ رسید لے کر اپنے گھر آیا۔ خدا کرے تم کو پہنچ جائے اور پسند آئے۔ قصیدے کے باب میں میں مایوس مطلق ہوں، مگر جو کچھ واقع ہو، بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی ”باد مخالف“

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۰۵۔ دوست سے مراد غالباً ضیاء الدین خاں صاحب ہیں۔

۲۔ علامہ لکھنوی وساطت سے واجد علی شاہ کی مدح میں ایک قصیدہ بھیجا ہے، دیکھئے خط بنام یوسف مرزا نوہر ۱۸۵۹ ع  
مکبر ترتیب ہذا ۳۶۸۔

کی رسید کھاری تحریر سے معلوم ہو گئی - خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی - فیل خانہ ملک پیرا ، لال ڈگی کے عاڈی کے مکانات سب کرائے گئے - ہلاق بیگم کا کوچہ التوا میں ہے - اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں ، اہل قلم بچاتے ہیں - بابان کار دیکھیے کیا ہو ؟

جمعہ ۱۶ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ ع

### [۳۵۷] ایضاً (۴)

جناب عالی ! کل آپ کا خط ، لکھا ہوا سہ شنبہ یکم نومبر کا چہنچا - لطاف یہ کہ کل وہی سہ شنبہ کا دن ۸ نومبر کی تھی - آج بدھ کا دن ۹ نومبر کی صبح کے وقت میں تم کو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار بوسف مرزا خان کا خط لکھا ہوا ۳ نومبر کا چہنچا - اب میں دونوں خطوں کا جواب باہم لکھتا ہوں - دونوں صاحب باہم بڑھ لیں - ۱۲ -

مرزا آغا جانی صاحب اچھی طرح ہیں ، ان کو ٹپ آ گئی تھی - اب ٹپ مفاومت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے - آج چوتھا دن ہے کہ میرے پاس آئے تھے -

۱- مفتی محمد عباس صاحب قبلہ مراد ہیں - شاہد انہوں نے مثنوی 'باد خفاف' منگوائی ہے -

۲- یعنی سول اور مٹری حکام میں کشمکش ہے -

۳- مطابق ۲۰ جمادی الاول ۱۲۷۶ھ - غالب نے خط ایک دن بعد پوسٹ کیا ہوگا اس لیے مئی میں پندرہ اور آخر میں سولہ دسمبر لکھا ہے -

۴- مجبائی صفحہ ۲۷۲ ، مجبوی صفحہ ۱۵۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۴۲ ، رام ٹرائن صفحہ ۳۱۸ ، سہر صفحہ ۳۹۱ -  
۵- اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۶ -

کاشی ناتھ سراسر چلو تھی کرتا ہے ۔ ٹولڈ رائے یک سر ہزار سودا ۔ چھ قلی خاں اکثر علی جی رہتے ہیں ۔ کبھی یہاں آ جاتے ہیں تب ٹولڈ رائے کو تاکید کرتے ہیں ۔ آج کل یہاں پنجاب احاطہ کے بہت حاکم فراہم ہیں ۔ ہون' ٹوٹی کے باب میں کونسل ہوئی ، پوسوں ۷ نومبر سے جاری ہو گئی ۔ مالک رام خزاہی ، جھٹا مل ، سپیش داس ، ان تین شخصوں کو یہ کام بطور امتیاز سیرد ہوا ہے ۔ غلے اور ایلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جس پر محصول نہ ہو ۔ آبادی کا حکم عام ہے ، خلق کا ازدحام ہے ۔ آگے حکم تھا کہ مالکان مکان رہیں ، کرایہ دار نہ رہیں ، پوسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی رہیں ۔ کہیں یہ نہ سمجھنا کہ نم یا مٹی یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے ۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھنے اور ہمیشہ سے کرایے کے مکان میں رہتے تھے ، وہ بھی آ رہیں ، مگر کرایہ سرکار کو دیں ۔ تم الصاف کرو کہ ہمیشہ کی درخواست کیوں کر گزرے ۔ جب وہ خود آئیں اور درخواست دیں اور منظور ہو اور مکان ملے تو اس تمام شہرستان ویران میں سے ایک حویلی ملے گی اور ان کو یہاں رہنا ہو گا ۔ کہوں کر اس ویرانے میں تنہا رہیں گی ؟ سہم کر دم نکل جائے گا ۔ مانا کہ جبر اختیار کر کر رہیں ، کھائیں گی کہاں سے ؟ یہ ہر حال یہ سب خیالات خام اور جملے نا تمام ہیں ۔ ہاں ، قتل لینی اور مرافعہ کرنا اور قتل حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا ، پھر اس حکم کی قتل لینی ، یہ امور ایسے نہیں کہ جلد فیصل ہو جائیں ۔ حکام بے پروا ، مختار کار عذیم الفرصت ، میں یا شکستہ ، چھ قلی خاں کبھی یہاں کبھی وہاں ۔ وقت پر موقوف ہے کہہ راؤ نہیں ۔

۱۔ ٹاؤن ڈپوٹ ۔ غالباً مارشل لا میں نقصانات کی ادائیگی کے لئے ٹیکس لگایا گیا ہے ۔

حکیم احسن اللہ خاں کے مکانات شہر ان کو مل گئے اور یہ حکم ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ، دروازہ سے باہر نہ نکلو، اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ نواب حامد علی خاں کے مکانات سب ضبط ہو گئے۔ وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع متنوعہ کے رہتے ہیں۔ باہر جانے کا حکم ان کو بھی نہیں۔ مرزا الہی بخش کو حکم کراچی بندر جانے کا ہے۔ انہوں نے زمین پکڑی ہے، سلطان جی میں رہتے ہیں۔ عذر کر رہے ہیں۔ دیکھیے یہ جبر آٹھ جانے یا یہ خود آٹھ جائیں۔

[بدھ، ۹ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع]

### [۳۵۸] ایضاً (م)

نواب صاحب<sup>۱</sup> پرسوں صبح کو کھارا خط پہنچا۔ پھر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا، کابلی دروازہ کی فصیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ<sup>۲</sup> خاصہ برپا ہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک آٹرا ہے۔ پنجشنبہ ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ ع۔  
اب غالب کی مصیبت کی داستان سنئے: پرسوں کھارا خط پڑھ کر لشکر کو گیا، میر منشی سے ملا، ان کے خیمہ میں بیٹھ کر صاحب سکریٹر جہاد کو اطلاع کروائی۔ چپراسی کے ساتھ کلو بھی گیا تھا۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل بھر گیا، خیر کروائی۔ حکم ہوا کہ غدڑ کے زمانے

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۲۔

۲۔ تاریخ اور دن من خط میں موجود ہے، سنہ کا اضافہ کیا گیا۔

بدھ، ۹ نومبر ۱۸۵۹ ع مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ۔

۳۔ مجبائی صفحہ ۳۷، مجیدی صفحہ ۱۵۳، مبارک علی صفحہ ۲۴۴۔

رام نرائن صفحہ ۳۲۰، سہر صفحہ ۳۴۳۔

میں تم باغبانوں کی خوشامد کرتے رہتے تھے ، اب ہم سے ملنا کیوں مانگتے ہو ؟ عالم نظر میں تیرہ و تار ہو گیا ، یہ جواب پیامر نویدی جاوید ہے۔ نہ دربار نہ خلعت ، نہ پنشن۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہتھ خیر لشکر یہ ہے کہ راجہ بھرت پور ہرات لے کر پشالے گیا تھا ، اور اس سبب سے آگرہ میں لارڈ صاحب سے نہیں ملا تھا۔ ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا ، آج اس کی ملازمت ہے۔

شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء گیارہ بجے ہوں گے۔ میں خط لکھ رہا ہوں ، نوپیں چل رہی ہیں ، شاید راجہ صاحب کی ملاقات اسی وقت ہوئی۔ کل ایک شنبہ ہے ، برسوں دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پشاور تک جائیں گے۔

کل صبح کو محمد قلی خان آئے ، ایک عرضی انگریزی آن کے ہاتھ میں۔ کہتے لگے یہ عرضی طالب علی قیل بان نے مجھ کو بھیج دی ہے اور کہا ہے کہ اس کے گزارنے کا موقع نہیں۔ میں اس وقت سوار ہوا چاہتا تھا۔ تمھاری پاس سن کر گیا ، اپنا داغ حسرت جیسا اوپر لکھ آیا ہوں ، لے کر آیا۔

ابراہیم علی خان اور میں مستحق ہو کر مر گئے۔ خدا آن کو بخشے اور مجھ کو بھی یہ دن نصیب کرے۔

کمشنر صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں آیا اور نہ کسی انگریزی خوان سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ اتنا مسوع ہوا ہے کہ ایک محکمہ لاہور میں معاوضہ نقصان رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے جو رعیت کا مال کالوں نے لوٹا ہے ، البتہ اس کا معاوضہ بحساب دہ یک سرکار سے ہو گا۔ یعنی ہزار روپیہ کے مانگنے والے کو سو روپیہ ملیں گے۔ اور جو گوروں کے وقت کی غارت گری ہے ، وہ

بدر اور بھل ہے ، اس کا معاوضہ نہ ہو گا ۔ شاید یہ وہی کمشنر ہوں ۔ مکانات کو حامد علی خاں کا کرکر کیوں لکھتے ہو ؟ وہ تو مدت سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا ۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی ، محل سرا اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے ، اب یہاںک اور سرتا سر دوکانیں گرا دی گئیں ، سنگ و خشت کا نیلام کر کے رویہ داخل خزانہ ہوا ۔ مگر یہ نہ سمجھو کہ حامد علی خاں کے مکان کا ملبہ بکا ہے ۔ سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان ڈھا دیا ۔ جب بادشاہ اودھ کی املاک کا وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کو کون پوچھتا ہے ۔ تم اب تک سمجھے نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہیں ، اور نہ کبھی سمجھو گے ۔ کیسا لولہہ رائے ، کیسی قتل حکم ، کیسا مرافعہ ؟ جو احکم کہ دلی میں صادر ہوئے ہیں ، وہ احکام نضا و قدر ، ہیں ان کا مرافعہ کہیں نہیں ۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے ، نہ جاہ و حشم رکھتے تھے ، نہ املاک رکھتے تھے ، نہ پنشن رکھتے تھے ۔ رام پور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو لیا ۔ جب تم لکھتے ہو کہ تم وہاں جاؤ لو مجھ کو ہنسی آتی ہے ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ہلال ماہ رجب المرجب رام پور میں دیکھوں ۔

جواندہر و نیکہ کے باب میں تم نے کی ہے ، وہ بہت مناسب ہے ، یہ شرط پیش ہونے کے اور ولایت پہنچنے کے ۔ سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرائہ سری میں اس پر قابض ہو رہیں گے ، انشاء اللہ العلی العظیم ۔

۱۔ اصل ”عملہ بکا ہے“ بجائے ملبہ بکا ہے ۔

۲۔ اردو سے ، علی طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۹ ۔

یوسف مرزا خان کو دعا پہنچے۔ حال' قصیدہ و خمس کا معلوم ہوا۔ قبلہ و کعبہ وہ کر رہے ہیں جو آبا، اولاد سے اور آقا، غلام سے سلوک کرنا ہے۔ ان کو منظور ہے کہ دعا کا عطیہ جدا پاؤں اور ثنا کا صلہ جدا پاؤں۔ کار سازِ ما بہ فکرِ کارِ ما۔

لیکن میری جان! انصاف تو کر، ان صلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی۔ یہ فکر بھی بیہودہ ہے۔ زندگی میری کب تک؟ سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آئندہ کے، اسی مہینے میں اپنے آقا کے پاس جا پہنچتا ہوں۔ وہاں نہ روٹی کی فکر، نہ ہانی کی پیاس، نہ جاڑے کی شدت، نہ گرمی کی حدت، نہ حاکم کا خوف، نہ غریب کا خطر، نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے اور نہ کھڑا خریدنا پڑے، نہ گوشت کھنی منکاؤں، نہ روٹی پکواؤں۔ عالم نور اور سراسر سرور: [شعر]

۱۔ کلیات غالب میں واجد علی شاہ مرحوم کے نام تین قصیدے ہیں:

”یہا، در کربلا تا آن ستم کشی کارواں بیی“۔ کلیات جلد دوم صفحہ ۳۷۔ خیال ہے کہ یہ قصیدہ ۸۵۳ھ میں لکھا گیا ہے اور اسی کے بعد وظیفہ و غلغلت ملا۔

”روایت شور نتید و ترانہ سستاں را“۔ کلیات جلد دوم صفحہ

۳۳۱۔ یہ قصیدہ ۸۴۸ھ میں لکھا گیا اور دوبار کے اسراء کے ہاتھوں کسی بیچ میں پڑ گیا۔

”سطن زروضہ رضوان بہ کورے ہار کشد“۔ کلیات جلد دوم صفحہ

۳۱۱۔ اور خمس: ”در مہد دست برد بہ اژدر کند علی“۔ کلیات

جلد اول صفحہ ۳۴۴۔ یوسف مرزا کے نام خط نومبر ۸۵۹ھ سے

معلوم ہوتا ہے کہ احمد علی شاہ کے نام کا قصیدہ عنوان اور نام

بدل کر مولانا سید تقی صاحب قبلہ کی وساطت سے پیش کیا تھا۔

تمکن ہے اب یہ قصیدہ و خمس کلکتہ بھیجا جا رہا ہو اور وہاں

سناٹوں لکھی گئی ہو۔ نیز دیکھئے خط نمبر ۳۶۔

یا رب! میں آرزوئے من چہ خوش است  
 تو بدی آرزو مرا ہر سان  
 بندہ علی ابن ابی طالب، آرزو مندِ مرگ غالب  
 روزِ شنبہ، ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ ع

---

- ۱۔ اردوئے معلیٰ میں ”سہ شنبہ“ ہے جب کہ متن میں ”شنبہ“  
 لکھا گیا ہے جو صحیح ہے۔ شنبہ ۳۱ دسمبر مطابق ۶  
 جمادی الاول ۱۲۷۶ھ۔ بارہ سو ستر میں مرنے کی تیاری کر  
 رہے ہیں۔



[۳۵۹] بہ نام 'یوسف مرزا صاحب (۱)

'کوئی ہے! زرا یوسف مرزا کو بلائیو! لو صاحب! وہ آئے۔

میاں! میں نے کل خط تم کو بھیجا ہے مگر تمہارے ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے، اب سن لو: تفضل حسین خاں اپنے ماموں مؤید الدین خاں ہاس میرٹھ ہے، شاید دلی ہو مگر میرے ہاس نہیں آیا۔ والد آن کے غلام علی خاں اکبر آباد میں ہیں۔ مکتب داری کرتے ہیں، لڑکے پڑھاتے ہیں، روٹی کھاتے ہیں۔

تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علی شاہ کے کاکھتے گئے۔ تمہارے ماموں محمد قلی خاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ بنارس آ گئے۔ اس خبر کو اس خبر کے ساتھ مناقات نہیں ہے۔ ادھر سے آپ بنارس کو چلے ہوں، ادھر سے ییگات کو وہاں بلایا ہو، مگر میری جان ہم کو کیا؟

عالم پسر مرگ۔ ما چہ دریا چہ مراب

[بعد ۲۲ اپریل ۱۸۵۶ء]

۱۔ یوسف مرزا: حسام الدین حیدر خاں کے نواسے اور امیر محمد نصیر عرف ثواب جان مرشد آبادی کے فرزند تھے۔ لکھنؤ میں زیادہ رہے اور وہیں ۱۸۳۲ء تا ۱۸۸۲ء میں فوت ہوئے۔ سید محمد نصیر صاحب کو ۱۸۶۰ء میں بہ الزام بغاوت پھانسی دی گئی۔ دیکھیے خط بنام مجروح اپریل ۱۸۵۹ء۔

۲۔ مجتہبی صفحہ ۲۷۶، مجیدی صفحہ ۱۵۵، مبارک علی صفحہ ۲۳۵،

سہر صفحہ ۳۹۶، سہیش صفحہ ۱۵۵۔ اردو سے معلول طبع اول

صفحہ ۳۳۰۔ دونوں آخری ماخذ میں "ذرا" زائے معجمہ سے ہے۔

۳۔ اخبار کوہ نور لاہور کی اشاعت ۲۲ اپریل ۱۸۵۶ء میں ہے کہ

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۳۵ پر)

## [۳۶۰] ایضاً (۲)

اُو صاحب! میرے پاس بیٹھ جاؤ، آج یک شنبہ کا دن ہے، ساتویں تاریخ شوال کی اور انیسویں اپریل کی۔ صبح کو بھائی فضلو، جن کو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں۔ اور ہم نے ’احتلام الدولہ‘ خطاب دیا ہے، وہ تین پاؤں کھجوریں اور ایک ٹین کا لوٹا اور دوسوت کی رسیاں لے کر بھٹیاریے کے ٹٹو پر سوار ہو کر الور کو روانہ ہوئے۔ پھر دن چڑھے ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط میرے نام کا اور ایک حکم نامہ محکمہ لاہور موسومہ میر کاظم علی لایا۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ تمھارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے۔ تمھارا خط اُن کو دے دیا۔ وہ اس کو پڑھ رہے ہیں اور میں یہ خط تم کو لکھ رہا ہوں۔ چلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکم نامہ میر کاظم علی کو دے دینا اور میری طرف سے تعزیت کرنا کہ خیر بھائی، صبر کرو اور چپ ہو رہو۔

تاریخ کے دو قطعوں میں ایک قطعہ رہا، ’ماہرو خوش خرام‘

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳۴ سے)

بادشاہ ۱۵ اپریل کو بنارس پہنچے (واجد علی شاہ اور ان کا عہد صفحہ ۳۵۳) اس بنا پر یہ خط آخر اپریل کا ہونا چاہیے۔ اردوے معلیٰ کی عبارت مغشوش ہے۔ صحیح یوں ہے: ”تمھارے ماموں جد قلی خان غط میں لکھتے ہیں“ یا ”خط میں لکھا ہے“۔

۱۔ محبتائی صفحہ ۲۷۶، مجیدی صفحہ ۱۵۵، مبارک علی صفحہ ۲۳۶،

رام نرائن صفحہ ۳۴۳، مہیش صفحہ ۱۶۸، مہر صفحہ ۷۰۴۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں ”ساتویں تاریخ رمضان“ ہے۔

مہیش پرشاد نے کسی ماخذ سے ”شوال“ نقل کیا ہے، تاہم

کی رو سے بھی صحیح ہے۔

کی جگہ 'بہ رخ خوش' خرام' بنا دیا ہے۔ قطعہ اچھا ہے، بہ شرط آئندہ متولفہ کا شوہر یہ الفاظ اپنی زوجہ کے واسطے گوارا کرے۔

خواجہؒ جان جھوٹ بولتا ہے۔ والی رام پور کو اس ہتھن کے اجرا میں کچھ دخل نہیں، بہ کام خدا ساز ہے۔ بہ علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

ناظر جی نے تمہارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں، مسودہ عرضی کا میرے پاس آگیا، میں تم کو دکھاؤں گا۔ خیر تم نے جو لکھا ہو گا، وہ مناسب ہو گا۔ خدا اس لئے اور کام بن جائے۔ الگزنڈرؒ ہڈرلے صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیک نعت اور سعادت مند ہیں۔ میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سفارش کو دخل نہیں ہے۔ تم میر کاظم علی سے دریافت کر لو۔ ہاں، دو مقدموں میں میں نے ان کو دو خط لکھے، مگر انہوں نے ایک کا بھی جواب نہیں لکھا اور ان مقدموں میں کوشش بھی نہیں کی۔ اب اس کو سمجھ کر جو کچھ تم لکھو، اس کے موافق عمل میں لاؤں۔ ناظر جی صاحب اور سجاد مرزا اپنے گھر گئے، وہ تم کو دعا اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے۔ اپنے آنے میں جلدی نہ کرو، ماں کی رضا جوئی کو سب امور پر مقدم جانو۔ میں ابھی رام پور نہیں جاتا، برسات بعد بہ شرط حیات جاؤں گا، یعنی اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر میں قصد ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۳۱۔

۲۔ خواجہ شمس الدین کی ہریت۔ نواب رام پور کے بعض خطوط سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب نے سفارش کی تھی۔

۳۔ الگزنڈر ہڈرلے، الور میں ملازم تھے، جولائی ۱۸۶۱ء میں گولی لگنے سے مرے۔

سے چلے تمہارے پاس پہنچے ۔ اُن کے نام کا حکم نامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا ، خبردار ! جانا نہ رہے ، جب وہ پہنچیں تب ان کو حوالے کرنا ۔

صاحب ! نہ خمس ، نہ نذر ۔

یہ باتیں غیرت کی ہیں ۔ جس طرح اپنے اور بھوں کو دوں گا ، مظفر میرزا کو اور تم کو بھی اسی طرح بھجوا دوں گا ۔ ہمشیرہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا ۔

مرفومہ یک شنبہ ، وقت نیم روز ہفتم شوال ۱۲۹۰ - اپریل غالب

[۱۲۷۶ھ - ۱۸۶۰ع]

[۳۶۱] ایضاً (۳)

یوسفؒ مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارا خط کل منگل کو پہنچا ۔ آج بدھ ۱۷ شوال اور ۹ مئی کی اس کا جواب بھیجتا ہوں ۔ خدا کی قسم تاسی بدولے صاحب سے میری ملاقات

۱۔ مرزا کو ہنشن مع بقایا ملنے کا حکم آ گیا ہے ۔ یوسف مرزا کو لکھ رہے ہیں کہ رقم مل جائے تو کچھ روپیہ تم کو اور مظفر مرزا کو دوں گا ۔ یوسف مرزا نے کہا کہ خمس اور نذر سادات کا مستحق نہیں ، اس کا جواب لکھ رہے ہیں ۔

۲۔ ۳ مئی ۱۸۶۰ع کو ہنشن کا روپیہ ملا ، اس لیے یہی سنہ درست ہے ۔ مہیش اور تقویم کے مطابق ہے ۔ اردو میں غلطی سے شوال کے بجائے رمضان لکھ دیا ہے ۔

۳۔ مجتہبی صفحہ ۲۷۸ ، مجیدی صفحہ ۱۵۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۳۷ ،

وام ترائن صفحہ ۳۳۳ ، مہیش صفحہ ۱۷۰ ، سہر صفحہ ۹۰ ۔

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۲ ۔

نہیں ہے۔ ہاں، الگھ' صاحب سے ہے، سو ان کے نام کا خط کھلا ہوا  
تم کو بھیجتا ہوں، پڑھ کر، بند کر کر، ان کو دو، اور ان سے ملو،  
اور جو کچھ وہ کہیں مجھ کو لکھو۔

احلام الدولہ، بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانے  
کتاب کس کو کہتے ہیں، اور آگرہ کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ  
کون سے درخت کا پھل ہے۔ میرا اردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔  
سکندر شاہ لے گئے، مصطفیٰ خان کو دے آئے۔ ڈاک میں اس کی  
رسید آ گئی۔ نہ ”برہان قاطع“ نہ ”قاطع برہان“۔

کل جس وقت تمہارا خط آیا، اس وقت منشی میر احمد حسین  
میرے پاس بیٹھے تھے۔ اور اس وقت سالک' مجذوب بیٹھا ہوا ہے۔  
یہ دونوں صاحب غم کو اور بھائی فضلو کو سلام کہتے ہیں اور  
بھائی فضلو سے یہ کہہ دیتا کہ باتفاق رائے منشی میر احمد حسین،  
اب باغ کی درخواست کی عرضی بے فائدہ، بلکہ مضر ہے۔ تمہارا  
کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے، وہ اس کو  
بیچ کر روپیہ تم کو بھیجوا دیں گے۔

غالب

[۱۷- سوال "۱۲۷۶ و ۹- مئی ۱۸۶۰ع]

۱- غالباً ٹالس ہڈی کے بھائی، الگزندر ہڈی آزاد مراد ہیں۔  
اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف مرزا (۱۸۶۰ع) اور،  
میں اور سالک اس زمانے میں دہلی میں تھے۔

۲- قربان علی بیگ سالک۔

۳- اردو سے معلیٰ طبع اول "بیچ کر۔"

۴- تاریخ خط میں ہے، منہ کا اضافہ کیا گیا۔

## [۲۶۲] ابضاً (م)

یوسف مرزا! کیوں کر تجھ کو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا۔  
 اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں، کہ اب کیا کرو، مگر صبر۔  
 یہ ایک شہودِ فرسودہ ابنائے روزگار کا ہے۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے  
 ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ: ”صبر کرو۔“ ہائے، ایک کا کلیجا  
 کٹ گیا ہے اور لوگ آسے کہتے ہیں کہ تو نہ ٹڑپ۔ بھلا کیوں کر  
 نہ ٹڑپے گا۔ صلاح اس امر میں نہیں بتائی جاتی۔ دعا کو دخل نہیں،  
 دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا، پھر باپ مرا۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے  
 کہ بے سرو پا کس کو کہتے ہیں، تو میں کہوں گا یوسف مرزا کو۔  
 تمہاری دادی لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا، یہ  
 بات سچ ہے؟ اگر سچ ہے تو جواں مرد ایک بار دونوں قیدوں سے  
 چھوٹ گیا! نہ قید حیات رہی نہ قیدِ فرنگ۔ ہاں صاحب، وہ لکھتی  
 ہیں کہ پنشن کا رویہ مل گیا تھا، وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔  
 یہ کیا بات ہے۔ جو مجرم ہو کر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو، اس کا  
 پنشن کیوں کر ملے گا؟ اور کس کی درخواست سے ملے گا۔ وسید  
 کس سے لی جانے گی؟

مصطفیٰ خان کی رہائی کا حکم ہوا مگر پنشن ضبط۔ ہر چند  
 اس پریشی سے کچھ حاصل نہیں، لیکن بہت عجیب بات ہے، تمہارے  
 خیال میں جو کچھ آئے وہ مجھ کو لکھو۔

۱۔ چنبائی صفحہ ۲۷۸، مجیدی صفحہ ۱۵۷، مبارک علی صفحہ ۲۴۷،

رام نوائں صفحہ ۳۲۵، مہیش صفحہ ۱۷۰، مہر صفحہ ۴۰۹۔

یوسف مرزا کے والد مرزا ناصر جان کا ذکر ہے جو ہجرم بغاوت  
 مارے گئے، دیکھئے یہی کتاب جلد اول صفحہ ۳۷۲۔

۲۔ اردوئے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۲۴۳۔

۳۔ ثواب مصطفیٰ خاں شیفہ۔ غالباً ۲۰ جنوری ۱۸۵۹ع کو دیا

ہوئے اور غالب ۲۴ جنوری کو ان سے ملنے کے لیے میرٹھ گئے۔

دیکھئے مکتوب بنام ہجروج، جلد اول، صفحہ ۳۷۵۔

دوسرا امر یعنی تبدیل مذہب عیاذاً باللہ - علی کا غلام کبھی مرقد نہ ہو گا - ہاں یہ ٹھیک کہ حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف تھے ، سوچے ہوں گے کہ ان دسوں میں اپنا کام نکالو ، اور ہا ہو جاؤ - عقیدہ کب بدلتا ہے ، اگر یہ بھی تھا تو ان کا گنا غلط تھا - اس طرح رہائی ممکن نہیں -

قصہ مختصر ، تمہاری دادی کا خط جو تمہارے بھائی نے مجھ کو بھیجا تھا ، وہ میں نے تمہارے ماموں کے پاس بھیج دیا - ان کی جا داد کی وا گزاشت کا حکم ہو تو کیا ہے - اگر ان کے بڑے بھائی کے یار ان کو چھوڑیں - دیکھئے انجام کار کیا ہوتا ہے -

مظفر مرزا کو دعا پہنچے ، تمہارا خط جواب طلب نہ تھا - تمہارے چچا کا آغاز اچھا ہے ، خدا کرے انجام اسی آغاز کے مطابق ہو - ان کا مقدمہ دیکھ کر تمہاری بھوبھی کا اور تمہارا سرانجام دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے - ہوگا کیا ، اگر جادادیں مل بھی گئیں تو قرض دار دام دام لے لیں گے - رزاق حقیقی ہنشن دلوا دے کہ روٹی کا کام چلے - جناب میر قربان علی صاحب کو میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دعا -

غالب

مرقومہ شبہ ۲۷ شوال ، ۱۹ مئی سال حال [۱۲۷۶ھ - ۱۲۸۰ھ]

(۳۶۳) ایضاً (۵)

اے "میری جان ، اے میری آنکھیں !

۱۔ اردو سے معلیٰ ، طبع اول آغاز صفحہ ۳۳۳ -

۲۔ بعض نسخوں میں ۹ مئی چہا ہے -

۳۔ محتبائی صفحہ ۲۷۹ ، تجدیدی صفحہ ۱۵۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۶ ،

وام لرائی صفحہ ۳۶۶ ، سہیش صفحہ ۱۵۵ ، سہر صفحہ ۲۹۶ -

ز ہجران طفلے کہ در خاک رفت  
چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت

وہ خدا کا مقبول بندہ تھا۔ وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لے کر آیا تھا۔ یہاں رہ کر کیا کرتا؟ ہرگز غم نہ کرو۔ ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود مجھے ہو، خدا تم کو جتنا رکھے، اولاد بہت۔ نانا نانی کے مرنے کا ذکر کہوں کرتے ہو؟ وہ اپنی اجل سے مرے ہیں۔ بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے۔ کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اس عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوئے؟ ہاں مظفر الدولہ کا غم منجملہ واقعات کرہلانے معلول ہے۔ یہ داغ ماتم جیتے جی نہ مٹے گا۔ والد کی خدمت بچا لانے کا ہرگز افسوس نہ چاہیے۔ کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہوتے۔ کچھ ہو ہی نہ سکے تو کیا کرو؟ اب تو فکر یہ بڑی ہوئی ہے کہ رہے کہاں اور کھائے کیا؟

مولانا کا حال کچھ تم سے مجھ کو معلوم ہوا، کچھ تم مجھ سے معلوم کرو۔ مرافعہ میں حکم دوام جہیں بحال رہا، بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد دریائے سنور کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ان کا بیٹا ولایت میں ایبل کیا چاہتا ہے، کیا ہوتا ہے؟ جو ہونا تھا سو ہو لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال اپنا مفصل تم کو لکھ چکا ہوں۔ وہ دہلی "آردو" اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو

۱۔ مظفر الدولہ ناصر الملک سید یوسف الدین حیدر، یوسف مرزا کے ناموں۔

۲۔ فضل حق خیر آبادی۔

۳۔ مولوی عبدالحق خیر آبادی۔

۴۔ غدر میں ہتھن بند ہوئی، حالات بحال ہوئے تو غالب نے مختلف

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۴۵ پر)



بہت مفید مطالب ہے ، ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہیں ہے ۔ حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کریں گے ۔ میں نے سکھ کہا نہیں ، اگر کہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۶۳۱)

طریقوں سے جد و جہد شروع کی لیکن معاملات و براہ نہ ہوئے ، بلکہ آخری جواب نے تو مرزا کے لیے آس کو پاس سے بدل دیا ، یعنی سرکاری آدمیوں نے کہا: دہا غدر میں جو سکھ کہا گیا وہ تم ہی تھے ۔ غالب نے چاہا کہ بہادر شاہ کے جلوس کے وقت جو رپورٹ اخبار میں چھپی تھی اسے پیش کر دیں اور یہ بتائیں کہ سکھ شیخ محمد ابراہیم ذوق نے لکھا تھا ، بظاہر وہ غدر کے دوران سکھ کہنے والے کا نام لینا نہیں چاہتے تھے ۔ غدر کے اخبارات میں سے ”صادق الاخبار“ مطبوعہ پنجم ماہ ذالحجہ (کذا) ۱۲۷۳ھ کی جو نقل عتیق صدیقی نے شائع کی ہے ۔ اس کی عبارت یہ ہے :

”سکھ ہائے شاہی“

”از آن طبع عالی ، عرفی زمان ، خاقانی دوران ، فیضی وقت ، مولوی ظہور علی صاحب تہانہ دار ، رئیس داوری ۔

سکھ زد در جہاں بہ عنوان اللہ

حامی دین حق بہادر شاہ

ایضاً : بشرق و غرب زدہ سکھ ہمجو مہر و ماہ

ابو ظفر شاہ عالی نسب بہادر شاہ

ایضاً : بدھر سکھ شاہی زدہ بہادر شاہ

بحق الشہد ان لا اللہ الا اللہ

ایضاً : بہ دھر سکھ شاہی زدہ بہ فضل اللہ

ابو ظفر شہر گیشی ستان ، بہادر شاہ“

اسی ”صادق الاخبار“ کے شمارہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ کی خبر ہے :

”سکھ“ نو ، طبع زاد حافظ ویران شاگرد رشید استاد ذوق مرحوم

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۳۶ پر)

تو اپنی جان اور حرمت بچانے کو کہا۔ یہ گناہ نہیں ، اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار بھی اس کو نہ مٹا سکے۔ سبحان اللہ ! گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانی اور ہنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں ؟ ہاں صاحب ، گولہ انداز کا بہنوی مددگار ہے اور شاعر کا سالا بھی جانب دار نہیں۔

لو حضرت ! میر عنایت حسین صاحب کل آئے ، میر ارتضیٰ حسین کا خط دے دیا۔ عینک لگا کر خوب پڑھا۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب کل لاؤں گا۔ میں تو صبح کو یہ خط روانہ کرتا ہوں ، وہ آج یا کل جب خط لاویں گے ، اس کو جداگانہ لفافہ میں روانہ کر دوں گا۔ مظفر مرزا دیکھئے کب تک آوے اور مجھ سے کہوں کر ملے۔

ایک لطیفہ ہرسوں کا سنو ! حافظ مو بے گناہ ثابت ہو چکے ، رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں ، املاک اپنی مانگتے ہیں ، قبض و تصرف ان کا ثابت ہو چکا ہے ، صرف حکم کی دیر۔ ہرسوں وہ حاضر ہیں ، مسئلہ پیش ہوئی۔ حاکم نے پوچھا حافظ محمد بخش کون ؟ عرض کیا کہ ”میں“۔ پھر پوچھا کہ ”حافظ مو کون ؟“ عرض کیا کہ ”میں“۔ اصل نام میرا محمد بخش ہے ، مو مو مشہور ہوں ! فرمایا ”یہ کچھ بات نہیں ، حافظ محمد بخش بھی تم ، حافظ مو

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۳۵ سے)

بہ زر زد سکھ کشور ستانی

سراج الدین بہادر شاہ ثانی

(”الہارہ سو ستاون کے اخبار“۔ . . . . طبع دہلی ۱۹۶۶ء)

صفحہ ۱۵۳ ، ۱۹۸۔

۱۔ اودوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۵۔

بھی تم ، سارا جہان بھی تم ، جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی تم ، ہم مکان کسی کو دیں ؟ مسل داخل دفتر ہوئی ، میان ہو اپنے گھر چلے آئے۔ ہاں صاحب ، خواجہ بخش درزی کل سہ پہر کو میرے پاس آیا ، میں نے جانا ایک ہاتھی کوٹھے پر جڑھ آیا ہے۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔

میرن صاحب آج کل ہائی پت کو جایا چاہتے ہیں۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی انور سے آئے ہوئے ، ”سلفان جی“ میں آکرے ہوئے ہیں۔ دن بندرہ ایک ہوئے ”مجد قلی خان میری ملاقات کو آئے تھے ، ”علی جی“ میں رہتے ہیں۔ رضا شاہ ”ہائودی“ گئے ہوئے ہیں۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی مرحوم نے رہائی پائی۔ ابھی املاک کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علی خان مغفور اپنی حویلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدمہ دن میں جاؤں گا ، خدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری ، اس وقت تک ان کوئی خط نہیں آیا ، دھیان لگا ہوا ہے زیادہ کیا لکھوں۔

[جون ۱۸۵۹ء]

[۳۶۳] ایضاً (۶)

میری جان ! خدا تیرا نگہبان !  
میں نے ”گڑبھنگ“ کو دام میں بھنسایا ، پھر قفس میں بند

- ۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۶۔
- ۲۔ یہ تاریخ ہمیشہ پرشاد سے ماخوذ ہے۔
- ۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۸۱ ، بھیدی صفحہ ۱۵۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۲۸ ، ہمیشہ صفحہ ۱۵۷ ، سہر صفحہ ۳۹۸۔
- ۴۔ گڑبھانگنے والا—بظاہر کسی عزیز کا نام رکھا ہے۔ سہر صاحب اسے ”گڑبھنگ“ کہتے ہیں۔

کر کے یہ رقم لکھوایا۔ میر ارتضیٰ حسین کو، فقط ان کے نام کی جو عبارت ہے، وہ پڑھا دینا، تاکہ ان کی خاطر جمع ہو جائے۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائے گی، جب تک سب نہ آئے گی۔ لاکھ باتیں بناؤ، مجھ کو غیرت دلاؤ، غزل جب تک پوری نہ ہو، قصیدہ جب تک تمام نہ ہو، مثنوی جب تک سب نہ لکھی ہو، کیوں کر اصلاح دی جائے؟

اپنے چھوٹے ماسوں صاحب کو میرا سلام باعتبار محبت کے، اور بندگی باعتبار سیادت کے، اور دعا باعتبار یگانگی اور استادی کے کہنا، اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں؟ جس حکم کی نقل کے واسطے تم لکھتے ہو، وہ اصل کہاں ہے کہ جس کی نقل لوں؟ ہاں، زبان زد خلق ہے کہ قدیم لوگوں سے باز پرس نہیں، مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ اے لو، کئی دن ہوئے کہ حمید خان گرفتار آیا ہے، پاؤں میں پیریاں، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، حوالات میں ہیں، دیکھئے حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نوادہ رائے کی مختار کاری پر قناعت کی گئی، جو کچھ ہونا ہے وہ ہو رہے گا۔ ہر شخص کی سرنوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں۔ نہ کوئی قانون ہے، نہ قاعدہ ہے۔ نہ نظیر کام آئے، نہ تقریر پیش جائے۔ ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خاں کی پوری دو سو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور ان کی دو بہنیں سو سو روپے سپینہ ہائے والیوں کو حکم ہوا کہ چونکہ تمہارے بھائی محرم تھے، تمہاری پنشن ضبط۔ یہ طریق ترجم دس دس روپے سپینہ تم کو ملے گا۔ ترجم یہ ہے تو تغافل کیا قہر ہوگا؟ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کا روشناس، پشم نہیں آکھڑ سکتا۔ ۵۳ برس کا پنشن، تقرر اس کا بہ مجویز لارڈ لیک و بہ منظوری گورنمنٹ، اور

بھر نہ ملا ہے ، نہ ملے گا ۔ خیر ، احتمال ہے ملنے کا ۔ جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں ۔ اس کی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا ۔ اس وقت کلو کے پاس ایک روپیہ سات آنے باقی ہیں ۔ بعد اس کے نہ کہیں سے قرض کی امید ہے ، نہ کوئی جنس رہن و بیع کے قابل ، اگر رام پور سے کچھ آیا تو خیر ، ورنہ : انا لله وانا الیہ راجعون ۔

بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں پنشن کی تقسیم کا حکم آ جائے گا ۔ دیکھتے آنا ہے یا نہیں ، اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں ۔ مظفر مرزا کا خط الور سے آ گیا یہ خیر و عافیت پہنچے ۔ میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہیں ہے ۔ میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ میں سے یہ موجب سپاہ شریعہ دو ٹلٹ مظفر مرزا کو اور ایک ٹلٹ اپنے کو تجویز کرتی ہے ، ظاہراً یہ موجب تعلیم میر قاسم علی کے ہے ۔

غالب

محرمہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ و ۱۵ جولائی سال حال

[۵۱۲۷۵ - ۱۸۵۹ ع]

[۳۶۵] ایضاً (۷)

میان !

ہرمون قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے ، وہ اور ان کے متعلق سب اچھی طرح ہیں ۔ حسوبیگ بانسی گئے ۔ کل تمھارا خط آیا ۔ بھائی ! تمھیں خارش کیوں ہوئی ؟ حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ؟

۱۔ اضافہ از نقویہ ۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۲۸۲ ، مجبوی صفحہ ۱۶۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۱ ،

رام نرائن صفحہ ۲۵۱ ، مہیشی صفحہ ۱۵۹ ، میر صفحہ ۳۹۹ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۸ ۔

ہوئے؟ خدایا اُن آوارگانِ دشتِ غربت کو جمعیت جب تو چاہے  
 عنایت کر، مگر تصدق مرتضیٰ علی کا نذرست رکھ۔ اللہ اللہ!  
 حسین مرزا کی ڈالڑھی سفید ہو گئی۔ یہ شدتِ غم و رنج کی خوبیاں ہیں۔  
 اس خط کے پہنچتے ہی اپنی اور ان کی خیر و عاقبت لکھنا۔ جہاں  
 تم نے اپنے نام کا خط پڑھا، وہاں کا حال یہ ہے:

بگفت احوال ما برقِ جہان ست  
 دمس پیدا و دیگر دم نہان ست  
 کہے بر طایرِ اعلیٰ نشینم  
 کہے بر پشتِ ہائے خود نہ بینم

ہمارے خداوند ہیں، قبلہ و کعبہ ہیں۔ خدا اُن کو سلامت رکھے۔  
 آغا باقر کا امام باڑہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہے،  
 ایک بنائے قدیم رفیع مشہور، اس کے انہدام کا غم کس کو نہ ہوگا۔  
 یہاں دو سڑکیں دوڑتی پھرتی ہیں، ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک اپنی  
 سڑک، محل ان کا الگ الگ۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ گوروں کا  
 بارک' بھی شہر میں بنے گا اور قلعہ کے آگے جہاں 'لال ڈکی' ہے،  
 ایک میدان نکالا جائے گا۔ محبوب کی دکانیں، جہیلوں کے گھر،  
 فیل خانہ، ہلاقی بیگم کے کوچہ سے خاص بازار تک، یہ سب میدان  
 ہو جائے گا۔ یوں سمجھو کہ اسو جان کے دروازہ سے قلعہ کی خندق  
 تک سوائے لال ڈکی اور دو چار کٹھوڑی کے، آثارِ عمارت باقی نہ رہیں گے۔  
 آج جان نثار خاں کے چہرے کے مکان ڈھنسنے شروع ہو گئے ہیں۔ کیوں  
 میں دلی کی ویرانی سے خوش نہ ہوں؟ جب اہل شہر ہی نہ رہے،

۱۔ اردوئے معلیٰ میں "بارک"۔ مبارک علی "ہارک"۔ متن کی تصحیح

مہیش اور عیدی سے کی ہے۔

شہر کو لے کے کیا چولہے میں ڈالوں ؟

حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا ، یہ رقعہ پڑھا دینا ۔  
 آن کا خط موسومہ مجد قلی خاں آیا ، کلو کے ہاتھ ان کے گھر بھیجوا یا ۔  
 ان کا گھر کہاں ، وہ تو میر احمد علی خاں مرحوم کی بی بی کے  
 ہاں رہتے ہیں ۔ وہ نہ تھے ، جب ' بھائی صاحب کو معلوم ہوا کہ  
 میرے دیور کا آدمی ہے ، انہوں نے مدعا دریافت کر کے خط رکھ لیا  
 اور کلو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ مجد قلی خاں  
 علی جی گئے ہوئے ہیں ، خط آن کے پاس بھیجوا دوں گی ۔ کل رضا شاہ  
 آئے تھے ۔ میں نے ان کو کہا تھا کہ تم میر احمد علی خاں کی بی بی کو  
 تاکید کر دیا کہ خط ضرور کا ہے ، اس کو یہ احتیاط پہنچا دینا ۔

صاحب ! تمہاری انا کو میں کیا جانوں ؟ کس پتے سے ڈھونڈوں ؟  
 ددا سے میں نے پوچھا ۔ امیر النسا کو وہ نہ سمجھی ، واجد علی کی  
 ماں کر کے پہچانا ۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی ماں کے  
 پہاڑ کچ ہے ۔

پیشبرہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا ۔ تم سمجھو  
 اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیج دی ہے ، تو بے شک  
 مدعاے سائلہ قبول کر کے بھیجی ہے ۔ اگر خود نہ منظور کرتا تو  
 کبھی نہ بھیجتا ۔

یاقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ ضیاء الدین خاں  
 کی والدہ کے پاس قطب گئے ہوئے ہیں ۔ ایاز اور نیاز علی ان کے  
 ساتھ ہیں ۔ دو ہندگیاں اور ایک دعا اور دو آداب ملتوی ۔ ددا اور  
 کلو اور کلیاں کی ہندگیاں پہنچیں ۔

قبر الدین خان پر سون آیا تھا ، اب آئے کا تو دعا تمہاری اس کو کہہ دوں گا ۔

غالب

[۲۸ - جولائی ' سنہ ۱۸۵۹ء]

[۳۹۶] ایضاً (۸)

حق تعالیٰ تمہیں عمر و دولت و اقبال و عزت دے ۔  
خط محررہ دوم محرم میں کوئی مطلب جواب طلب نہ تھا ۔  
مرزا حیدر صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس ۔ کل بدھ کا دن ،  
دونوں سہنوں کی ۱ تاریخ تھی ۔ صبح کے وقت مرزا آغا جانی صاحب  
آئے اور انہوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنؤ سے آئی تھی ،  
پی تن کے ہاں آگئی تھی ۔ اب وہ یا ثودی کو اپنے بیٹے کے پاس گئی ۔  
کہتی تھی کہ نصیب اعدا ناظر جی بہت بیمار ہیں ۔ خدا خبر کرے ۔  
یوسف مرزا میری جان نکل گئی ۔ کیا کروں ؟ کیوں کر خبر سنگاؤں ؟  
”یا علی“ ”یا علی“ ”یا علی“ دس بارہ بار دل میں کہا ہوگا کہ مداری  
کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا ۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا ،  
ڈاک کے برکارے نے خط لا کر دیے ۔ نیاز علی اوپر لے آیا ۔ ایک خط  
یار عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا اور ایک خط ذوالفقار الدین  
حیدر مولوی [موسوی] کا ۔ میان ! قریب تھا کہ خوشی کے مارے  
مجھ کو رونا آ جائے ۔ بارے اس خط کو میں نے آنکھوں سے لکھا ،  
چھپا لیں ۔ اب تم تماشہ دیکھو ۔ ۱۳ محرم کا خط ۱ کو مجھے پہنچا ۔

۱۔ ایضاً از سہیلی پرشاد صاحب ۔

۲۔ ہم ہائی صفحہ ۲۸۸ ، مجیدی صفحہ ۱۹۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۲ ،

رام نرائن صفحہ ۳۳۱ ، سہیلی صفحہ ۱۹۰ ، سہر صفحہ ۳۰۰ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۰ ۔

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول اور دوسرے نسخوں میں بھی ”مولوی“

ہے لیکن صحیح ”موسوی“ ہے ، یہ حسین مرزا کا لقب ہے ۔



اس میں مندرجہ ذیل جمعے کے دن ۱۹ کو بہ سبیل ڈاک کلکتے جاؤں گا اور پھر حضرت مجھ سے مطالب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتے پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجھ کو خط بھیجیں گے اور اپنے مسکن کا پتا لکھیں گے ، تب جو کچھ مجھ کو لکھنا ہو گا ، لکھوں گا۔ آغا صاحب کو سب خط سنا دیا اور ان کو اسی وقت کاٹی لائے کے پاس بھیجا ہے ، تاکہ وہ اس کو گرمائیں اور سرمائیں اور کچھ سجاد میرزا کے واسطے بھیجوائیں۔ ضیاء الدین خاں دو ہفتہ سے یہاں ہیں ، اپنے باغ میں اترے ہوئے ہیں۔ دو بار میرے پاس بھی دو دو گھڑی کے واسطے آئے تھے ، کچھ ان کو منظور ہے رعایتِ اخلاص و محبتِ قدیم۔ خدا چاہے تو کچھ سجاد میرزا کو اور کلکتے سے ان کے خط کے آنے کے بعد کچھ ناظر جی کو آن سے بھیجواؤں۔

میرا ویسی حال ہے۔ بھوکا نہیں ہوں مگر کسی کی خدمت گزاری کی توفیق نہیں ہے۔ برے بھلے حال سے گزر رہے جاتی ہے۔ افسوس ہزار افسوس ! جو تم سے اور ناظر جی سے ، میرے دل کا حال ہے ، اگر کہوں تو کون باور کرے ؟ اور وہ بات خود کہنے کی نہیں ، کرنے کی ہے ، سو کرنے کا مقدور نہیں۔ تفضل حسین خاں ابن غلام علی خاں میرٹھ میں اپنے ماموں صاحب کے پاس ہے۔ شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا ، تمہارا سلام کہہ دیا ، برسوں پھر وہ میرٹھ گیا۔

بھائی افضلو عرب سرا میں رہتے ہیں ، برسوں سے آئے ہوئے ہیں۔ یہیں اترے ہوئے ہیں۔ دوڑتے ہیں۔ عریضیاں دہتے پھرتے ہیں ، کوئی سنتا نہیں۔ تم کو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف ہو گیا ، فقیر اور ہتھیار جس پاس ہو وہ نہ آئے۔ اور باقی ہندو مسلمان عورت مرد

سوار پیادہ جو چاہے چلا آئے ، چلا جائے ، مگر بغیر آبادی کے ٹکٹ کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ سڑکیں نکلیں گی ، اور گوروں کی جھانپیں شہر میں بنے گی ، کچھ بھی نہ ہوا۔ مرہٹ کر ایک جان نثار خان کے چہنرے کی سڑک نکلی ہے۔ دلی والوں نے لکھنؤ کا خاکہ اڑا رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ لا کھوں مکان ڈھا دیے اور صاف میدان کر دیا۔ میں جانتا ہوں ایسا نہ ہو گا۔ بات آنتی ہی ہے جو تم نے لکھی ہے۔ بہر حال اب جو کچھ ہو لکھو۔ اور ناظر جی کے روالہ ہو جانے کی خبر اور سجاد اور اکبر اور آن کی ماں کی خیریت اور اپنے باپ کا حال لکھو۔

پنجشنبہ ، ۱۸ - محرم الحرام [۱۲۷۶ھ]  
[۱۸ اگست ۱۸۵۹ء]

### [۳۶۷] ایضاً (۹)

میری جان! شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب میں نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا نہیں آیا کہ میں نے اسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا ہو ، بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو تم نے مجھ کو شکایت نامہ بھیجا ہے ، اس کے بعد ایک خط میرا بھی تم کو پہنچا ہو گا۔ یہ خط کلی آیا ، آج میں اس کا جواب لکھتا ہوں۔

سنو صاحب ، تم جانتے ہو کہ میں ۱۴ پارچہ کا خلعت ایک بار اور ملبوس خاص شال رومال دوشالہ ایک بار پیش گاہ حضرت سلطان عالم

۱۔ دونوں سنہ تقویم اور سہیش صاحب سے لی گئی ہیں۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۸۶ ، مجیدی صفحہ ۱۶۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۵ ،

رام نرائن صفحہ ۳۳۳ ، سہیش صفحہ ۱۶۳ ، سہر صفحہ ۳۰۲ ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۲ ۔

۴۔ سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ مرحوم شاہ اودھ ۔

سے ہا چکا ہوں۔ مگر یہ بھی جانتے ہو کہ وہ خلعت مجھ کو دو بار کس کے ذریعہ سے ملا ہے ؟ یعنی جناب قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر مدظلہ العالی۔ اب آدمیت اس کی مقتضی نہیں ہے کہ میں بے آن کے توسط کے مدح گسٹری کا قصد کروں، چنانچہ قصیدہ لکھ کر اور جیسا کہ میرا دستور ہے کاغذ کو بتوا کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔ یقین ہے کہ حضرت نے وہاں بھیج دیا ہو گا۔ اور میں تم کو بھی لکھ چکا ہوں کہ میں نے قصیدہ لکھنو کو بھیج دیا ہے۔ اسی خط میں یہ بھی تم کو لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلماء سید نقی صاحب اگر کلکتے پہنچ گئے ہوں تو مجھ کو اطلاع دو۔

داروہنگی اسلاک کے باب میں جو مناسب اور معقول اور واقعی ہے، وہ میں بے پردہ عالیشان مظفر حسین خان کے خط میں لکھتا ہوں۔ یہ ورق پڑھ کر آن کی خدمت میں گزراں دو اور وہ جو ارشاد کریں مجھ کو لکھو۔

تمہارے اس خط کے مطالب مندرجہ کا جواب ہو چکا، اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اس وقت لکھنے کو نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ایک خط تمہارے ماسوں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہوں۔ اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تم کو ایک حال معلوم ہو گا۔

خالص

شنبہ ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ء

۱۔ جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ بن جناب سید العلماء مولانا سید حسین صاحب قبلہ۔ واجد علی شاہ کے عہد میں تقسیم خمس و زکوٰۃ اور رقوم امداد کے نگران اعلیٰ تھے۔ ۵۱۳۰۹ میں رحلت فرمائی (تذکرۃ سہ ماہی، طبع دہلی، صفحہ ۲۳۵) نیز دیکھئے حاشیہ خط نمبر ۳۵۸۔

۲۔ نیز دیکھئے خط نمبر ۳۵۵۔

۳۔ مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ۔

## [۳۶۸] ایضاً (۱۰)

یوسف میرزا !

میرا حال سوائے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا ۔ آدمی کثرتِ غم سے سوداقتی ہو جاتے ہیں ، عقل جاتی رہتی ہے ۔ اگر اس بجومِ غم میں میری قوتِ متفکرہ میں فرق آ گیا ہو تو کیا عجب ہے ، بلکہ اس کا باور نہ کرنا غضب ہے ۔ پوچھو کہ غم کیا ہے ؟ غم مرگ ، غم فراق ، غم رزق ، غم عزت ۔ غم مرگ : میں قلعہ ، نا مبارک سے قطع نظر کر کے اہل شہر کو گنتا ہوں : مظفر الدولہ ، میر ناصر الدین ، میرزا عاشور بیگ میرا بھانجا ، اس کا بیٹا احمد میرزا آکس برس کا بچہ ، مصطفیٰ خان ابن اعظم الدولہ ، اس کے دو بیٹے ارتضیٰ خان اور مرتضیٰ خان ، قاضی فیض اللہ ۔ کیا میں ان کو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا تھا ؟ اے لو ، بھول گیا ، حکیم رضی الدین خان ، میر احمد حسین میکش ۔ اللہ اللہ ! ان کو کہاں سے لاؤں ؟

غم فراق : حسین میرزا ، میر مہدی ، میر سرفراز حسین ، میرن صاحب ، خدا ان کو جیتا رکھے ۔ کاش یہ ہوتا کہ جہاں ہوتے وہاں خوش ہوتے ۔ گھر ان کے بے چراغ ، وہ خود آوارہ ، سجاد اور اکبر کے حال کا جب تصور کرتا ہوں ، کلیجہ لکڑے لکڑے ہوتا ہے ۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے ، مگر میں علی کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان اسوات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں ٹیرہ و قار ہے ۔ حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مر گیا ۔ اس کی بیٹی ، اس کے چار بچے ، اس کی ماں یعنی میری بھانج ، جسے پور

۱۔ مجتہاتی صفحہ ۲۸۶ ، مجیدی صفحہ ۱۶۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۴ ،

وام نرائن صفحہ ۳۳۴ ، سپیشی صفحہ ۱۶۳ ، مہر صفحہ ۲۵۴ ،

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۳ ۔

میں بڑے ہوئے ہیں۔ اس تین برس میں ایک روپیہ ان کو نہیں بھیجا۔  
 بھیجی کیا کہتی ہو گی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہاں اغنیا اور  
 امرا کے ازواج و اولاد ہیک مانگتے بھریں اور میں دیکھوں ! اس  
 مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہیے۔

اب خاص اپنا دکھ روتا ہوں : ایک بی بی ، دو بچے ، تین جار آدمی  
 گھر کے ، کلو ، کلیان ، اپاز یہ باہر : مداری کے جو رو بچے بدستور ، گونا  
 مداری موجود ہے۔ میان کھمن کٹے کٹے سپینہ بھر سے آگئے کہ  
 بھوکا مارتا ہوں ، اجھا بھائی تم بھی رہو۔ ایک پیسے کی آمد نہیں ، بیس  
 آدمی روٹی کھانے والے موجود۔ مقام معلوم سے کچھ آئے جاتا ہے۔  
 وہ بقدر سدر رمق ہے۔ محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت کام سے کم  
 ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں دیو  
 نہیں ، بیوت نہیں ، ان رنجوں کا تحمل کیوں کر کروں۔ بڑھاپا ،  
 ضعف فوکل۔ اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ شاید کوئی  
 دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں ورنہ بڑا رہتا ہوں ، گونا صاحب فراش ہوں ،  
 نہ کہیں جانے کا ٹھکانا ، نہ کوئی میرے پاس آنے والا۔ وہ عرق  
 جو بہ قدر طاقت بنائے رکھتا تھا ، اب میسر نہیں۔ سب سے بڑھ کر  
 آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے۔ دربار میں جاتا تھا ، خلعت فاخرہ  
 باٹا تھا۔ وہ صورت اب نظر نہیں آتی۔ نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں ، نہ  
 بے گناہ ہوں نہ گناہ گار ہوں ، نہ مخیر نہ مفسد۔ بھلا اب تم ہی کہو کہ  
 اگر یہاں دربار ہوا اور میں پلابا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں ؟ دو  
 مہینے دن رات خون جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا۔  
 عہد الفضل مصور کو دے دیا۔ وہ پہلی دسمبر کو مجھ کو دے گا یہ آس کا

مطلوع ہے ۔

و سال سو دگر آئے بروئے کار آمد

ہزار و ہشت صد و شست دو شمار آمد

اس میں التزام اپنی تمام سرگزشت کے لکھنے کا کیا ہے ۔ اس کی نقل تم کو بھیجوں گا ۔ میرے آقا زادہ روشن گہر جناب مفتی میر عباس صاحب کو دکھان ۔ اس مجھے ہونے بلکہ مرے ہونے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے ۔

جہاں پناہ کی مدح کی فکر نہ کر سکا ۔ یہ قصیدہ ممدوح کی نظر سے گزرا نہ تھا ۔ میں نے اسی "میں امجد علی شاہ کی جگہ واجد علی شاہ کو بٹھا دیا ۔ خدا نے بھی تو یہی کیا تھا ۔ انوری نے ہارپا ایسا کیا ہے کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا ۔ میں نے اگر باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا ؟ اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں کہ جس کا ذکر یہ طریق اختصار اوپر لکھ آیا ہوں ۔ اس قصیدہ سے مجھ کو غرض دست گاہ سخن منظور نہیں ، گدائی منظور ہے ۔ بہر حال یہ تو کہو قصیدہ پہنچا یا نہیں پہنچا ۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۵ ۔

۲۔ یہ قصیدہ دیوان طبع اول دہلی میں یہ عنوان "لمح امجد علی شاہ" موجود ہے ، اور کلیات طبع نول کشور میں بھی اسی طرح بلا اختلاف موجود ہے ۔ شاید غالب نے جو تبدیلی کر کے ممدوح جدید کے نام لکھا تھا ، وہ کلیات میں داخل ہونے سے روکھا ۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے :

شادم کہ گردشی بہ سزا کرد روزگار

بی باہ کام عیش روا کرد روزگار

دیکھئے کلیات غالب ، طبع مجلس ، جلد دوم ، صفحہ ۱۲۲ ۔ نیز خط

داد حسن مرزا نمبر ۳۵۶ ، ۳۵۷ ۔

ہرسوں گھارے ماسوں کا خط آیا۔ وہ قصیدہ کا پہنچنا لکھتے ہیں۔ کل تمھارا خط آیا، اس میں قصیدہ کے پہنچنے کا ذکر نہیں۔ اس نگرہ کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہیں؟ اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں، اگر گزرا تو کس کی معرفت گزرا اور کیا حکم ہوا؟ یہ امور جلد لکھو اور ہاں یہ بھی لکھو کہ اسلاک واقع شہر دہلی کے باب میں کیا حکم ہوا؟

میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فردِ فہرستِ دیہات و باغات و اسلاک مع حاصل پر یک باغ و دہ و ملک، ناظر جی کو بھیج دی ہے۔ اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی۔ یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے۔ مگر اتنا ہی، معلوم رہے کہ شہر کی عمارت جو سڑک میں نہیں آئی اور برسات میں ڈھل نہیں گئی وہ سب خالی پڑی ہے۔ کرایہ دار کا نام نہیں۔ مجھ کو یہاں کی اسلاک کا علاقہ حسین میرزا کے واسطے مطلوب ہے۔ میں تو ہشن کے باب میں حکم اخیر سن لوں، پھر رام پور چلا جاؤں گا۔ جادی الاول سے ذی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرم سے سنہ ۱۲۷۷ھ سال شروع ہوگا۔ اس سال کے دو چار، حد دس گیارہ مہینے غرض کہ انیس بیس مہینے ہر طرح بسر کرنے ہیں۔ اس میں ریخ و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم میں ہے وہ پہنچ جائے۔ اور پھر علی علی کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤں۔ جسم رام پور میں اور روح عالم نور میں ”یا علی“

”یا علی“ ”یا علی“ !

میاں! ہم تمھیں ایک اور خبر لکھتے ہیں: برہما کا پتر دو

۱۔ اردو سے معنی ”ڈہ“۔

۲۔ غالب کو یقین تھا کہ وہ ۱۲۷۷ھ میں مر جائیں گے۔ چنانچہ

انھوں نے مصرعہ تاریخ ”ہو کہ غالب مرد“ بھی کہہ لیا تھا۔

۳۔ اردو سے معنی طبع اول، آغاز صفحہ ۳۳۶۔

دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا۔ ہے ہے! کیا ایک بخت غریب لڑکا تھا۔ باپ اس کا شیوجی رام اس کے غم میں مردہ سے بدتر ہے۔ یہ دو مصاحب میرے یوں گئے۔ ایک مردہ، ایک دل افسردہ۔ کون ہے جس کو تمہارا سلام کہوں؟ یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فرد ان سے لے کر پڑھ لینا اور جس طرح ان کی رائے میں آئے اس پر حصولِ مطلب کی بنا اٹھانا اور ان سب مدارج کا جواب شتاب لکھنا۔

ضیاء الدین خاں دہشک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے۔ دیکھیے آکر کیا کہتے ہیں۔ یا رات کو آگئے ہوں یا شام تک آجائیں۔ کیا کروں، کس کے دل میں اپنا دل ڈالوں۔ بمترضی علی چلے سے نیت میں یہ ہے کہ جو شاہ اودھ سے ہاتھ آئے، حصہ برادرانہ کروں، نصف حسین مرزا اور تم اور سجاد، نصف میں مفلسوں کا مدار حیات خیالات پر ہے۔ مگر اسی خیالات سے آن کا حسن طبیعت معلوم ہو جاتا ہے۔ والسلام خیر ختام۔

دوشنبہ ۲۷ جمادی الاول ۱۲۷۶ھ مطابق ۲۸ - نومبر سنہ ۱۸۵۹ء  
وقت صبح

### [۳۶۹] ابضاً (۱۱)

میاں! کل صبح کو تمہارے نام کا خط روانہ کیا، شام کو تمہارا

۱۔ یعنی تم لوگوں کو فرض نہ دے گئے جس کا ذکر کر چکے ہیں۔

۲۔ اردو سے معلیٰ "اسی" صحیح "انہی"۔

۳۔ تقویم کے مطابق ہے اور خود غالب نے لکھا ہے۔

۴۔ مجتہائی صفحہ ۲۸۹، مجیدی صفحہ ۱۶۶، مبارک علی صفحہ ۲۵۷،

رام نوائی صفحہ ۳۳۸، مہیش صفحہ ۱۹۶، مسر صفحہ ۴۰۵۔

اردو معلیٰ طبع اول اور مہیش و مسر کے علاوہ اردو کے نسخوں

میں "کل" موجود نہیں ہے۔



ایک خط اور آیا ۔ حضرت زبدۃ العلاءؑ کا اب تک وہاں نہ پہنچنا  
 تعجب کی بات ہے ۔ حق تعالیٰ اُن کو جہاں رہیں انہیں حفظ و امان  
 میں رکھے جب چاہیں وہاں پہنچیں ۔ میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ  
 امیدہ گزرے اور کچھ ہمارے "مہارے ہاتھ آئے"۔ لیکن کل کے خط  
 کی پشت پر جو سطرین ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُس کے  
 دیکھنے سے اُس ٹوٹ گئی ، کچھ ہاتھ آنا نظر نہیں آتا ۔

املاک واقع شہر دہلی کے سوال کا جواب اب کی بار قلم انداز  
 ہوا ، مکرر اگر کہا جائے گا تو بے شک یہ جواب آنے کا کہ ہم نے  
 نو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیے ، معاوضہ ہو گیا ۔ بھائی ! میں  
 پہلے ہی جانتا تھا کہ یہ املاک قتل ہوئی اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو  
 علاوہ زر مقررہ ملا ہے ، وہ دلی کی املاک کا خون بہا ہے ۔ پرسوں  
 ناظر جی کے نام کے سرائے میں فرد فہرست مجموعہ املاک بھیج چکا  
 ہوں ۔ خیر ، یہ وار بھی خالی گیا ۔ مولانا غالب علیہ الرحمہ  
 خوب فرماتے ہیں :

منحصر مرئے یہ ہو جس کی امید

نا آمیدی اُس کی دیکھا چاہیے

مہارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے ،  
 وہ کس زبان سے ادا کروں ۔ ہے ہے ! حسین مرزا اور یہ کہے کہ  
 میں کہاں جاؤں اور کیا کروں ۔ اور مجھ کم نعت سے اُس کا جواب  
 سر انجام نہ ہو سکے ۔ بہت بڑا آدرا تھا اس سرکار کا ۔ خدمت نہ سہی ،  
 عہدہ نہ سہی ، علاقہ نہ سہی ، سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہ مقرر  
 ہو جانا کیا مشکل تھا ۔ دلی کے آدمی خصوصاً امرائے شاہی ہر شہر

۱۔ زبدۃ العلاءؑ مولانا سید تقی صاحب کا خطاب ہے ۔ دیکھیے خط

نمبر ۳۹۷ ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۴۳ ۔

میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ آن کے سائے سے بھاگتے ہیں۔ مرشد آباد ابھی ایک سرکار تھی۔ حیدر آباد بہت بڑا گھر ہے، مگر بے ذریعہ و واسطہ کیوں کر جائے اور جائے تو کس سے ملے، کیا کسے؟ لاجار وہیں رہو۔ کسی طرح شاہ اوہ کا سامنا ہو جائے، اور میں کہاں کی صلاح بتاؤں۔ وہ صاحب ریتک گئے ہیں، کل یقین ہے کہ آگئے ہوں گے۔

مجھ کو ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیت الہی میں ہے تو دسمبر مہینے میں کچھ ظہور میں آجائے گا۔ نواب گورنر جنرل بہادر، یقین ہے کہ آج آگرہ میں رونق افروز ہوں۔ الور، جے پور، دھول پور، گوالیار، ٹونک، جاوہر، چھ رئیسوں کی وہاں ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہم کو کیا؟ لیٹ الدولہ حسین علی خاں بہادر کی خدمت میں میرا سلام نیاز اور شکر یاد آوری۔

مراقبہ صبح سہ شنبہ، ۲۹ نومبر، ۳۔ جادی الاول

بہ حساب جنتری۔ [۱۲۷۶ھ - ۱۸۵۹ع]

[۳۷۰] ایضاً (۱۲)

میاں! تمہارا خط رام پور پہنچا اور رام پور سے دلی آیا۔ میں ۲۳ شعبان کو رام پور سے چلا اور ۳ شعبان کو دلی پہنچا۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، ”ساتھ سے“ مہیش ”ساتھ سے“۔

۲۔ ضیاء الدین خاں مراد ہیں۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۸۔

۴۔ سنہ جنتری اور مہیش سے لیا گیا ہے۔

۵۔ مجبائی صفحہ ۲۹۱، مجیدی صفحہ ۱۶۷، مبارک علی صفحہ ۲۵۸،

رام نرائن صفحہ ۳۳۹، مہیش صفحہ ۱۶۷، مہر صفحہ ۳۰۷۔

اردوئے معلیٰ طبع مجیدی و مبارک میں ہے: ”میاں، تمہارا خط

رام پور سے دلی آیا“۔

اسی دن چاند ہوا۔ یک شنبہ، رمضان کی پہلی، آج دوشنبہ ۹ رمضان کی ہے۔ سو نواں دن مجھے جہاں آئے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رام پور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا۔ اب ان کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط ان کو تمھاری روانگی کے بعد پہنچا۔

تم جو مجھ کو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو، کیا مجھ کو ان کے حال سے غافل اور ان کی فکر سے فارغ جانتے ہو؟ کچھ بنا ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تک آؤ گے؟ صرف تمھارے دیکھنے کو نہیں کہتا، شاید تمھارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمیشہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں، شاید آگے بڑھ کر کچھ حاجت پڑے۔ یہ ہر حال جو ہو گا وہ سمجھ لیا جائے گا۔ تم چلے آؤ۔ ہمیشہ عزیزہ کو میری دعا کہہ دینا۔

مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ بھائی! تمھارا خط رام پور پہنچا۔ ادھر کے چلنے کی فکر میں جواب نہ لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب کو گئے، جگراؤں میں منشی رجب علی کے سہان ہیں۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب سیدی علی خاں بہ قدر قلیل بلکہ اقل کچھ ان کی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوش نویسی اور وہ دونوں بھائی باہم رہتے ہیں۔ میں وہیں تھا کہ صفدر سلطان دلی کو آئے تھے۔ اب جو میں یہاں آیا تو سنا کہ وہ میرٹھ گئے۔ خدا جائے رام پور جائیں یا کسی اور طرف

کا قصد کریں۔ تباہی ہے، قہر الہی ہے، مجھ کو لڑکوں نے بہت  
 تنگ کیا ورنہ چند روز اور رام پور میں رہتا۔ زیادہ کیا لکھوں۔  
 راقم غالب

مرقومہ دو شنبہ ۹ رمضان و ۲ اپریل

[۵۱۲۷۶ - ۱۸۶۰ع]

## [۳۷۱] بہ نام منشی شیو' نرائن صاحب (۱)

صاحبؑ !

خط پہنچا ، اخبار کا لفاظہ پہنچا ، لفاظوں کی خبر پہنچی ۔ آپ نے کیوں تکلیف کی ؟ لفاظے بتانا ، دل کا بہلانا ہے ۔ بے کار آدمی کیا کرے ؟ بہر حال جب لفاظے پہنچ جائیں گے ، ہم آپ کا شکر بجا لائیںؑ گے :

۱۔ منشی شیو نرائن آرام خف منشی نندلال خف منشی ہنسی دھر ۔  
 آگرے میں رہتے تھے ۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۳۳ع میں پیدا ہوئے اور  
 ۳ ستمبر ۱۸۹۸ع میں فوت ہوئے ۔ شیو نرائن کے دادا ، متعدد  
 سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ آخر میں غالب کے نانا غلام حسین  
 خاں کھیدان کی جائداد کے منصرم بنی ہو گئے تھے ۔ غالب  
 کے بچنے کے دوست کنہیا لال ، لالہ ہنسی دھر کے چھوٹے بھائی  
 تھے ۔ دلی آنے کے بعد غالب کا اس خاندان سے وہ میل جول  
 نہ رہا ۔ ۱۸۵۸ع میں 'دستنبو' کی اشاعت کے لیے کسی برس کی  
 فکر ہوئی تو منشی ہرگوبال تفتہ کے ذریعے 'مطبع منید خلائی'  
 انتخاب میں آیا ۔ شیو نرائن اس برس کے مالک اور تفتہ ،  
 نبی بخش حطیر اور حاتم علی مہر کے دوست بھی تھے ۔ ایک  
 اخبار 'منید خلائی' ایک کادستہ 'معیار الشعرا' بھی نکالتے تھے۔  
 چونکہ ان کے باپ دادا انگریزوں کے نمک خوار اور وفادار تھے  
 خود نئے تعلیم یافتہ اور شاعر بنی تھے ، غالب سے گہرے  
 تعلقات ہو گئے۔ دستنبو اور دھوان اردو کی اشاعت انہی کے  
 برس سے ہوئی ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۹۲ ، مجیدی صفحہ ۱۱۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۵۹ ،

رام نرائن صفحہ ۳۴۰ ، مجیدی صفحہ ۳۵۷ ، مہر صفحہ ۲۳۲ ۔

۳۔ آرام نے برس سے لفاظے چھاپ کر بیوجنے کا ذکر کیا ہے ۔

ہر چہ از دوست می رسد ، نیکو ست

یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو ؟ مہاجن لوگ جو یہاں بستے ہیں ، وہ یہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہ گیسوں کہاں سستے ہیں ، بہت سخی ہوں گے تو جنس پوری تول دیں گے ، کالڈ روپد مہینے کا کیوں مول لیں گے ؟

کل آپ کا خط آیا ، رات چر میں نے فکر شعر میں خون جگر کھایا ، اکیس شعر کا قصیدہ کہہ کر تمہارا حکم بجا لایا ۔ میرے دوست ، خصوصاً میرزا تقی جاقتی ہیں کہ فن تاریخ کو نہیں جانتا ، اس قصیدہ میں ایک روش خاص سے اظہار سنہ ۱۸۵۸ ع کا کر دیا ہے ۔ خدا کرے تمہارے پسند آوے ۔ تم خود قدر دانِ سخن ہو اور تین استاد اس فن کے تمہارے یار ہیں ، میری محنت کی داد مل جائے گی :

#### قصیدہ

ملاذِ کشور و لشکر ، پناہِ شہر و سپاہ  
جنابِ عالی 'ایلن برون' والا جاہ  
بلندِ رتبہ وہ حاکم ، وہ سر فراز امیر  
کہ باجِ تاج سے لیتا ہے جس کا طرفِ کلاہ  
وہ محض رحمت و رافت کہ جہرِ اہلِ جہاں  
نیابتِ دمر عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ  
وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جس کی ہر مش کے  
بسنے ہے شعلہٴ آتشِ الہی ہر کاہ

- 
- ۱۔ یہ قصیدہ شیونرائن نے 'ایلن براؤن' کے لڑکے کی ولادت کے موقع پر پیش کیا ۔ غائب کے متداول دیوان اردو میں نہیں ہے ۔
  - ۲۔ تین استادوں سے مراد نبی بخش حقیر ، ہرگوبال تقی اور حاتم علی مہر ہے ۔
  - ۳۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغازِ صنم ۱۳۵۰ء ۔

زمیں سے سودۂ گوہر اٹھے بجائے غبار  
جہاں ہو تو سنِ حشمت کا اُس کے جولاں گاہ

وہ مہربان ہو تو انجم کہیں ”اللہی شکر“  
وہ خشمگیں ہو تو گردوں کہیں ”خدا کی پناہ“

یہ اُس کے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش  
کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہ ہر سر راہ

بزبر پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا  
کبھی جو ہوتی ہے الجھی ہوئی دمرِ روباہ

نہ آفتاب ، ولے آفتاب کا ہم چشم  
نہ بادشاہ ، ولے مرقبہ میں ہمسر شاہ

خدا نے اُس کو دیا ایک خوب رو فرزند  
ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوئے ماہ

زبے ستارۂ روشن کہ جو اُسے دیکھے  
شعاعِ مہرِ درخشاں ہو اُس کا تارِ نکاہ

خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں  
بنے گا شرق سے تا غرب اس کا بازی گاہ

جوان ہو کے کرے گا یہ وہ جہاں بانی  
کہ تابع اس کے ہوں روز و شب و سپید و سیاہ

کہے گی خلق اسے داورِ مہرِ شکوہ  
لکھیں گے لوگ اسے خسروِ ستارہ سیاہ

عطا کرے گا خداوندِ کار ساز اسے  
روانِ روشن و خوئے خوش و دلِ آگاہ

ملے گی اس کو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اسے  
ہڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاجِ گواہ

یہ ترک تاز سے برہم کرے گا کشورِ روس  
یہ لے گا بادشہرِ چین سے چھین تخت و کلاہ  
سنہینِ عیسوی اٹھارہ سو اور اٹھاون  
یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و پگہ  
یہ جتنے سبکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں  
دراز اس کی ہو عمر اس قدر ، سخن کوٹاہ  
اسجد وار عنایات ، شیو نازائیں  
کہ آپ کا ہے نمک خوار اور دولت خواہ  
یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عز و جاہ کے ساتھ  
نہیں اور اس کو سلامت رکھے سدا، اللہ !  
[اگست ۱۸۵۸ء]

### (۲) ایضاً (۲)

شفیق میرے\* ، مکرم میرے منشی شیور نرائن صاحب ! تم  
ہزاروں برس سلامت رہو ۔ تمہارا مہربانی نامہ اس وقت پہنچا اور میں  
نے اسی وقت جواب لکھا ۔ بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو  
یا چار جزو کی کتاب ہو ، چھ جزو سے کم نہ ہو ۔ مسطر دس گیارہ  
سطر کا ہو ، مگر حاشیہ تین طرف بڑا رہے ، شہرازہ کی طرف کا کم ہو ۔  
یہ باتیں سب میرزا تقہ کو لکھ چکا ہوں ۔ اس بار بے پروا نے تم سے  
شاید کچھ نہیں کہا ۔ اس کے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو ،  
غلط نامہ کی حاجت نہ پڑے ۔ آپ خود متوجہ رہیے گا ۔ اور

۱۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۵۱ ۔

۲۔ خط میں اور مہیش میں تاریخ نہیں ہے ، سنہ اصل قصیدہ سے  
معلوم ہوا ہے ۔

۳۔ مجبائی صفحہ ۲۹۳ ، مجیدی صفحہ ۱۱۲ ، بیارک علی صفحہ ۲۹۱ ،

رام نرائن صفحہ ۳۳۲ ، مہیش صفحہ ۳۷۷ ، مہر صفحہ ۲۳۳ ۔



منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہیے گا تو وہ بھی آپ کے شریک رہیں گے ، اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں ۔

کاغذ شیو رام پوری ہو ، خیر ، مگر سفید و سپرہ کیا ہوا اور لعاب دار ہو ۔ پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنی لکھے جائیں تو اس کی طرز تحریر اور تقسیم دل پسند اور نظر فریب ہو ۔ حاشیہ کی قلم بہ نسبت متن کی قلم کے خفی ہو ۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں سے دو جلدیں ولایت کو جائیں گی ۔ ایک جناب فیض مآب ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میرے آٹائے قدیم لارڈ الن برا بہادر کی نذر ۔ اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کروں گا ۔ میرزا تفتہ کو باقی جلدوں کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیے گا ۔ یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول ۔ اور ان چھ جلدوں کی جو لاگت پڑے ، روپیہ جلد سے لے کر دو روپیہ جلد تک وہ مجھ سے منگوا بھیجیے گا ۔ میں بمجرد طلب کے فوراً ہنڈوی بھیج دوں گا ۔ ایک خریدار پچاس جلد کے وہاں پہنچے ہیں ، واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیے کہ ان سے ملیں یعنی راجہ امید سنگھ بہادر اندور والے ۔ وہ ”جھلی اینٹ“ میں ہوائس کے چھوڑے رہتے ہیں ۔ تعجب ہے کہ آپ کا خط آ گیا اور مرزا تفتہ نے مجھے ہاوسل کی رسید نہیں لکھی ۔ اب میرا خط فارسی اپنے نام کا اور یہ خط ، دونوں خط ان کو دکھا دیجیے گا اور راجہ امید سنگھ سے ملنے کو کہیے گا ۔ اور ہاں صاحب ، یہ ان کو تاکید کیجیے گا کہ وہ رباعی جو میں نے لکھ بھیجی ہے اس کو سب سے پہلے جہاں اس کا

۱۔ لارڈ الن برا کی مدح میں ایک قصیدہ ابھی گزر چکا ہے ۔

اس خط سے معلوم ہوا کہ لارڈ صاحب سے غالب کے ہوائے مراسم ہیں ۔

۲۔ اردو سے معالیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۲ ۔

نشان دیا ہے اسی فقرے کے آگے ضرور ضرور لکھ دیجیے گا اور وہ رباعی یسویں صفحہ میں اس فقرہ کے آگے ہے :

”نے نے ، اختر بخت خسرو در باندی بجائے رسید کہ رخ از خاکیان نہفت۔“

تم آن کو یاد دلا کر آن سے لکھوا لینا ۔ ضرور ضرور ۔

یہ جو تم نے لکھا کہ صاحب نے سن کر اس کو پسند کیا ، میں حیران ہوں کہ کون سا مقام تم نے پڑھا ہو گا ۔ کیوں کر کہوں کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہوں گے ؟ اس کی جو حقیقت ہو مفضل لکھو ۔ زیادہ زیادہ ۔

واقم اسد اللہ

سہ شنبہ ۱۳ ماہ اگست سنہ ۱۸۵۸ ع

ضروری جواب طلب

[۳۷۳] ایضاً (۲)

سہاراج !

سخت حیرت میں ہوں کہ منشی ہر گوبال صاحب نے مجھ کو

۱۔ اس عبارت کے بعد ’دستنبو‘ (طبع اول و دوم صفحہ ۲۰) میں یہ رباعی ہے :

جائے کہ ستارہ شوخ چشمی ورزد

انسر افسار و گرزں ارژاں ارزد

خرشید زائید شد جا در گردن

بر چرخ نہ بینی کہ چسان می لرزد

نیز دیکھیے خط بنام تفتہ نکالتمہ ۲۸ اگست ۱۸۵۸ ع ۔

۲۔ مطابق ۲۱ محرم ۱۲۷۵ ۔

۳۔ مجتہبی صفحہ ۲۹۵ ، مجیدی صفحہ ۲۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۵ ،

رام نرائن صفحہ ۳۴۳ ، سہیش صفحہ ۳۷۸ ، مہر صفحہ ۲۳۵ ۔

خط لکھنا کیوں چھوڑا ۔ اگر مجھ سے خفا ہیں تو کیوں خفا ہیں ۔ اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں گئے اور کیوں گئے ہیں ، اور کب تک آئیں گے ؟ آپ سہربانیؒ فرما کر یہ امور مجھ کو لکھ بھیجے ۔ اس سے علاوہ ، ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہے اور آن کو لکھا کہ اس کو 'دستنبو' میں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بھائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہیں اور آن کو بھی 'دستنبو' میں لکھ دینے کا محل بتا دیا ہے ۔ میں نہیں جانتا [ کہ ] ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا ، اور انہوں نے نظم کو اور انہوں نے نثر کو کتاب کے حاشیے پر چڑھا دیا یا نہیں ؟ تم سے بہ ہزار آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیے پر چڑھ گئے ہیں تو مجھ کو ان کے لکھے جانے کی اطلاع دیجیے کہ تشویش رفع ہو اور اگر ان دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے ، آپ مرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجیے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کر کے آن کو جا بہ جا حاشیے پر رقم کیجیے اور مجھ کو اطلاع دیجیے۔۔۔

ضرور ضرور ضرور ۔

اور ایک اور کام آپ کو کرنا چاہیے کہ شاید تیسرے صفحہ کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اول میں یہ فقرہ ہے :

"اگر دردم دیگر بہ نہیں مباش بہم" پر زائد

- 
- ۱۔ اسی مضمون کا خط مع زوائد یکم ستمبر کو تفتہ کے نام بھی لکھا تھا لیکن ۳ ستمبر ہنگام نیم روز تفتہ کو دوسرا خط لکھے ہیں : "تمہارا خط آیا اور دل سودا زدہ نے آرام پایا۔"
  - ۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۳ ۔
  - ۳۔ اردوئے معلیٰ ندارد ، پیش صاحب نے اضافہ کیا ہے ۔
  - ۴۔ دستنبو طبع دوم کے صفحہ ۵ (مطابق طبع اول) پر ہے : "اگر
- (بانی حاشیہ صفحہ ۶۶۶ پر)

’نہیب‘ کا لفظ عربی ہے، یہ سہو سے لکھا گیا ہے، اس کو جھیل ڈالنے کا اور اس کی جگہ ’نوائے مباح‘ بنا دیجیے گا۔ حقیقت لکھ کر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں۔

پہلا سوال : مرزا تقیہ کا حال اور ان کے خط کے نہ آنے کی وجہ لکھیے۔

دوسرا سوال : مرزا تقیہ نے اگر رباعی ’دستنبو‘ کے حاشیہ پر لکھ دی ہے تو اس کی اطلاع ورنہ ان کے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھ دیں اور مجھ کو اطلاع دیں۔

تیسرا سوال : منشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی نثر درج کر دی ہے تو اس کی اطلاع، ورنہ وہ نثر ان سے لے کر اور محل معلوم کر کے حاشیہ کتاب پر لکھ دیجیے اور مجھ کو لکھ بھیجیے۔

چوتھا سوال : آپ جس طرح اوپر لکھ آیا ہوں ’نہیب‘ کی جگہ ’نوا‘ کا لفظ بنا کر مجھ پر عنایت کیجیے۔

پانچواں سوال : خریدار پچاس جلدوں کے پہنچے، مرزا تقیہ سے ملے، روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ امور وقوع میں نہیں آئے؟ اس کی اطلاع ضرور دیجیے۔

چھٹا سوال : چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں؟ اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب؟ متوقع ہوں کہ میرے یہ سب کام از راہ عنایت بنا کر ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶۸)

دودم دیکر یہ نوائے مباح ہم زند“ جی خطوط غالب ترتیب میں پیش ہیں، لیکن اردو سے معلیٰ طبع اول میں ”برزند“ درج ہے۔ مجتہبی کے نسخہ میں ”ہم بردند“ درج ہے۔

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۵۵۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول و مجتہبی ”جککو“، سہیلی سے تصحیح کی گئی ہے۔

چھ سوال کا جواب ، اسی طرح جدا جدا لکھیے ، اور ضرور لکھیے اور جلد لکھیے ۔

واقم اسد اللہ خان

روز ' جمعہ ' سوم ستمبر سنہ ۱۸۵۸ ع

### [ ۳۷۳ ] ایضاً (م)

نور بصر ' ، لخت جگر ، منشی شیو نرائن کو دھا پہنچے ۔  
خط اور رپورٹ کا لٹافہ پہنچا اور سب حال تمہارے خاندان کا دریافت ہوا ۔ سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دودمان کے چشم و چراغ ہو ۔

العلمہ طاقہ ، شوق سے لکھو ۔ آخر کے صفحہ کی دو سطریں از روئے مضمون سراسر کتاب کے مضمون کے خلاف ہیں ۔ میں نے سرکار کی فتح کا حال نہیں لکھا ، صرف اپنے پندرہ مہینے کی سرگزشت لکھی ہے ۔ تقریباً شہر و سیاہ کا بھی ذکر آ گیا ہے اور وہ اپنی سرگزشت جو میں نے لکھی ہے ، سو ابتدائے ۱۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ ع سے ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۵۸ ع تک لکھی ہے ۔ شہر ، ستمبر میں فتح ہوا ، اس کا بھی بیان ضمناً آ گیا ۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے ہوچھا ورنہ بڑی قیامت ہوتی۔ اب میں جس طرح سے کہوں ، سو کرو ۔

۱۔ مطابق ۲۴ محرم ۱۲۷۵ھ ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۲۹۶ ، مجیدی صفحہ ۱۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۳ ،

رام نرائن صفحہ ۳۴۳ ، مہیش صفحہ ۳۸۲ ، مہر صفحہ ۲۳۷ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ اور مہیش میں "العلمہ" یہ نام نے قریب ہے ۔

دستبو ، طبع اول میں "العلمہ" یہ نام ہوا ہے ، مہر صاحب

نے اصلاح فرما کر "العلم" لکھا ہے۔ غالباً یہ فقرہ منشی

شیو نرائن کی تجویز سے لکھا گیا ۔ مرزا صاحب نے بھی کوچہ نہ

فرمائی کہ اسے "الحکمہ" بنا دیئے ۔

پہلے سوچو کہ تقسیم یوں ہے کہ تین سطریں اوپر اور تین سطریں نیچے اور بیچ میں ایک سطر، اس میں کتاب کا نام '— کیوں' میں! تقسیم یوں ہی ہے؟ اب میں دوسرے صفحے پر ساتوں سطریں لکھ دیتا ہوں۔ اس کو ملاحظہ کرو اور میرا کہنا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی۔ اور مطبع پر بات آئے گی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اور سمجھا دوں کہ وہ ضروری ہیں۔

سنو میری جان! نوابی کا مجھ کو خطاب ہے ”نجم الدولہ“ اور اطراف و جوانب کے امراء سب مجھ کو ’نواب‘ لکھتے ہیں، بلکہ بعض انگریز بھی۔ چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جواب ان دنوں میں ایک روٹکاری بھیجی ہے، تو لفافہ پر ”نواب اسد اللہ خاں“ لکھا۔ لیکن یہ یاد رہے، نواب کے لفظ کے ساتھ ’مرزا‘ یا ’میر‘ نہیں لکھتے، یہ خلاف دستور ہے۔ یا ’نواب اسد اللہ خاں‘ لکھو یا ’مرزا اسد اللہ خاں‘ لکھو اور ’بہادر‘ کا لفظ تو دونوں حال میں واجب اور لازم ہے۔

[ستمبر ۱۸۵۸ء]

- 
- ۱۔ دستنبو، طبع اول کے سرورق کی ترتیب یہی ہے۔
  - ۲۔ وہ سات سطریں یہ ہیں (۱) قصیدہ (۲) برگزیدہ (۳) فرمدح خداوند روعے زبین، مایہ جہاں آفرین (۴) حضرت فخر قدرت ملکہ معظمہ انگلستان (۵) خلد اللہ ملکہ بالعدل والاحسان (۶) مشعل بر تہنیت فتح (۷) ہندوستان۔
  - ۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۵۵۔
  - ۴۔ یعنی سرورق میں۔ یہ حالت موجودہ عبارت یہ چھپی ہوئی ہے: ”فردوسی ہند نواب اسد اللہ خاں بہادر، غالب قلعہ دہلوی“
  - ۵۔ اس خط پر کسی نے تاریخ نہیں لکھی، میرا خیال ہے کہ وسط ستمبر کا مکتوب ہے۔

## [۳۷۵] ایضاً (۵)

برخوردار' نور چشم منشی شیو نرائن کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو۔ جب یہ جانا کہ تم ناظر ہنسی دھر کے ہوئے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دل بند ہو۔ اب تم کو مشفق و مکرّم لکھوں تو گنہ گار۔

تم کو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے، مجھ سے سنو!

تمہارے دادا کے والد'، عہد نجف خاں' و ہمدانی میں میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے۔ جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے پردادا نے

۱۔ مجتہبی صفحہ ۲۹۷، مجیدی صفحہ ۱۲۳، مبارک علی صفحہ ۲۹۳،

رام نرائن صفحہ ۳۵۵، مہوش صفحہ ۳۸۰، سہر صفحہ ۲۳۶۔

۲۔ رائے اجاگر چند اجہری جو ۱۷۸۳ء ع کے قریب نقل مکان کر کے

آکرے آئے اور راجہ جیت سنگھ آف بنارس کے وزیر (۲) بن گئے

(مالک رام، لٹریچر غالب صفحہ ۲۱) لیکن راجہ جیت سنگھ

۱۷۷۸ء میں بنارس سے جلا وطن ہوئے۔ ان کا کچھ زمانہ بنارس

میں گزرا، جہاں وہ معنوب کہنی تھے۔ آخر گوالیار چلے گئے تھے

جہاں کسی کار نمایاں کے سلسلے میں مہاراجہ گوالیار نے ایک

لاکھ روپے کی جاگیر دی تھی۔ جیت سنگھ نے بمقام گوالیار

۱۸۸۱ء میں انتقال کیا (تاریخ بنارس صفحہ ۲۲ و سابقہ) ان

حالات میں اجاگر چند کی وزارت کا سوال ہی نہیں ہونا، بلوان

سنگھ بھی نے چارہ تباہ حال ہی تھا)۔

۳۔ نجف خاں بن سید علی بن سید محمد رضوی (طلسم ہند صفحہ ۱۰۷

طبع نول کشور) صفوی دربار کے امیرزادوں سے تھے۔ عہد شاہ عالم

میں انگریزوں سے مقابلے کیے، مرہٹوں کو رام کیا، بھرت پور

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۷۳ پر)

بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی ۔ یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں ۔ مگر جب ' میں جوان ہوا تو میں نے دیکھا کہ منشی ہنسی دھر، خاں صاحب کے ساتھ ہیں اور انہوں نے جو کیتھم گانو اپنی جاگیر کا سرکار میں دعویٰ کیا ہے ، تو ہنسی دھر اس امر کے منصرم<sup>۱</sup> ہیں اور وکالت اور مختاری کرتے ہیں ۔ میں اور وہ ہم عمر تھے ۔ شاید منشی ہنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں ۔ آئیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر ان کی ۔ باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت ، آدھی آدھی رات گزر جاتی تھی ۔ چونکہ گھر ان کا بہت دور نہ تھا ، اس واسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے ۔ اس ہمارے اور ان کے مکان میں پھیا زندگی کا گھر اور ہمارے دو کٹرے درمیان تھے ۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے کہ جو اب لکھمی چند سیٹھ نے مول لی ہے ۔ اسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی اور پاس اس کے ایک ”کھٹیا والی حویلی“ اور سلیم شاہ کے ٹکے کے پاس دوسری حویلی اور ”کالے محل“ سے لگی ہوئی ایک اور حویلی اور اس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ ”گڈریوں والا“ مشہور تھا ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷۲)

اور آگرہ کو حکومت دہلی کے قبضے میں لائے ۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ ذوالفقار الدولہ دربار دہلی کا آخری صاحب تدبیر و سیاست ، ہمارے اور فاتح وزیر تھا ، جس نے سلطنت مغلیہ کو سہارا دیا ۔ ۶ اپریل ۱۷۸۲ء ع ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۹۶ھ میں وفات پائی اور دہلی میں دفن ہوئے ۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام حسین خاں ، نواب نجف خاں کے لشکر میں ملازم تھے اور شیو نرائن کے بردار اس زمانے میں آگرے ہی میں تھے ۔ ”خاں و بھدائی“ واو نظائر زائد ہے (مومن : کتب علی خاں صفحہ ۱۷)۔

- ۱۔ گویا یہ واقعہ ۱۸۱۶ء کے لگ بھگ کا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام حسین خاں غالب کی جوانی تک زندہ رہے ۔
- ۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۶ ۔



اور ایک کٹہرہ کہ وہ ”کشمیرن“ والا“ کہلاتا تھا۔ اس کٹہرے کے ایک کوٹھے پر میں پتنگ اڑاتا تھا اور راجہ بلوان“ سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے۔ واصل خان نامی ایک سپاہی تمہارے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹہروں کا کرایہ اوگہ کر ان کے پاس جمع کرواتا تھا۔

بھائی! تم سنو تو سہی، تمہارا“ دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے۔ علاقے مول لیے تھے اور زمیندارا اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکار کی مال گزاری کرتا تھا۔ آیا وہ سب کارخانے تمہارے ہاتھ آئے یا نہیں؟ اس کا حال از روئے تفصیل جلد مجھ کو لکھو۔

اسد اللہ“

روز سہ شنبہ“، ۱۹ اکتوبر، وقت ورود خط۔ [۱۸۵۸ع]

[۳۷۶] ایضاً (۶)

برخوردار“! اقبال نشان منشی شیونرائن کو بعد دعا کے معلوم ہو:

۱۔ آگرے کے بڑے بوڑھوں سے سنا ہے کہ یہ علم طوائفوں سے آباد تھا۔

۲۔ راجہ بلوان سنگھ کی ولادت ۱۷۹۸ع کے قریب ہوئی کیونکہ وقت انتقال ۱۸۷۱ع میں پندرہ برس بنائے جاتے ہیں (تاریخ بنارس)۔ بلوان سنگھ ۱۸۱۰ع میں جیت سنگھ کے مرنے پر آگرے میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ اسی پتنگ بازی اور ایک تصنیف کا قصہ مولانا حالی نے لکھا ہے۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول: ”تمہارے دادا“۔

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول: ”اللہ اللہ“ صحت نامہ میں ”اسد اللہ“۔

۵۔ مطابق ۱۱ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ۔

۶۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۵۷۔ بختیانی صفحہ ۲۹۸، مجیدی صفحہ ۱۲۵، مبارک علی صفحہ ۲۶۵، رام نرائن صفحہ

۳۳۷، مہیشی صفحہ ۳۸۱، سہر صفحہ ۲۳۸۔

تمہارے دو خط متواتر پہنچے ، میرے بھی دو خط پس و پیش پہنچے ہوں گے ۔ موافق اس تحریر کے عمل کیا ہوگا ۔ دو جلدیں پر تکلف اور پانچ جلدیں بہ نسبت اس کے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہدہ اہتمام میں ہیں ، اس سے ہم کو اور تم کو کچھ کام نہیں ، وہ جیسی چاہیں بنوا کر بھیج دیں ۔ تم ایک جلد ، بس ، زیادہ صرف کیوں کرو ۔ اپنے طور پر اپنی طرف سے جیسی چاہو بنوا کر بھیج دو ۔ میں تم کو اپنے پیارے ناظر ہنسی دھر کی نشانی جانتا ہوں ۔ اس کو تمہاری نشانی جان کر اپنی جان کے برابر رکھوں گا ۔ باقی حال اپنے خاندان اور تمہارے خاندان اور باہم ہل کر اپنا اور ہنسی دھر کا بڑے ہونا سب تم کو لکھ چکا ہوں ، مکرر کیوں لکھوں ۔

بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ آجڑا ہوا شہر ، نہ آدمی ، نہ آدم زاد ۔ مگر ہاں ، دو ایک مصوروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے ، وہ رہتے ہیں ، سو وہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں ۔ تصویریں بھی ان کے گھروں میں سے لٹ گئیں ۔ کچھ جو رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں ۔ ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے ، وہ تیس روپیہ سے کم کو نہیں دیتا ۔ کہتا ہے کہ تین تین اشرفیوں کو میں نے صاحب لوگوں کے ہاتھ بیچی ہیں ، تم کو دو اشرفی کو دوں گا ۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے ۔ میں نے چاہا کہ اس کی نقل کاغذ پر آوار دے ، اس کے بھی تیس روپیہ مانگتا ہے ، اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو ۔ اتنا صرف بے جا کیا ضرور ہے ؟ میں نے دو ایک آدمیوں سے کہہ رکھا ہے ۔ اگر کہیں سے ہاتھ آ جائے گی تو لے کر تم کو

۱۔ خط ماقبل محرمہ ۱۹ اکتوبر ۱۸۵۸ع کا حوالہ ہے ۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۸ ۔

بیچ دوں گا۔ مصوروں سے خرید کرنے کا نہ خود مجھ میں مقدور، نہ تمہارا نقصان منظور۔

اب چہاں تمام ہو گیا ہو گا۔ وہ پانچ اور دوسات کتابیں جو مرزا صاحب کی تحویل میں ہیں وہ، اور وہ ایک جلد جو تم نے مجھ کو دینی کی ہے وہ، یہ سب لوح اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیں گی، مگر وہ چالیس کتابیں سراسری جو مجھے چاہیے ہیں، وہ تو آج کل میں روانہ کر دو۔ اور ہاں میری جان، یہ چالیس کتابوں کا ہشتارہ کیوں کر پہنچے گا؟ اور محمول اس کا کیا ہو گا؟ اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدیں رائے امید سنگھ کے پاس کہاں پہنچی جائیں گی؟ مرزا تفتہ ہاتھرس کو جاتے ہوئے ان کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر آگرہ اور دلی کا آنا مجھ کو لکھ چکے ہیں۔ ان باتوں کا جواب مجھ کو لکھو۔ تصویر کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور ان مقدمات سے اطلاع پاؤں۔ جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو۔

از غالب

لکشتہ و رواں داشتہ شنبہ ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۸۵۸ ع

[۳۷۷] ایضاً (۷)

میاں! تمہارے کمال کا حال معلوم کر کے میں بہت خوش ہوا۔ اگر مجھ کو کبھی انگریزی لکھوانا ہو گا تو یہاں سے اردو میں

۱۔ اردو سے معلوم طبع اول: "کی تحویل ہیں" طبع مجتبیٰ: "کی

تحویل میں ہیں" ہمیشہ: "کے تحویل ہیں"۔

۲۔ مطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ۔

۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۹۹، عہدی صفحہ ۱۲۹، مبارک علی صفحہ ۲۹۹،

رام نرائن صفحہ ۳۳۸، ہمیشہ صفحہ ۳۸۵، سہر صفحہ ۲۳۰۔

۴۔ انگریزی کو مذکر لکھنا سہو قلم ہے۔

لکھ کر بھیج دوں گا، تم وہاں سے انگریزی لکھ کر بھیج دیا کرنا۔  
 ”قصہ‘ قصدان‘ شاہی“ میں نے دیکھا۔ اصلاح کے باب میں سوچا۔  
 اگر سب فقروں کو مقفول اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد کروں،  
 تو کتاب کی صورت بدل جائے گی اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو۔  
 ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ تکمال باہر تھے، وہ بدل ڈالے۔  
 مثلاً ’وے‘ کہ یہ کنوارو بولی ہے ’وہ‘ ٹھیٹ آردو ہے۔ ’کرانا‘ یہ  
 پیروںجات کی بولی ہے ’کروانا‘ یہ فصیح ہے۔ ’واچے‘ یہ غلط ہے ’راجہ‘  
 صحیح ہے۔ کہیں کہیں روابط و ضالرو نا مربوط تھے، ان کو مربوط  
 کر دیا ہے اور ایک جگہ ”کہنے بسے“ یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا،  
 اس کو تم سمجھ لینا، باقی اور سب مربوط اور خوب صاف ہے،  
 حاجت اصلاح کی نہیں۔

صاحب! کتابیں کب روانہ ہوں گی؟ دوائی بھی ہوئی۔ اگر  
 کٹکا جانے کا قصد ہو تو بھائی میری کتابیں بھیج کر جانا۔ اور  
 ہاں یہ میں نہیں سمجھا کہ مرزا مہر کی ہنوائی ہوئی سات کتابیں  
 بھی انہیں کتابوں کے ساتھ بھیجو گے، یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ

---

۱۔ ایک انگریزی کتاب Four Messengers کا ترجمہ جو پہلی  
 مرتبہ ۱۸۵۹ء میں اور اس کے بعد کئی مرتبہ چھپا (مالک رام،  
 تلامذہ غالب) محمد عتیق نے ”صوبہ شاہی و مغربی کے اخبارات و  
 مطبوعات“ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب ”منہد خلائی“ سے چھپی  
 تھی اور بادشاہوں سے متعلق لطیفے اور قصے تھے (حوالہ مذکور  
 صفحہ ۲۳۲)۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول اور مہیش میں ’سوچا‘ کو بالالزام ”سوچا“  
 لکھا گیا ہے۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۵۹۔

۴۔ اردو، ”بنائی“ مہیش ہنوائی۔

کرس گئے ؟ وہ تم نے اپنی بیوٹی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا ، اور اس وعدہ سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابیں پہلے روانہ ہوں گی اور وہ ایک کتاب ہفتہ کے بعد ، سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا ، یقین ہے کہ اب وہ سب یک جا چنچیں ، اور شاید کل پرسوں آجائیں ۔ وہ لمبر اخبار کا جو تم نے مجھ کو بھیجا تھا ، اس میں انٹرنیشنل صاحب کے لفٹنٹ [ گورنر ] ہونے کی اور بہت جلد آگرہ آنے کی خبر لکھی تھی ، یہاں مجھ کو کئی باتیں پوچھنی ہیں ۔

ایک تو یہ کہ چیف سیکرٹری نواب گورنر جنرل کے تھے ۔ جب یہ لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اب وہاں چیف سیکرٹری کون ہوگا ؟ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب اس عہدہ پر مامور ہوں ۔ پس اگر یوں ہی ہے تو ان کے محکمہ میں چیف سیکرٹری کون ہوگا ۔

دوسری بات یہ کہ میر منشی ان کے تو وہی منشی غلام غوث خاں صاحب رہیں گے ؟ یقین ہے کہ ان کے ساتھ آویں ۔

تیسری یہ بات کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میر منشی ایک بزرگ تھے بلگرام کے رہنے والے منشی سید جان خاں ، آیا اب بھی وہی ہیں یا ان کی جگہ کوئی اور صاحب ہیں ۔

ان سب باتوں میں سے جو آپ کو معلوم ہوں وہ ، اور جو نہ معلوم ہو اس کو معلوم کر کے مجھ کو لکھیے ، اور جلد لکھیے اور ضرور لکھیے ۔ یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں ۔ کتابیں جا بجا بھیجنے میں جب تک نام اور مقام

۱۔ اردو سے معنی : ” انٹرنیشنل صاحب کے لفٹنٹ ہونے کی “۔ نسخہ

مہیش : ” لفٹنٹ گورنر ہونے کی “۔

۲۔ مہیش ” چیف “ ندارد ۔

۳۔ اردو سے معنی طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۰ ۔

معلوم نہ ہو تو کیوں کر بھیجوں ؟ جواب لکھو اور شتاب لکھو ۔  
کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو ۔

سہ شنبہ ۹ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع

### (۳۷۸) ایضاً (۸)

برخوردار کام گار منشی شیو نرائن طال عمرہ و زاد قدرہ ۔  
کل جمعہ کے دن ، ۱۲ نومبر کو ۳۲ کتابیں آ گئیں ۔ میں بہت  
خوش ہوا اور تم کو دعائیں دیں ۔ خط تمہارے نام کا ابھی میرا کتھا  
ڈاک میں لے گیا ہے ۔ اس دفعہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ  
میاں عبدالحکیم بہت لیک بخت اور اشراف اور ہنر مند آدمی ہیں ۔  
”دلی گزٹ“ میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے ۔ چونکہ  
وہ چھاپہ خانہ اب آگرہ میں ہے ، یہ بھی وہیں آتے ہیں ۔ تمہارے  
باس حاضر ہوں گے ، ان پر مہربانی رکھنا ۔ بھلا وہ شہر بے گانہ ہے ،  
ان کو تمہاری خدمت میں شناسائی رہے گی تو اچھی بات ہے ۔  
صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں ۔ شاید اگر ”دہلی گزٹ“  
میں ان کا طور درست نہ ہو تو اس صورت میں یہ شرط گنجائش اپنے  
مطبع میں ان کو رکھ لینا ۔

راقم امدا اللہ

نگاشتہ شنبہ ۱۳ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع

- 
- ۱۔ اردوئے معلیٰ نامی بریس میں ”۱۸۵۶ع“ درج ہے جو غلط ہے ۔
  - ۲۔ ۹ نومبر ۱۸۵۸ع مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ۔
  - ۳۔ مجتہاتی صفحہ ۳۰۸ ، مجیدی صفحہ ۱۲۷ ، مبارکہ علی صفحہ ۳۶۷ ،  
رام نرائن صفحہ ۳۴۹ ، مہینگی صفحہ ۳۸۶ ، مہر صفحہ ۲۴۱ ۔
  - ۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں اس کا املا غلط ہے ”چھاپہ خانہ“
  - ۵۔ مطابق ۶ جمادی الثانیہ ۱۲۷۵ھ ۔

## [۳۷۹] ایضاً (۹)

صاحب! تمہارا خط آیا ، دل خوش ہوا ۔ دیکھئے ”مرزا سہر“ کب روانہ کرتے ہیں ۔ اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آہنچیں ، آج نہ آئیں کل آئیں ۔ کل سے میں شام تک راہ دیکھتا ہوں ۔ ”سہر نیم ماہ“ نہیں ، اس کا نام ”سہر نیم روز“ ہے اور وہ سلامین تیموریہ کی نواغ ہے ۔ اب وہ بات ہی کئی گزری بلکہ وہ کتاب اب ”چھپائے“ کے لائق ہے ، نہ چھپوانے کے قابل ۔

اردو کے خطوط جو آپ چھاپا چاہتے ہیں ، یہ بھی زائد بات ہے ۔ کوئی رقم ایسا ہو گا کہ جو میں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہو گا ، ورنہ صرف تحریر سرسری ہے ۔ اس کی شہرت میری سختوری کے شکوہ کے منافی ہے ۔ اس سے قطع نظر ، کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں ۔ خلاصہ یہ کہ ان رقعات کا چھاپا میرے خلاف طبع ہے ۔

محرورۃ پنج شنبہ ، ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع

- ۱۔ مجبائی صفحہ ۳۰۱ ، مجبئی صفحہ ۱۲۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۷ ، رام ثرائی صفحہ ۳۵ ، مہیش صفحہ ۳۸۷ ، سہر صفحہ ۲۳۲ ۔
- ۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۱ ۔
- ۳۔ مہیش پرشاد میں ’کب‘ سے پہلے ”کتب“ کا اضافہ کیا گیا ہے ۔
- ۴۔ اردو سے معلیٰ طبع مجبائی و مبارک و سہر : ”وہ کتاب اب نہ چھپائے چھاننے کے لائق ہے“ تصحیح از اردو سے معلیٰ طبع اول و مہیش
- ۵۔ مہیش ”کہ“ ندارد ۔
- ۶۔ مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ۔

## [۳۸۰] ایضاً (۱۰)

برخوردار! اقبال نشان کو دعا پہنچے ۔

کل جمعہ کے دن ، ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو سات کتابوں کے دو پارسل پہنچے ۔ واقعی ، کتابیں جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا ، اسی روپ کی ہیں ۔ حق تعالیٰ مرزا مہر کو سلامت رکھے ۔  
رقموں کے چھاپے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں ، البتہ اس باب میں میری رائے پر تم کو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے ۔

مطلبِ عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے ، وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور میں نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھ کر بھیجنا ، خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو ، اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا اور اسی طرح میرے پاس بھیج دینا ۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب ان کتب کی تقسیم اس کتاب کے آنے تک ملتوی رہے گی ۔ اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جائے تو بہتر ہے ۔

۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع

جواب طلب بلکہ کتاب طلب

- 
- ۱۔ بختیانی صفحہ ۳۰۱ ، مجیدی صفحہ ۱۲۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۶۸ ،
  - رام لرائی صفحہ ۳۵۰ ، سبیل صفحہ ۳۸۷ ، مہر صفحہ ۲۳۲ ۔
  - ۲۔ عود ہندی کے بعد دوسرے مجموعہ "مکانیب کا تصور اظہر رہا ہے ۔
  - ۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۲ ۔
  - ۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول اس کا صفحہ پتہ ہانکا لگا ہے اس لیے بعد کے ایڈیشنوں میں دو نومبر ہی چھپتا رہا ۔
- شعبہ ، ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ع مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ ۔



## [۳۸۱] ایضاً (۱۱)

صاحب! تم کندھولی سے کب آئے؟ اور جب آئے تو وہ میرا خط پیرنگ کہ جس میں سات روپیہ کی ہنڈوی موقوف تھی، پایا یا نہیں پایا؟ اگر پایا تو موافق اس تحریر کے عمل کیوں نہ فرمایا؟ اور اس خط میں ایک مطلب جواب طلب تھا اس کا جواب کیوں نہ بھجوا یا؟ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کے واسطے کندھولی گئے تھے، تو کار بردازان مطبع نے خط لے کر رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہو گے تو وہ خط تمہیں دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تم نے جواب نہ لکھا؟ یا ابھی کندھولی سے تم نہیں آئے؟ یا وہ خط میرا تلف ہو گیا؟ تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ اگر خط پہنچا تو مجھ کو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اس کی تدبیر بتاؤ کہ اب میں ساہوکار سے کیا کہوں، اور ہنڈوی کا مشنل کس طرح سے مانگوں؟

از اسد مضطرب

روز سہ شنبہ، ۳۰ نومبر ۱۸۵۸ء

جواب طلب - شتاب طلب

## [۳۸۲] ایضاً (۱۲)

صاحب! تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رہے ہو گے۔ حال یہ ہے کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ الگوٹھے کے پاس سے زخمی ہو گیا اور روم کر آیا، چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے۔

۱۔ مجتائی صفحہ ۳۰۲، مجیدی صفحہ ۱۲۸، مبارک علی صفحہ ۲۶۸،

رام فرائن صفحہ ۳۵۱، سپیش صفحہ ۳۸۸، مہر صفحہ ۲۴۳۔

۲۔ اردو سے معادل طبع اول "تو" ندارد۔ اضافہ از سپیش۔

۳۔ مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ۔

۴۔ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے۔

یہ پر حال اب اچھا ہوں۔

’ہنج آہنگ‘، تم نے مول لے لی، اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں، ایک بادشاہی چھاپہ‘ خانے کا، اور ایک منشی‘ نور الدین کے چھاپہ‘ خانے کا۔ پہلا ناقص ہے، دوسرا سراسر غلط ہے۔ کیا کہوں تم سے، ضیاء الدین خان جاگیردار لوہارو، میرے سبھی بھائی اور میرے شاگرد رشید ہیں، جو نظم و نثر میں، میں نے کچھ لکھا وہ انہوں نے لیا اور جمع کیا۔ چنانچہ ’کلیات نظم فارسی‘ جون پچھن جزو اور ’ہنج آہنگ‘ اور ’مہر نیم روز‘ اور ’دیوان رختہ‘، سب مل کر سو سو جزو مطلقاً اور مذهب اور انگریزی اہری کی جلدیں الگ الگ، کوئی ڈیڑھ سو دو سو روپے کے صرف میں بنوائیں، میری خاطر جمع، کہ کلام میرا سب یک جا فراہم ہے۔ پھر ایک شاہ زادے نے اس مجموعہ نظم و نثر کی نقل لی۔ اب دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا، کہاں سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونوں جگہ کا کتاب خانہ خوان یغا ہو گیا۔ ہر چند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے آن میں سے کوئی کتاب ہاتھ نہ آئی۔ وہ سب قلمی ہیں۔ غرض اس

حاشیہ پچھلے صفحہ سے

ج۔ مجناتی صفحہ ۳۰۲، مجیدی صفحہ ۱۰۴۹، مبارک علی صفحہ ۲۶۹،

رام نرائی صفحہ ۳۵۲، سپیش صفحہ ۳۸۸، مہر صفحہ ۳۴۳۔

۱۔ اردو سے معلیٰ ”چھاپا خانے“۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول صفحہ ۳۶۳۔ بادشاہی چھاپے سے مارکٹ

۸۴۹ء طبع سلطانی کا نسخہ مراد ہے، اور نور الدین احمد

لکھنؤی والا نسخہ ماہ اپریل ۱۸۵۳ء میں چھپا جو میرے

ہاں یہ مہر فطر الدین سخن موجود ہے۔

۳۔ اردو و سپیش ”نظم“۔

ج۔ اردو ”ڈیڑھ“ بغیر ”۵“۔

۵۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ”بنوائی“۔

تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات ، قلمی ہندی کا کلیات ، قلمی 'ہینچ آہنگ' ، قلمی 'مہر نیم روز' ، اگر کہیں ان میں سے کوئی نسخہ بکتا ہوا آوے تو اس کو میرے واسطے خرید کر لینا اور مجھ کو اطلاع کرنا ، میں قیمت بھیج کر منگوا لوں گا ۔

جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی میں خط نہیں لکھ سکتا ۔ ان کی فرمائش ہے اودو ٹرکی ، وہ انجام پائے تو اس کے ساتھ ان کو خط لکھوں ۔ مگر بھائی ، تم غور کرو ، اردو میں ، میں اپنے قلم کا زور کیا صرف کروں گا ؟ اور اس عبارت میں معافی نازک کیوں کر بھروں گا ۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں ، کون سی بات ، کون سی کہانی ، کون سا مضمون ، تحریر کروں ۔ اور کیا تدبیر کروں ۔ تمہاری رائے میں کچھ آئے ، تو مجھ کو بتاؤ ۔ ایک ٹرینہ سے مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو "دستنبو" کی خریداری کرے گی اور ان نسخوں کو ولایت بھیجے گی ۔ کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمہارے پاس الہ آباد سے حکم پہنچے ۔

صبح روز " شنبہ " ۱۱ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع

[ ۳۸۳ ] ایضاً ( ۱۴ )

بھائی ! یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے ۔ خیر ، دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے ۔ تمہارا خط ، آیا اس کے دوسرے دن میں نے جواب بھیجوا یا ۔ آج تک تم نے اس کا جواب نہ بھیجا ، حالانکہ اس میں جواب طلب باتیں تھیں یعنی میں نے اپنی

۱۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۶۳ ۔

۲۔ مطابق بہ جہادی الاولیٰ ۵۱۲۵۵ نسخہ " مبارک علی و مہر

"ادو شنبہ" جو طبع اول و مہیش و چٹری کے خلاف ہے ۔

۳۔ مجتہائی صفحہ ۴۰۳ ، مجیدی صفحہ ۱۲۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۰ ،

رام نرائن صفحہ ۴۵۳ ، مہیش صفحہ ۳۸۹ ، مہر صفحہ ۴۴۳ ۔

نظم نثر کی کتب کا حال تم کو لکھ کر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمہارے ہاتھ آجائے وہ تم خرید کر کے مجھے بھیج دینا۔ ریڈ صاحب کے باب میں میں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اردو کی نثر ان کے واسطے لکھ لوں گا تو 'دستنبو' کی خریداری کی خواہش کروں گا۔ معذرت سے صلاح ہو چھی تھی کہ کس حکایت اور کس روایت کو فارسی سے اردو کروں۔ تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔

سید حفیظ الدین احمد کی سہر کے کھدوائے کو تم نے لکھا تھا کہ ملتوی رہے، پھر اس کا بھی کچھ بیورا نہ لکھا۔ میں اس کو بھی کچھ نہیں سمجھا، اس کو یک سو کرو، ہاں، لائن، لکھ بیجیو۔ تمہاری سہر بدر الدین خاں کو دی گئی ہے۔ یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمہارے پاس پہنچ جائے، اور ۱۸۵۸ سن کی دہائی۔ شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ ع میں کوڑے اس سے زیادہ درنگ نہ ہو گی۔ تم کو روپیہ حرف آٹھ آنے حرف سے کیا علاوہ، تم کو اپنی سہر سے کام۔

سچ تو کہو، کیا "بہر کندھولی گئے ہو، کیا کر رہے ہو، کس شغل میں ہو، یا مجھ سے خفا ہو؟ اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو۔ بہ ہر حال اس خط کا جواب شتاب بھیجیو۔ اور اسی خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قدر الدین خاں کا حال لکھو، کہ وہ کہاں ہیں؟ اور کس طرح ہیں؟ برسر کار ہیں، یا بے کار ہیں؟ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں درنگ نہ ہو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

غالب

مرسلہ چہار شنبہ ۱۵ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع مجددی و مبارک "ہاں ناں کچھ لکھ بیجیو۔"

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۲۶۵۔

## [ ۳۸۴ ] ایضاً (۱۴)

برخوردار! آج اس وقت تمہارا خط مع لفافوں کے لفافے کے آیا۔ دل خوش ہوا۔ بھائی، میں اپنے مزاج سے ناچار ہوں۔ یہ لفافے ”از مقام“ و در مقام و تاریخ و ماہ“ مجھ کو پسند نہیں، آگے جو تم نے مجھے بھیجے تھے وہ بھی میں نے دوستوں کو ہانٹ دیے۔ اب یہ لفافوں کا لفافہ اس مراد سے بھیجتا ہوں کہ ان کی عوض یہ لفافے جو ”در مقام و از مقام“ سے خالی ہیں جن میں تم اپنے خط بھیجا کرتے ہو، مجھ کو بھیج دو، اور یہ لفافے اس کے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح کے لفافے نہ ہوں، تو ان کی کچھ ضرورت نہیں۔

مہر کے واسطے، صاحب، زمرہ کا لکھنہ اور پھر چنے کی دال کے برابر اور ہشت پہلو، اس آجڑے شہر میں کہاں ملے گا۔ عقیق بہت خوش رنگ، سیاہ یا سرخ، جیسا تم نے آگے لکھا ہے، ہشت پہلو ہو گا۔ یہ مہر میری طرف سے تم کو پہنچے گی تم کو (چار آنے) حرف (چھ آنے) حرف سے کچھ مدعا نہیں، آپ اپنی مہر چاہو زمرہ پر، چاہو الہاس پر کھدواؤ، میں تو عقیق کی مہر تم کو دوں گا، یہی وہ دوسری مہر، جب تمہاری مہر کھد چکے گی جس طرح تم کہو گے کھد جائے گی۔

میان، کیا قرینہ بتاؤں؟ گورنمنٹ کی خریداری کا، ایک بات ایسی ہے کہ ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا، خدا کرے اس کا ظہور ہو جائے، ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ جناب ریڈ صاحب،

۱۔ مجبائی صفحہ ۳۰، بھیدی صفحہ ۳۰، مبارک علی صفحہ ۲۷۰،

رام نرائن صفحہ ۳۵۳، سبیل صفحہ ۳۹۰، مہر صفحہ ۲۳۵۔

۲۔ مرحلہ لفافوں پر ترتیب سے یہ عبارت چھپی ہوئی ہو گی۔ غالب سادہ لفافہ جس پر صرف لیل ہو، پسند کرتے تھے۔

۳۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۳۶۶۔

صاحبی کرتے ہیں ، میں اردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں ۔  
اس میں گنجائش عبارت آرائی کی کہاں ہے ۔ بہت ہو گا تو یہ ہو گا کہ  
میرا اردو بہ نسبت اوروں کے اردو کے فصیح ہو گا ۔ خیر ، بہ ہر حال  
کچھ کروں گا اور اردو میں اپنا زور قلم دکھاؤں گا ۔

تم نے کا ہونا اور دستوں کا آنا ، بہ چاہتا ہے کہ تم نے رات کو  
ہری قسم کی شراب مقدار میں زیادہ پی ہو گی ۔ کچھ تدبیر کرو ،  
اور شراب زیادہ نہ پیا کرو ۔

میرا رقعہ تمہارے نام کا اور لفتہ کا رقعہ تمہارے نام کا ،  
حسب الحکم تمہارے واپس بھیجا جاتا ہے ۔ میں نے لفتہ کا خفا ہونا  
اسی طرح لکھا تھا ، جیسا تم کو تمہارا خفا ہونا لکھا تھا ۔ بھلا وہ  
میرے فرزند کی جگہ ہیں مجھ سے خفا کیوں ہوں گے ، اس دن سے  
آج تک دو تین خط آن کے آچکے ہیں ، چنانچہ ایک خط ابھی تمہارے  
خط کے ساتھ ڈاک کا ہرکارہ دے گیا ہے ۔

محرمہ شنبہ ۱۸ - دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع

### [۳۸۵] ایضاً (۱۵)

اب ایک امر خاص کو سمجھو ، دو جلدیں 'دستبوی' کی مجھ کو  
لکھنؤ بھیجی ہیں ، اور میرے پاس کوئی جلد نہیں ہے ۔ اب جو تم  
سے منگوؤں اور جہاں سے لکھنؤ بھیجواؤں ، تو ایک قصہ ہے ، یہ  
صاحب لوگ اطراف و جوارب سے مجھ پر فرمائشیں بھیجتے ہیں ۔ تم  
سے بہ قیمت کوئی نہیں منگواتا ۔ چالیس جلدیں پہلی اور بارہ یہ حال  
کی ، سب تقسیم ہو گئیں ۔ ان دونوں صاحبوں کی خاطر مجھ کو بہت عزیز

۱۔ مہربانی صفحہ ۳۰۵ ، مجیدی صفحہ ۱۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۱ ،

وام نرائن صفحہ ۳۵۵ ، مہیشی صفحہ ۳۹۲ ، سپر صفحہ ۲۴۶ ،

معلوم ہوتا ہے کہ خط کا ابتدائی حصہ چھوڑ دیا گیا ۔

ہے۔ ایک روپیہ کے ۳۲ ٹکٹ، اور دو آنے کے دو ٹکٹ، اس خط میں ملفوف کر کے تم کو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنؤ کو ارسال کرو۔ آنے آنے کا ٹکٹ اس پر لگا دو، ایک پارسل پر یہ لکھو۔ ”این پارسل بصفہ“ پی فٹ پاگٹ، اسٹامپ پیڈ، در لکھنؤ، بہ محلہ نخاس در امام باڑہ اکرام اللہ خان بہ مکان مرزا عنایت علی بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیو نوابین۔ مہتمم مطبع مفید خلائی از آگرہ۔“

دوسرے پارسل پر یہی عبارت، مگر مکان کا پتہ اور نام۔ ”در لکھنؤ، بہ احاطہ خالصان متصل تکیہ شیر علی شاہ، بہ مکانات مولوی عبد الکریم مرحوم۔ بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔“

مجھ لیے۔ یعنی دو پارسل اسٹامپ پیڈ، دواؤں لکھنؤ کو۔ ایک بہ نام میر حسین علی، اور ایک بہ نام مولوی سراج الدین احمد، بہ سبیل ڈاک روانہ کر دو۔ اور ہاں صاحب ان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ مجھ کو لکھ بھیجو، تاکہ میں اپنے خط میں ان کو اطلاع دوں۔

ایک اس اور ہے اگر تم بھی اس رائے کو پسند کرو۔ یعنی، جس طرح سے تم نے ایک جلد پٹری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو اپنی

۱۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۳۶۔

۲۔ یہ سراج الدین احمد، غالب کے گھر سے دوستوں میں ہیں، پنج آہنک میں ان کے نام متعدد خطوط ہیں کلکتہ میں تعارف ہوا۔ اور اس قدر تعلقات کہ غلام غوث خان کو ایک خط غالباً مکتوب اگست ۱۸۶۴ء میں ”مخلص صادق الولا مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ“ لکھا ہے۔ اس خط سے معلوم ہوا کہ سراج الدین ۱۸۵۹ء میں زندہ تھے۔

طرف سے بھیجی ہے ، اسی طرح دو جلدیں ان دونوں صاحبوں کو جن کا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیج دو، مگر اپنی ہی طرف سے ، میرا اس میں اشارہ نہ پایا جائے۔ اور یہ دونوں صاحب بالفعل دلی میں وارد ہیں۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نہ خواہی اس کو کیا ہی چاہیے ایک صلاح ہے اور نیک صلاح ہے، مناسب جانو کرو، ورنہ جانے دو۔

میاں اردو کیا لکھوں ؟ میرا یہ منصب ہے کہ مجھ پر اردو کی فرمائش ہو ؟ خیر، ہوئی۔ اب میں کہانیاں قصے کہاں ڈھونڈتا پھروں ، کتاب نام کو میرے پاس نہیں پنشن مل جائے ، حواس ٹھکانے ہو جائیں ، تو کچھ فکر کروں ”پیٹ پڑی روٹیاں تو سبھی کلاں سوٹیاں“۔ زیادہ زیادہ۔

غالب

روز ۳۰ شنبہ ۳۰ - جنوری سنہ ۱۸۵۹ ع

جواب طلب۔

[۳۸۹] ایضاً (۱۹)

پرسوں اور کل ، دو ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں ، کیا کہوں کہ مجھ پر بے سابقہ معرفت کیا عنایت فرمائی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھ کو مول لے لیا۔ آج وہ ، یہاں اور ہیں ، کل جائیں گے۔ ’دستنبو‘ تمہاری بھیجی ہوئی ان کے پاس نہیں پہنچی، لا چار ایک ’دستنبو‘ اور ایک ’پنج آہنگ‘ اپنے پاس سے ان کی نذر کر آیا ہوں۔

۱۔ اردو کے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۸۔

۲۔ مجتہبیٰ صفحہ ۳۰۶ ، مجیدی صفحہ ۳۰۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۲ ،

وام لرائی صفحہ ۳۵۶ ، سہیل صفحہ ۲۹۳ ، سپر صفحہ ۲۳۷۔



لکھنؤ کے دونوں 'پارسلوں' کی رسید مجھ کو آج تک نہیں آئی۔  
آخر رسید تو تم کو پارسلوں کی ملی ہو گی ؟ ڈاک میں سے معلوم  
کر کے مجھ کو لکھ بھیجو ، دیر نہ کرو ، ورقہ میں مشورہ رہوں گا۔  
از غالب

نگشتہ: صبح شنبہ ، ۱۵ جنوری سنہ ۱۸۵۹ ع

### [۳۸۷] ایضاً (۱۷)

صاحبؑ ، میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے ؟ اردو کے  
دیوان چھاپے کے ناقص ہیں ، بہت غزلیں اس میں نہیں ہیں۔ قلمی دیوان،  
جو اتم اور اکمل تھے ، وہ لٹ گئے۔ یہاں سب کو کہہ رکھا ہے کہ  
جہاں بکتا ہوا نظر آ جائے ، لے لو۔ تم کو لکھ بھیجا اور ایک بات  
اور تمہارے خیال میں رہے کہ میری غزل ہندو سولہ بیت کی بہت  
شاذ و نادر ہے۔ بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی ،  
جس غزل کے تم نے پانچ شعر لکھے ہیں ، یہ نو شعر کی ہے۔ ایک  
دوست کے پاس اردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے۔ اُس نے  
کہیں کہیں سے مسودات متفرق بہم پہنچا لیے ہیں۔ چنانچہ 'پنہاں'  
ہو گئیں ، 'ویراں ہو گئیں' ، یہ غزل مجھ کو اسی سے ہاتھ آ گئی ہے۔  
اب میں نے اس کو لکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ خط  
لکھ کر رہنے دوں گا جب اس کے پاس سے ایک غزل یا دو غزل  
آ جائے گی تو اسی خط میں ملفوف کر کے بھیج دوں گا۔ یہ خط یا  
آج روانہ ہو جائے [کا] یا کل۔

۱۔ یعنی میر حسین علی اور مولوی سراج الدین احمد صاحب کے نام  
کے فرستادہ پارسل۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۷۳ ، مجیدی صفحہ ۱۳۲ ، مبارک علی صفحہ ۱۷۳ ،  
وام نرائن صفحہ ۳۵۷ ، سہیلی صفحہ ۳۹۳ ، سہر صفحہ ۲۳۷۔  
۳۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۹۔

میں نے ایک قصیدہ اپنے محسن 'ذریعہ جناب فریڈرک اڈمنسٹی صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی مدح میں ، اور ایک قصیدہ جناب منٹگمری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف میں لکھا ہے ۔ اگر کہو تو یہ بھیچ دوں ، مگر فارسی میں ، اور چالیس چالیس پینتالیس شعر ہیں ۔ کتب 'دستنبو' کے ہک جانے سے میں خوش ہوا ۔ خدا کرے جس کو دی ہو دو تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی ہوں ، یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگوں نے خریدیں یا ہندوستانیوں نے لیں ؟ تم یہ بات مجھ کو ضرور ضرور لکھو ۔ دیکھو صاحب ، تم گھبرائے تھے ۔ آخر یہ جنس پڑی نہ رہی اور ہک کئی ۔ بھائی ، ہندوستان کا قلم رو بے چراغ ہو گیا ۔ لاکھوں مہ گئے ، جو زندہ ہیں ان میں سیکڑوں گرفتار بند ہلا ہیں ، جو زندہ ہے اس میں مقنور نہیں ، میں ایسا جانتا ہوں کہ یا تو صاحبان انگریز کی خریداری آئی ہو گی ، یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابیں گئی ہوں گی ، یورپ میں کم ہکی ہوں گی ۔

میاں ! میں تم کو اپنا فرزند جانتا ہوں ۔ خط لکھنے نہ لکھنے پر

۱۔ اردوئے معلیٰ میں اڈمنسٹی ، یہ ش معجم ہے ۔ جس قصیدے کی

طرف اشارہ ہے وہ کلیات فارسی میں موجود ہے :

باز پیغام بہار آورد بہاد

مژدہ بہر روزگار آورد باد

یہ قصیدہ ۱۸۵۵ء میں بہادر شاہ کے لیے لکھا تھا ، ۱۸۵۸ء میں

کچھ شعر بدل کر اڈمنسٹی کے نام کر دیا دیکھیے کلیات جلد دوم

طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۲۸۴ ۔

۲۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے :

خامہ دانی ، ز چہ سر بر خط مسطر دارد

سر مداحی لفٹنٹ گورنر دارد

کلیات جلد دوم صفحہ ۲۹۵ ۔

موقوف نہیں ہے ، تمہاری جگہ میرے دل میں ہے ۔ اب میں طبع آزمائی کرتا ہوں اور جو غزل تم نے بھیجی ہے اُس کو لکھتا ہوں خدا کرے لو کے نو شعر یاد آ جاویں ۔

### غزل

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم ، کہ ’تو کیا ہے‘ ؟  
 تمہیں کہو ، کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے ؟  
 چپک رہا ہے بدن تر لہو سے ، پیراہن  
 ہماری جیب کو اب حاجت رہو کیا ہے ؟  
 جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہو کا  
 کریدنے ہو جو اب راکھ ، جستجو کیا ہے ؟  
 رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل  
 جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا ، تو پھر لہو کیا ہے ؟  
 وہ چیز ، جس کے لیے ’ہو ہمیں بہشت عزیز  
 سوائے بادۂ کافام مشک بو ، کیا ہے ؟  
 پیوں شراب ، اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار  
 یہ شیشہ ’ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے ؟  
 یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن فحش سے  
 وگرنہ خوف بد آسوزی عدو کیا ہے ؟

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۷۰ ۔

۲۔ دیوان اردو ”جس کے لیے ہم کو ہو بہشت“ ۔

۳۔ دیوان اردو ”ہم سخن تم سے“ ترتیب اشعار سے قطع نظر دیوان میں ایک شعر زائد ہے ۔

نہ شعلے میں پہ کرشمہ ، نہ برق میں یہ ادا

کدوئی بتاؤ کہ وہ شوخ قند خاو کیا ہے ؟

رہی نہ طاقت گفتار ، اور اگر ہو بھی  
تو کس امید پہ کہجے کہ آرزو کیا ہے ؟

ہوا ہے شہ کا مصاحب، بھرے ہے اثراق

وگر نہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے ؟

یہ تمہارا اقبال ہے کہ، نو شعر باد آگئے ایک غزل پہ ، اور دو غزلیں  
وہ جو آبا جاہلی ہیں ، تین ہفتہ کا گودام تمہارے پاس فراہم ہو گیا  
اگر منکواؤ گے تو قصیدے بھی دونوں بھیج دوں گا ۔

مرقومہ سہ شنبہ ، ۱۹ ماہ اپریل سنہ ۱۸۵۹ ع

[۳۸۸] ایضاً (۱۸)

بھائی ! حاشا ثم حاشا اگر یہ غزل میری ہو مصرع

”اسد اور لینے کے دینے بڑے“

اس غریب کو میں کچھ کیوں کہوں ۔ لیکن اگر یہ غزل میری ہو تو  
مجھ پر ہزار لعنت ، اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے  
پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے ۔

اسد اس جفا پر ہتوں سے وفا کی

مرے شیر ، شاہاش رحمت خدا کی

میں نے یہی اُن سے کہا کہ اگر یہ مطلع میرا ہو ، تو مجھ پر لعنت ۔

۱۔ یعنی ”سعیار الشعراء“ میں چھاپنے کے لیے تین غزلیں بھیج دیں ۔

نیز دیکھئے خطوط تمام حاتم علی مہر ۔

۲۔ مجتہاتی صفحہ ۳۰۸ ، مجیدی صفحہ ۱۳۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۴ ،

رام قرانی صفحہ ۳۵۸ ، مہیش صفحہ ۳۹۵ ، مہر صفحہ ۲۴۹ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول صفحہ ۳۷۱ ۔ یہی بات ۲۹ اپریل ۱۸۲۹ ع

کو شیو نرائن کے اشارے سے مولوی عبدالرزاق کو لکھی ہے ،

عود ہندی صفحہ ۴۰۶ طبع مجلس ترقی ادب لاہور ۔

ہات یہ ہے کہ ایک شخص میر اسمٰنیؒ اسد ہو گزرے ہیں ، یہ مطلع اور یہ غزل اُن کے کلام معجز نظام میں سے ہے اور تذکروں میں مرقوم ہے ۔ میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہوں تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے ۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف ! یہ قصہ تمام ہوا ۔

وہ غزل جو تمہارے پاس پہنچ گئی ہے جہانئے سے پہلے ایک نقل اُس کی میرزا حاتم علی مہر کو دے دینا ۔ جس دن یہ میرا خط پہنچے اسی دن وہ غزل نقل کر کے اُن کو بھیج دینا ۔

’دستِبو‘ کی خریداری کا حال معلوم ہو گیا میرا بھی یہی کہان لہاکہ لاہور کے ضلع میں گئے ہوں گے ۔ جناب میکلوڈ صاحب فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ صاحب کمشنر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد اُن کو بھی بھیج چکا ہوں ۔ قصیدے میں نے دو لکھے ہیں ۔ ایک اپنے مرہی قدیم جناب فریڈرک اڈمنسٹریٹو صاحب بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منٹگمری صاحب بہادر کی مدح میں ، ایک بچوں شعر کا ایک چالیس بیت کا اور پھر فارسی ۔ اُن کو ریختہ کی غزلوں میں کیا جھایو گے ، جانے بھی دو ۔ رہیں غزلیں سابق کی ، وہ جو میرے ہاتھ آتی چالیں گی بھجواتا جاؤں گا ۔ میان تمہاری جان کی قسم نہ میرا اب ریختہ لکھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھ سے کہا جائے اس دو برس

۱۔ میر اسمٰنیؒ اسد ۔ سودا کے شاگرد تھے دہلی سے لکھنؤ چلے گئے تھے ۔ دیکھئے خم خانہ جلد اول وغیرہ ۔

۲۔ یہ جملہ جہت اہم ہے نسخہ حمیدیدہ دیکھ کر قہاس کیا جاتا ہے کہ شاید دس برس تک اردو میں ”اسد“ تخلص رہا ہے ۔ فارسی میں البتہ غالب ہی لکھتے رہے ہیں ۔

۳۔ اسی سلسلے میں حاتم علی مہر کے نام خط بھی لکھا ہے دیکھئے خط نمبر ۲۸۵ ۔

میں صرف وہ "بچس"، ایس شعر بطریق قصیدہ تمہاری' خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے۔ سوائے اس کے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہو گا تو گنہگار، بلکہ فارسی شزل بھی واللہ نہیں لکھی صرف دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دل و دماغ کا کیا حال ہے۔ برسوں ایک خط تمہیں اور لکھ چکا ہوں اب اس کا جواب نہ لکھنا۔ والدعا۔  
چار شنبہ ۲۶ - اپریل سنہ ۱۸۵۹ ع

### [۳۸۹] ایضاً (۱۹)

برخوردار<sup>۳</sup> منشی شیونرائن کو دعا پہنچے۔  
خط تمہارا مع اشتہار کے پہنچا۔ یہاں کا حال یہ ہے کہ مسلمان امیدوں میں تین آدمی نواب حسن علی خاں، نواب حامد علی خاں حکیم احسن اللہ خاں۔ سو ان کا حال یہ ہے کہ روئے ہے تو کھڑا نہیں۔ معینڈا یہاں کی اقامت میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں جائیں کہاں رہیں حکیم احسن اللہ خاں نے "آفتاب عالم تل" کی خریداری کر لی ہے، اب وہ مکرر حالات دربار شاہی کیوں لیں گے۔ سوائے ساہوکاروں کے یہاں کوئی امیر نہیں ہے۔ وہ لوگ اس طرف کہوں بوجہ کریں گے۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع بھتیانی اور دوسرے نسخوں میں "بچس شعر"

میں نے اردوئے معلیٰ طبع اول اور مہیشی سے تصحیح کی ہے۔

مہر صاحب نے "بچس" لکھا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس آکس شعروں

والے قصیدے کی طرف جو خط نمبر ۳۷۱ میں درج ہے۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۷۲۔

۳۔ مہر صاحب کے مجموعے میں ۲۲ اپریل ہے اور خط بنام شاہر

اردوئے معلیٰ میں "جمعہ ۲۹ اپریل"۔

۴۔ بھتیانی صفحہ ۳۰۹، بھیدی صفحہ ۹۳۵، مبارک علی صفحہ ۲۷۵۔

۵۔ وائ نرائن صفحہ ۳۶۰، مہیشی صفحہ ۳۹۶، مہر صفحہ ۲۵۰۔

تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس رسالے کا، تاریخی جانے دو ”رستخیز ہند“ ”شوغلئے سپاہ“۔ ”فتنہ“ ”عشر“۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس رام پور کے ہاں بھی تمہارا اخبار یا ”معیار الشعراء“ جاتا ہے یا نہیں؟ اب کی تمہارے ”معیار الشعراء“ میں میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہم کو جب تک ان کا نام و نشان معلوم نہ ہو گا ہم ان کے اشعار نہ چھاپیں گے۔ سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر احمد ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں۔ اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس اور مصاحب رہے ہیں اور اب وہ رام پور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں ان کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ میرا نام لکھ کر ان غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اس کے لکھنے سے ان کا نام اور ان کا حال معلوم ہوا۔ نام اور حال وہ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں، اس کو اب کی ”معیار الشعراء“ میں چھاپ کر ایک ایک دو ورقہ یا چھار ورقہ رام پور ان کے پاس بھیج دو اور سرنامہ پر یہ لکھو کہ

”در رام پور بر دو دولت حضور رسیدہ بخدمت مولوی  
امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد“

- ۱۔ اس سے مراد امیر احمد میاں ہیں، جو دربار واجد علی شاہ سے وابستہ تھے اور غفور کے بعد دربار رام پور میں حاضر ہوئے ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء بمقام حیدر آباد دکن رحلت کی۔
- ۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۷۳۔
- ۳۔ شیو نرائن صاحب ذین پرچے نکالتے تھے ”مفید خلائق“ ماہنامہ ”معیار الشعراء“ ہندوہ روزہ کدوست۔ ”بقاوت ہند“ ماہ نامہ آخرالذکر رسالے کی اشاعت اور نام کا مسئلہ اس خط میں مذکور ہے۔

اور مجھ کو اس کی اطلاع دو اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رام پور کو تمہارا اخبار جانا ہے یا نہیں ؟ ۱۲  
مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون سنہ ۱۸۵۹ ع

### [۳۹۰] ایضاً (۲۰)

برخوردار' نور چشم منشی شیونرائن کو دعا پہنچے ۔  
صاحب ! میں تو منتظر تمہارے آنے کا تھا ، کس واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رام چندر کے ۔ انہوں نے برسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیونرائن دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں ۔ آج صبح کو ٹاگہ تمہارا خط آیا ، اب مجھ کو اس کا پوچھنا تم سے ضرور ہوا کہ آنے کی تمہاری خبر جھوٹ تھی ، یا ارادہ تھا اور کسی سبب سے موقوف رہا ؟

بابو ہرگوپند سہائے کا میں بڑا احسان مند ہوں ، حق تعالیٰ اس کوشش کے اجر میں ان کو عمر و دولت دے ۔ سعادت مند اور نیک بخت آدمی ہیں ۔ ۱۲

تمہاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں ، مصرع تم نے جو لکھا اور وہ چھاپا گیا ۔ ہزار ہا سو دو ورقے چھپ گئے ۔ اب جو مصرع اور کہیں سے بہم پہنچے گا وہ کس کام آئے گا ۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو تم کو بھیجا ہے ۔ صبر کرو ، وہ جزو آنے دو میں اس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ قلمی ہوگا اس کو دیکھ کر اور مضامین کو سمجھ کر مصرع بھی تجویز کر دوں گا مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا ہوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور

۱۔ مجبائی صفحہ ۳۱۰ ، مجددی صفحہ ۱۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۶ ،

رام نرائن صفحہ ۳۶۱ ، مہربش صفحہ ۳۹۷ ، سہر صفحہ ۲۵۱ ۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۷۳ ۔



مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ ابھی رہے اور وہ بھی رہے ؟ خط تمہارا آج آ گیا ۔ ہم فلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آ جائے گا ۔ ۱۲

سہ شنبہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۵۹ ع

### [۳۹۱] ایضاً (۲۱)

برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو ، تمہارا خط پہنچا ، اور خط سے کئی دن پہلے ”رسالہ بغاوت ہند“ پہنچا ۔ تمہارے نصیم عزیمت سے میں خوش ہوا ۔ اللہ اللہ، اپنے یار ہنسی دھر کے ہوتے کو دیکھوں گا ۔ ”رسالہ بغاوت ہند“ ماہ بہ ماہ اور ’معیار الشعرا‘ ہر مہینے میں دو بار پہنچتا رہے ۔ باقی گفتگو عندالملاقات ہو رہے گی ۔ اپنے شفیق دلی ، ماسٹر رام چندر صاحب کو تمہارے آنے کی اطلاع دی ، وہ بہت خوش ہوئے جو رقعہ انہوں نے میرے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے وہ تم کو بھیجتا ہوں پڑھ لینا ۔ اگر دستیابی باقی ہوں ، تو دو اپنے ساتھ لیتے آنا ۔

غالب

سہ شنبہ ۲۳ جولائی سنہ ۱۸۵۹ ع

### [۳۹۲] ایضاً (۲۲)

میاں ! یہ کیا معاملہ ہے ؟ ایک خط اپنی رسید کا بھیج کر

۱۔ تقویم کی رو سے ایس جولائی کو ہند کا دن تھا اس لیے مہیش پرشاد

نے ”۱۹ جولائی“ لکھا ہے ، ممکن ہے کہ دن صحیح ہو ،

۱۹ جولائی کو ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۵ قوی ۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۳۱۱ ، مجیدی صفحہ ۱۳۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۷ ،

رام لرائی صفحہ ۳۶۱ ، مہیش صفحہ ۳۶۸ ، سہر صفحہ ۲۵۰ ۔

۳۔ مطابق ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۷۵ ۔

۴۔ مجبائی صفحہ ۳۱۱ ، مجیدی صفحہ ۱۳۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۷۷ ،

(باقی حاشیہ صفحہ ۶۹۹)

بھر تم چپکے ہو رہے نہ ”معیار الاشعار“ نہ ”بغاوت ہند“ نہ میرے خط کا جواب ، نہ ہندوی کی رسید ۔ برخوردار نواب شہاب الدین خاں نے اگست ۱۷ دسمبر تک پہنچ ماہ ”معیار الاشعار“ اور ”بغاوت ہند“ کا بھیجا ہے ، یعنی تین روپے بارہ آنے مجھ کو دیے اور میں نے ہندوی لکھوا کر وہ ہندوی اپنے خط میں لیٹ کر تم کو بھیجی ۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا ؟ جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے ؟ خدا کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جدا جدا جلد لکھو ۔ آج اگست کی ۱۷ - بدھ کا دن ہے ۔ پہلا نمبر ”معیار الاشعار“ کا بھی نہیں آیا ۔ یہ ہے کیا ؟ مہر تمھاری کھلتی شروع ہو گئی ہے ۔ اسی اگست کے مہینے میں تمھارے پاس پہنچ جائے گی ۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤں اور کتاب اور عرضی کا بھی اگر تقاضا کروں تو بعید نہیں ۔ مگر آج شام تک اس خط کو رسنے دوں گا ۔ اگر تمھارا خط یا ”معیار الاشعار“ یا ”بغاوت ہند“ یا کوئی نفاذ شام تک آیا تو اس خط کو ہٹا ڈالوں گا ، ورنہ کل صبح کو ڈاک میں بھیجوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۹۸)

رام نرائن صفحہ ۳۶۳ ، مہیش صفحہ ۳۹۹ ، مہر صفحہ ۲۵۲ ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ”معیار الاشعار“ مہیش ”معیار الاشعار“ غالب عموماً ہی نام لکھتے ہیں ، لیکن صحیح ”معیار اشعرا“ ہے جو گلدستہ کے طور پر آگرہ سے چھپا تھا ”بغاوت ہند“ بھی منشی شیو نرائن ، کے برجے کا نام تھا ۔ (دیکھیے تاریخ صحافت)

۲۔ اردوے معلیٰ میں یہ عدد رقتی ہندسوں میں چھپا ہے ۔

۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۵ ۔

۴۔ نسخہ مبارک علی ، نسخہ مہر ”جلد“ ندارد ۔

دوں گا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہہ دینا۔  
مرقومہ چہار شنبہ ۱۷ ماہ' اگست سنہ ۱۸۵۹ ع وقت دوپہر

### [۳۹۳] ایضاً (۲۳)

”کیوں“ میری جان! تم نے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے یا  
لکھنا ہی بھول گئے ہو؟ شہر میں ہو یا نہیں ہو؟ تمہارے مطبع کا  
کیا حال ہے؟ تمہارا کیا طور ہے؟ تمہارے چچا کا مفدہ کیوں کر  
بصل ہوا؟ میرا کام تم نے کس طرح درست کیا؟ کرو گے یا نہیں؟  
”معیار“ الاشعار“ کا پارسل پہنچ گیا۔ بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہیں  
آیا۔ ان سب مطالب کا جواب لکھو اور شتاب لکھو۔

محرمہ پنچشنبہ ۲۳ ستمبر سنہ ۱۸۵۹ ع

### [۳۹۴] ایضاً (۲۴)

برخوردار“ منشی شیونرائن کو بعد دعا کے معلوم ہو۔  
کیا میرے خط نہیں پہنچے کہ؟ جواب آدھر سے نہیں آتا؟  
دو جلد ”بغاوت ہند“ کے زیادہ پہنچے ہیں، اس کے واسطے تم سے پوچھا  
گیا تھا، اس کا جواب بھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علی خان عزیز کے

۱۔ نسخہ ”مہر میں“ ماہ“ ندارد اور ”غالب“ زائد ہے۔ ۱۷ اگست

۱۸۵۹ ع مطابق ۱۷ محرم ۱۲۷۶ھ۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۱۲، مجیدی صفحہ ۱۳۷، مبارک علی صفحہ ۲۷۸،

رام نرائن صفحہ ۳۶۲، سہیش صفحہ ۳۹۶، مہر صفحہ ۲۵۳۔

۳۔ صحیح ”معیار الشعر“۔

۴۔ اردو کے معلیٰ طبع اول ”سمیر“ نے ندارد۔ جمعرات ۲۳ ستمبر

۱۸۵۹ ع مطابق ۲۳ صفر ۱۲۷۶ھ۔

۵۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۱۲، مجیدی صفحہ ۱۳۷، مبارک علی صفحہ ۲۷۸،

رام نرائن صفحہ ۳۶۳، سہیش صفحہ ۳۹۶، مہر صفحہ ۲۵۳۔

۶۔ اردو کے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۷۶۔

خط میں کچھ عبارت تمہارے نام لکھی تھی۔ کیا انہوں نے تم کو نہ پڑھائی ہو گی؟ اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا۔ ولایت عرضی اور کتاب کے باب میں تو میں کچھ کہتا ہی نہیں جو اُس کا جواب مانگوں، کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہو تو ویسی کہو۔ یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو۔

اے لو، ایک اور بات سنو! تمہارا تو یہ حال کہ مجھ کو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری یہ خواہش کہ نواب گوار جنرل بہادر کی خبر جو وہاں تم کو معلوم ہوا کرے، مجھ کو لکھا کرو۔ خصوصاً اکبر آباد میں آکر جو کچھ واقع ہو وہ مفصل لکھو۔ آپا جناب لفٹنٹ کورنر بہادر بھی ساتھ آئیں گے یا جدا جدا آکر یہاں فراہم ہو جائیں گے؟ دربار کی صورت، خبر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت، کوئی نیا بندوبست جاری ہو اُس کی کیفیت، یہ سب مراتب مجھ کو لکھا کرو۔ دیکھو! خبردار، اس امر میں تساہل نہ کرنا۔ اب کیا سنتے ہو، لکھنؤ سے کہاں آئے ہیں؟ کان پور فرخ آباد ہونے ہوئے آگرہ آئیں گے۔ کہاں کہاں، کون کون رئیس آملے گا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سنا ہو وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں کے ہاں اخبار آتے رہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گزر جاتے ہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارے خط سے آگہی پانا وہوں۔ تم جو لکھو گے، منقح اور مفصل لکھو گے۔ یقین ہے کہ برادر زادہ عزیز یعنی تمہارے والد ماجد نے مرزا یوسف علی خاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکار میں کر دی ہوگی، اس کی بھی

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول: ”میں جانتا ہوں“۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز مفعول ۷۷۷۔

صبح چہار شنبہ ، ۲ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع  
جواب کا طالب غالب

### [۳۹۵] ایضاً (۲۵)

برخوردار! دو خط آئے اور آج یک شنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ ”اودھ اخبار“ بھائی ضیاء الدین خان صاحب کے ہاں آتا ہے، اور وہ میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں۔ اس کی حاجت نہیں، اپنے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کرو۔ میرا مقصود اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار بہ سبب قرب کے وہاں معلوم ہوتے ہوں گے۔ جو سنو، وہ مجھ کو لکھو۔ اور جب نواب معلی القاب آگرے میں آجائیں تو اپنا مشاہدہ مجھ کو لکھتے رہو۔ بس غرض اتنی ہی ہے۔ آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیج دیتا ہوں اور دونوں کتابیں ’بغاوت ہند‘ برسوں بھیج چکا ہوں۔ تمہارے والد کی طرف سے مجھ کو بڑی تشویش ہے۔ دعا کر رہا ہوں، خدا میری دعا قبول کرے، اور ان کو شفائے کامل دے۔ میری دعا ان کو پہنچا دینا۔

مرزا یوسف علی خان عزیز کا حال معلوم ہوا۔ یہ عالی خاندان اور ناز پروردہ آدمی ہیں۔ ان کو جو راحت پہنچاؤ گے اور جو آن کی خدمت بجا لاؤ گے، اس کا خدا سے اجر ہاؤ گے۔ زیادہ سوائے دعا کے کیا لکھوں ۱۲۔

از غالب

روز یک شنبہ ۱۳ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع

۱۔ مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ۔

۲۔ مجناتی صفحہ ۳۱۳، مجیدی صفحہ ۱۳۸، مبارک علی صفحہ ۲۷۹،

رام نرائن صفحہ ۳۶۳، مسپش صفحہ ۱۰۱، سپر صفحہ ۲۵۳۔

۳۔ مسپش: ”بھائی ضیاء الدین خان کے ہاں آتا ہے“۔ ”صاحب“ ندارد۔

۴۔ مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۲۷۶ھ۔

## [۳۹۹] ایضاً (۲۶)

میری جان! دو جلدیں 'بغاوت ہند' کی پرسوں، میرے پاس پہنچیں۔ اس وقت برخوردار مرزا شہب الدین خاں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک جلد ان کو دی، ایک میرے رہنے دی۔ کل ایک ہارسل اور میرے نام کا آیا، میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی اور دستنبو کا ہارسل ہوگا۔ دیکھا تو وہی دو جلدیں 'بغاوت ہند' کی ہیں۔ حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہراً سہتہان ارسال نے از راہ سہو دوبارہ بھیج دی ہیں۔ چاہتا تھا کہ لغافہ بدل کر ڈبل لکٹ لگا کر بھیج دوں۔ پھر سوچا کہ چلے تم کو اطلاع کروں، شاید یہیں کسی اور کو دلوادو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے، جو کہو سو کروں۔ کہو تم کو بھیج دوں، کہو کہیں اور تمہاری طرف سے بھیج دوں، میرے کسی کام کی نہیں۔  
والدعا۔ راقم اسد اللہ

مرقومہ: ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ء

## [۳۹۷] ایضاً (۲۷)

برخوردار کا لکڑا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ 'دستنبو' کے آغاز کی عبارت از روئے احتیاط دوبارہ ارسال کی ہے۔ یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی، اور آپ نے اسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھاپا ہوگا، یا اب چھاپیے گا؟ یہ ہر حال اس شہر کے اخبار سنئے: حکم ہوا ہے کہ دو شنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو

- 
- ۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۱۴، مجیدی صفحہ ۱۳۸، مبارک علی صفحہ ۳۸۹،  
رام لرائی صفحہ ۳۶۴، سہیلی صفحہ ۵۰۰، سہر صفحہ ۲۵۳۔
  - ۲۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۳۷۸۔
  - ۳۔ مطابق پنج شنبہ ۲۲ ربیع الاول ۱۲۷۹ھ۔
  - ۴۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۱۴، مجیدی صفحہ ۱۳۹، مبارک علی صفحہ ۳۷۹،  
رام لرائی صفحہ ۳۶۵، سہیلی صفحہ ۳۸۳، سہر صفحہ ۲۴۹۔

رات کے وقت سب خیر خواہان انگریز اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کمشنر چادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہو گی۔ فیر بھی اسی تہی دستی میں کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرر نہیں پایا، اپنے مکان پر روشنی کرے گا۔ اور ایک قطعہ ہندوہ بیت کا لکھ کر صاحب کمشنر شہر کو بھیجا ہے۔ آپ کے پاس اس کی نقل بھیجتا ہوں۔ اگر سمجھا جا جی چاہے تو اس کو چھاپ دو اور جس لمبر میں یہ چھاپا جائے، وہ لمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا۔ اور اب فرمائیے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں؟

### قطعہ

دیں روزگار بہاؤں و فرخ  
کہ گوئی بود روزگار چراغان  
شدہ گوش ہو نور، چون چشم لینا  
ز آوازہ اشتہار چراغان  
مگر شہر دریائے نورست کاینجا  
لکہ گشتہ ہر سو دو چار چراغان

- 
- ۱۔ اردوئے معلیٰ طبع مجناتی و مبارک و خطوط غالب میر میں "مفری نہیں پایا"۔ لیکن اردوئے معلیٰ طبع اول و خطوط غالب، ہمیش میں "مفری نہیں پایا" ہے۔ غالب "پشن" کو کبھی مذکر لکھتے تھے۔ کبھی مؤنث۔
  - ۲۔ کلیات نظم فارسی طبع نول کسور ۸۶۸ و ۸۶۹ ص ۶۶ پر اس قطعہ کا عنوان ہے: "لیان چراغان کہ در دہلی بہ باغ یگم بہ کمال تجمل و تکلف رونق پذیرند بود"۔ (دیکھئے کلیات غالب جلد اول صفحہ ۲۰۳ طبع مجلس ترقی ادب لاہور)۔
  - ۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۷۹۔

بسر برده بر چرخ مهر منور  
همه روز در انتظار چراغان

گواه من اینک خطوط شعاعی  
که دآرد دلش خار خار چراغان

درین شب روا باشد از چرخ گردان  
کند گنج انجم نثار چراغان

نبود است در دهر زین پیش هرگز  
بدین روشنی روی کار چراغان

شد از فیض شاینه انگلستان  
فزون رونق کاروبار چراغان

جهان دار و کثوریا، کز فروغش  
ز آتش دمد لاله زار چراغان

ز عدلش چنان گشت پروانه این  
که شد دیدبان حصار چراغان

به فرمان سر جان لارنس صاحب  
شد این شهر آئینه دار چراغان

به دپلی فلک رتبه سائدرس صاحب  
بر آراست نقش و نگار چراغان

شد از سعی پتری اجرین بهادر  
روان بر طرف جولبار چراغان

سخن سنج غالب ز روی عقیدت  
دعای کند در بهار چراغان



کہ ہادا نوزوں سال عمر شہنشاہ  
بروئے زمیں از شہار چہراخان  
[آخر اکتوبر سنہ ۱۸۵۸ ع]

[۳۹۸] ایضاً (۲۸)

برخوردار منشی شیونراین کو دعائے دوام دولت پہنچے ۔  
کل تمہارا خط پہنچا ، دل خوش ہوا ۔ ہاتر علی خاں اور حسین  
علی خاں یہ دو میرے ہوتے ہیں اور تم بھی میرے ہوتے ہو ۔ لیکن  
چونکہ تم عمر میں بڑے ہو ، تو پہلے تم اور بعد تمہارے یہ ۔  
میں حسب الطلب نواب صاحب کے دوستانہ یہاں آیا ہوں  
اور اپنی صفائی گورنمنٹ سے بذریعہ ان کے چاہتا ہوں ، دیکھوں کیا ہوتا  
ہے ؟ کتاب اور عرضی اواسط ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کر کے یہاں  
آیا ہوں ۔ چہ ہفتے میں جہاز پہنچتا ہے ۔ یقین ہے کہ ہارسل ولایت کو  
پہنچ گیا ہو گا ۔

بہ بیغم کہ تا کردگار جہاں  
دریں آشکارا چہ دارد نہاں

- 
- ۱۔ اردوئے معلیٰ اور ہمیش وغیرہ میں تاریخ نہیں لیکن اصل خط میں  
یہ فقرہ ہے : ”اٹھارہ مہینے سے ہنشن نہیں پایا ۔“ مئی ۱۸۵۷ ع  
سے نومبر ۱۸۵۸ ع تک اٹھارہ مہینے ہوتے ہیں ۔
  - ۲۔ مجبائی صفحہ ۳۱۵ ، مجیدی صفحہ ۱۰۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۸۱ ،  
رام نرائن صفحہ ۳۹۹ ، ہمیش صفحہ ۴۰۲ ، سہر صفحہ ۲۵۵ ۔
  - ۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۰ ۔
  - ۴۔ نواب صاحب رام پور ، نواب محمد یوسف علی خاں نے رام پور  
بلايا تھا ۔ اس خط میں غالب نے اقرار کیا ہے کہ نواب رام پور  
سے ہنشن کے بارے میں کوشش کرائیں گے ۔

اپنے والد کو میری دعا کہہ دینا ، مرزا یوسف علی خاں کو میری دعا کہہ دینا اور کہنا کہ میں تمہاری فکر سے خائف نہیں ہوں ۔ اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے۔

شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۰ ع  
غالب

### [۳۹۹] ایضاً (۲۹)

برخوردار اقبال آثار منشی شیونرائن کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ 'بغاوت ہند' کا اور ایک دو ورقہ 'معیار الشعراء' کا معرفت برخوردار مرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا ، اور آج چہار شنبہ ۱۳ مارچ کی ہے کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمہارا رام پور پہنچا ۔ خدا تم کو جیٹا رکھے ۔ اب میں شنبہ کے دن ۱۷ مارچ کو دلی روانہ ہوں گا ۔ تم کو بہ طریق اطلاع لکھا ہے ۔ اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہے ، یہاں نہ بھیجنا ۔

ہاں بھائی ان دنوں میں برخوردار مرزا یوسف علی خاں وہاں آئے ہوئے ہیں ۔ آج ہی ان کا خط مجھ کو پہنچا ہے ۔ تم ضرور ان سے

۱۔ اردو سے معلوم اور خطوط غالب سبیش و سہر "سہ شنبہ" مگر جٹری میں جمعہ ۱۲ ہفتہ ۳ مارچ ۱۸۶۰ ع مطابق ۹ شعبان ۱۲۷۹ھ۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۱۶ ، مجیدی صفحہ ۱۴۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۱ ، رام نرائن صفحہ ۳۶۷ ، سبیش صفحہ ۴۰۲ ، سہر صفحہ ۲۵۵ ۔  
۳۔ سہر صاحب نے اس جملہ سے ایک سوال پیدا کیا ہے ۔ آپ فرماتے ہیں :

"یوسف علی خاں عزیز کے آگرمے پہنچنے کا ذکر غالب نے پہلے جہل ۲ نومبر ۱۸۵۹ ع کے خط میں کیا تھا ۔ یہ بھی لکھا تھا کہ شیونرائن کے والد نے عزیز کے روزگار کی تلاش کا بندوبست (باقی حاشیہ صفحہ ۷۰۸)

ملنا۔ منشی امیر علی صاحب کے ہاں وہ اُترے ہوئے ہیں ان کو بلا کر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے آؤ، وہاں جو مجھ سے ملو گے تو زبانی سب کلام ہو رہے گا۔ اور اگر وہ ہاتھرس گئے ہوں تو یہ رقعہ جو تمہارے نام کا ہے، ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگا کر ہاتھرس کو شیخ کریم بخش چوکیداروں کے دفعدار کے گھر کے ہتے سے بھیج دینا۔ ضرور ضرور۔

از غالب

روان داشتہ چہار شنبہ ۱۳ مارچ سنہ ۱۸۶۰ع وقت دوپہر

[۳۰۰] ایضاً (۳۰)

میان! دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سن لو، تب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰۷)

کردیا ہوگا۔ ۱۳ نومبر کے خط میں عزیز کے عالی خاندان ہونے کا ذکر ہے۔ یقیناً شیو نرائن کو معلوم ہوگا کہ عزیز کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ لیکن اس خط میں میرزا نے عزیز کا ذکر ایسے انداز میں کیا ہے، گویا شیو نرائن کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا، اس کی وجہ سمجھ میں نہ آئی؟“

میرے خیال میں مطلب واضح ہے، عزیز جولائی بلکہ مئی آدمی تھے (تلامذۃ غالب، صفحہ ۲۳) اس پریشانی کے زمانے میں وہ ادھر ادھر لکھنؤ معاش میں بھر رہے تھے۔ نومبر سے مارچ تک ایک جگہ بیٹھا رہنا کیا ضروری ہے۔ نومبر کے بعد وہ کہیں چلے گئے، مارچ میں پھر دلی یا ہاتھرس میں آ گئے ہوں اور غالب نے دوبارہ شیو نرائن کو سفارش لکھی۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۱۔

۲۔ مطابق ۲۰ شعبان ۱۲۷۶ھ۔

۳۔ مجتہبی صفحہ ۳۱۶، مجیدی صفحہ ۱۴۱، مبارک علی صفحہ ۲۸۱،

رام نرائن صفحہ ۳۶۷، جہ صفحہ ۴۰۳، مہر صفحہ ۲۵۶۔

کچھ کلام کرو۔ میں رام پور میں تھا کہ ایک خط پہنچا، سرنامہ پر لکھا تھا :

”عرضداشت عظیم الدین احمد، من مقام میرٹھ“

واللہ باللہ، اگر میں جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے؟ بہ بر حال پڑھا معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اٹھانے کے واسطے چھاپا چاہتے ہیں۔ خیر چپ ہو رہا۔ جب میں رام پور سے میرٹھ آیا، بیانی مصطفیٰ خان صاحب کے ہاں آٹرا۔ وہاں منشی ممتاز علی صاحب، میرے دوست قدیم مجھ کو ملے۔ انہوں نے کہا کہ اپنا اردو کا دیوان مجھ کو بھیج دیجیے گا، عظیم الدین ایک کتاب فروش اس کو چھاپا چاہتا ہے۔

اب تم سنو: دیوان ریختہ اتم و اکمل کہاں تھا؟ مگر ہاں میں نے غدر سے چلے لکھوا کر نواب یوسف علی خان چادر کو رام پور بھیج دیا تھا۔ اب جو میں دلی سے رام پور جانے لگا تو بیانی ضیاء الدین خان صاحب نے مجھ کو تاکید کر دی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اردو لے کر اس کو کسی کاتب سے لکھوا کر مجھ کو بھیج دینا۔ میں نے رام پور میں کاتب سے لکھوا کر بہ سبیل ڈاک ضیاء الدین خان کو دلی بھیج دیا تھا۔

آدم پر سر مدعائے سابق: اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہتے بن آئی کہ اچھا، دیوان تو میں ضیاء الدین خان سے لے کر بھیج دوں گا مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ کون کرتا ہے؟ نواب مصطفیٰ خان نے کہا کہ میں۔ اب کہو میں کیا کرتا؟ دلی آکر ضیاء الدین خان سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفیٰ خان کے پاس بھیج دیا۔ اگر میں اپنی خواہش سے

جھپوٹا تو اپنے گھر کا مطیع جھوڑ کر ہرائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا ؟ آج اسی وقت میں نے تم کو یہ خط لکھا ، اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خان صاحب کو ایک خط بھیجا ہے ، اور اُن کو لکھا ہے ، اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے ، اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے۔ اگر دیوان آگیا تو فوراً تمہارے پاس بھیج دوں گا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے تو میں ناچار ہوں ، میرا کچھ تصور نہیں ہے۔ اور اگر [اس] سرگزشت کو بھی من کر عہد کو گنہگار ٹھہراؤ ، تو اچھا میرا بھائی ، میری تقصیر معاف کیجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے۔ یقین ہے کہ کاپی شروع نہ ہوئی ہو اور دیوان میرا میرے پاس آئے اور تم کو پہنچ جائے۔

۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ع کتاب اور دونوں عرضیاں ولایت کو روانہ کر کے رام پور گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد و رفت ہے ، سو گزر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینہ میں ، خواہی آغاز ماہ آئندہ یعنی مئی میں جواب کے آنے کا مترصد ہوں۔ دیکھیے آئے یا نہ آئے ؟ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے ؟

[اپریل ۱۸۶۰ع]

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع مجیدی و مبارک علی ، خطوط غالب سہر : ”اگر سرگزشت کو بھی۔“ اردوئے معلیٰ طبع اول : ”اور اگر سرگزشت کو بھی۔“ مہیش : ”اور اگر [اس] سرگزشت کو بھی۔“

۲۔ یہ نسخہ میرٹھ سے واپس آیا اور شیو نرائن کو بھیجا ، مگر پھر ان سے واپس لے کر محمد حسین خان تحسین کو دیا۔ تحسین نے ۲۰ محرم ۱۲۷۸ھ ، جولائی ۱۸۶۱ع کو طباعت مکمل کی۔ یہ دیوان اردو کی تیسری اشاعت تھی۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے دیوان اردو نسخہ عرش مقدمہ صفحہ ۹۸ بعد فیض خط نمبر ۴۰۴)۔

۳۔ خط کے آخری فقرات میں ”اسی مہینہ میں ، خواہی آغاز ماہ آئندہ یعنی مئی“ ہے اپریل کا مہینہ اور سفر رام پور کے حوالے سے سنہ معین ہوتا ہے ۔

## (۳۰۱) ایضاً (۳۱)

برخوردار منشی شہنشاہ کو دعا کے بعد معلوم ہو :

تصویر چنچی ، تحریر چنچی - سنو : میری عمر ستر برس کی ہے اور تمہارا دادا میرا ہم عمر اور ہم باز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمہارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں ہنسی دھر کو اپنا "فرزند سمجھتا ہوں۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سو سو سے برس کی ہماری تمہاری ملاقات ہے ، پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں ۔ اور اس راہ و رسم کے مسدود ہونے کا حاصل یہ ہے کہ ایک [کو] دوسرے کے حال کی خبر نہیں ۔ اگر تم کو میرے حال سے آکھیں ہوتی تو مجھ کو یہ سبیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے ؟

لو اب میری حقیقت سنو : چھٹا مہینہ ہے کہ سیدھے ہاتھ میں ایک ہنسی ہوئی ، بھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی ، پھوڑا پک کر ، پھوٹ کر ایک زخم ، زخم کیا ایک غار بن گیا ۔ ہندوستانی جراحوں کا علاج رہا ، پکڑنا گیا ۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے ۔ سلاخیاں دوڑ رہی ہیں ، آسترے سے گوشت کٹ رہا ہے ۔

ییس ییس " دن سے صورت افاقہ کی نظر آنے لگی ہے ۔

اب ایک اور داستان سنو : غدر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۱۸ ، مجیدی صفحہ ۱۰۲ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۳ ۔

۲۔ رام نرائی صفحہ ۳۶۹ ، سبیلی صفحہ ۳۰۶ ، مہر صفحہ ۲۵۸ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۳ ۔

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول "کو" ندارد ، اضافہ از سبیلی ۔

۵۔ اردو سے معلیٰ طبع اول و سبیلی (یعنی اصل تحریر غالباً) میں

"ییس ییس" ہے ، اردو مجتبیٰ و مبارک و مہر میں "ییس دن" اردو

رام نرائی "ییس ہائیس دن" ۔

ہونے کے بعد میرا ہنشن کھلا ، چڑھا ہوا رویہ دام دام ملا ، آئندہ کو بدستور بے کم و کاست جاری ہوا ، مگر لاٹ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمول و قرری تھا ، مسدود ہو گیا ، جہاں تک کہ صاحب سکوتر بھی مجھ سے نہ ملے اور کھلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں ۔ میں فقیر متکبر ، مایوس دائمی ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہا اور حکام شہر سے بھی ملنا میں نے موقوف کر دیا ۔ بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانے میں نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے ، دربار کیا ۔ خیر کرو ، مجھ کو کیا ۔ ناگہ دربار کے تیسرے دن بارہ بجے چہرہ اسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے ۔ بھائی! یہ آخر فروری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اس دائیں ہاتھ کے زخم کے سیدھی ران میں ، اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک بھوڑا جدا ہے ، حاجتی میں پیشاب کرتا ہوں ، اٹھنا دشوار ہے ۔ یہ ہر حال سوار ہو گیا ، پہلے صاحب سکوتر بہادر سے ملا ، پھر نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ تصور میں کیا بلکہ سمجھا میں بھی جو بات نہ تھی ، وہ حاصل ہوئی ۔ یعنی عنایت سی عنایت ، اخلاق سے اخلاق ۔ وقت رخصت خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم تجھ کو اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہیں اور مؤدہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار میں تیرا لمبر اور خلعت کھل گیا ۔ انبالہ جا ، دربار میں شریک ہو ، خلعت پہن ۔ حال عرض کیا گیا ۔ فرمایا خیر اور کبھی کے دربار میں شریک ہونا ۔ اس بھوڑے کا برا ہو ، انبالے نہ جا سکا ۔ آگرے کیوں کر جاؤں ؟

۱۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۴ ۔

۲۔ اس واقعہ کا اخبارات میں اعلان ہوا ۔ دیکھیے ضمیمہ عود ہندی

بابو ہر گوبند سہائے صاحب کو سلام ، مضمون واحد ۔

۳ مئی [۱۸۶۳ع]

[۴۰۲] ایضاً (۳۲)

میاں ! تمہاری باتوں پر ہنسی آتی ہے ۔ یہ دیوان جو میں نے تم کو بھیجا ہے ، اتم و اکمل ہے ۔ وہ اور کون سی دو چار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خان عزیز کے پاس ہیں اور اس دیوان میں نہیں ؟ اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سے باہر نہیں ۔ معذرا ان سے بھی کہوں گا اور وہ غزلیں ان سے منگا کر دیکھ لوں گا ۔

تصویر میری لئے کر کیا کرو گے ؟ بیچارہ عزیز کیوں کر کھجوا سکے گا ؟ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجھ کو لکھو ، میں مصور سے کھجوا کر تم کو بھیج دوں ۔ نہ نذر درکار ، نہ نیاز ۔ میں تم کو اپنے فرزندوں کے برابر چاہتا ہوں ، اور شکریہ جگہ ہے کہ تم فرزندِ سعادت مند ہو ۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور مطالبِ عالیہ کو پہنچائے ۔

سہ شنبہ ، ۳ جولائی سنہ ۱۸۶۰ع

غالب

[۴۰۲] ایضاً (۳۲)

میاں ! میں جانتا ہوں کہ میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۱۹ ، مجیدی صفحہ ۴۴۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۳ ،

وام نرائن صفحہ ۳۷۰ ، سپیش صفحہ ۴۰۵ ، سہر صفحہ ۳۵۷ ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ اصل ”نثار“

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۸۵ ۔

۴۔ مطابق ۴ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ ۔

۵۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۰۰ ، مجیدی صفحہ ۴۴۱ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۳ ،

وام نرائن صفحہ ۳۷۱ ، سپیش صفحہ ۴۰۵ ، سہر صفحہ ۳۵۸ ۔



نہیں کی۔ میرا مدعا یہ تھا کہ وہ تم پر اس امر کو ظاہر کریں کہ دلی میں ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا ہے کہ حکیم احسن اللہ خاں صاحب تمھارا بھیجا ہوا فرمہ مجھ کو دیں۔ اور وہ جو میں نے یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی، یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمھارا ارادہ اُس کے چھاپنے کا نہیں۔ غور کرو۔ میرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز و الحاح سے دیوان لیا تھا اور میں نے نظر تمھاری ناخوشی پر یہ جب اُس سے پھیر لیا۔ یہ کیوں کر ہو سکتا تھا کہ اور کو چھاپنے کی اجازت دوں۔ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا، میں سمجھا کہ تم خفا ہو۔ میں نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ برخوردار شیو لرائی سے میری تقصیر معاف کروا دینا۔ بھائی، خدا کی قسم! میں تم کو اپنا فرزند دل بند سمجھتا ہوں۔ اُس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے۔ رام پور سے وہ دیوان صرف تمھارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلی میں تصویر بہ ہزار جستجو ہم پہنچا کر مولیٰ اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں۔ وہ تمھارا مال ہے، چاہو اپنے پاس رکھو، چاہو کسی کو دے ڈالو، چاہو بھاڑ کر بیہنک دو۔ تم نے ’دستبوی‘ کی جدول اور جلد بنوا کے ہم کو سوغات بھیجی تھی، ہم نے اپنی تصویر اور آردو کا دیوان تم کو بھیجا۔ میرے پیارے دوست ناظر ہنسی دھر کے تم یادگار ہو۔

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

خوشنودی کا طالب غالب

۱۰ جنوری سنہ ۱۸۶۲ ع

۱۔ خط نمبر ۳۰ میں ان کا نام عظیم الدین احمد لکھا ہے اور دیوان کا پورا قصہ بیان کیا ہے۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ”کیا“ ندارد۔ اضافہ از مہیش۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۶۔

۴۔ ۱۰ جنوری ۱۸۶۲ ع مطابق جمعہ ۸ رجب ۱۲۷۸ھ۔

### [۳.۳] بہ نام 'بابو ہرگوبند سہاے صاحب (۱)

برخوردار! بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اس خط کا جواب ضرور لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہیں تم سے: ایک تو یہ کہ یہاں مشہور ہے کہ لواب گورنر جنرل بہادر الہ آباد سے کانپور آ گئے، کوئی کہتا ہے آویں گے۔ اس کا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دو قسم کی انگریزی شراب، ایک تو "کلس ٹین" اور ایک "اوڈلٹام"، یہ میں ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونوں قسم بیس روپیہ حد چوبیس روپے درجن آتی تھی۔ اب یہاں پہلے تو فطر ہی نہیں آتی تھی، اب پچاس روپے اور ساٹھ روپے درجن آتی ہے۔ وہاں تم دریافت کرو کہ اس کا نرخ کیا ہے؟ اور یہ بھی معلوم کرو کہ یہ طریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہیں؟ یہ

---

۱۔ ہرگوبند سہاے، نشاط: مولود ۸ دسمبر ۱۸۲۸ع متوفی ۳ مئی ۱۸۹۱ع۔ علی گڑھ اور دہلی و آگرہ میں قیام رہا۔ پانچ برس تک دہلی میں صدر امینی میں ناظر رہے۔ ۱۸۵۵ع میں مستعفی ہو کر گوانیار چلے گئے۔ ۱۸۵۸ع سے ۱۸۶۳ع تک علی گڑھ میں عدالت دیوانی کے سررشتہ دار رہے۔ ۱۸۶۳ع میں وکیل دیوانی بن کر آگرے میں منیم ہوئے۔ ۱۸۶۸ع میں آگرے کے میونسپل کمشنر ہوئے اور بڑے اعزاز سے زندگی بسر کرنے لگے۔ (تلامذہ غالب صفحہ ۲۷۹)۔

۲۔ مجنبتی صفحہ ۳۲۱، مجیدی صفحہ ۳۶۷، مبارک علی صفحہ ۳۵۵، رام نرائن صفحہ ۳۷۲، سہیش نادر مہر صفحہ ۵۹۵۔

۳۔ اردو سے معلول طبع اول 'اوڈلٹام' عام نسخوں میں 'اولڈ ٹام' ہے۔  
 ۴۔ اردو سے معلول طبع اول "آتی ہے" تصحیح از سہیش۔

دونوں اس دریافت کر کے مجھ کو جلد لکھو۔ اگر یہ قیمت مناسب ہاتھ آئے اور اس کا بھیجنا ممکن ہو تو، تو یہاں سے روپیہ کی ہندوی بھیج دوں اور تم خرید کر بیل گاڑی کی ڈاک پر روانہ کر دو۔ جاڑوں میں مجھ کو بہت تکلیف ہے۔ اور یہ گڑبھال کی شراب میں نہیں پیتا، یہ مجھ کو مضرت کرتی ہے، اور مجھے اس سے نفرت ہے۔

چهار شنبہ، ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ ع

ضروری جواب طلب، از جالبِ غالب جاں بلب

### [۳۰۵] ایضاً (۲)

صاحب! تم کو دعا کہتا ہوں اور دعا دیتا بھی ہوں۔ شراب کی قیمت کے دو خط بھیجے۔ بیانی! کاس ٹیلن اور "اولڈ ٹام" دونوں چوبیس روپے درجن میں ہمیشہ لیا کرتا تھا، اب یہاں مہنگی ملتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا، جب وہاں بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہیں۔ میں سمجھا تھا کہ شاید وہاں ارزاں ہو۔ خیر، اس کو جانے دو، روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہے، مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے۔

[جنوری سنہ ۱۸۵۹ ع]

- 
- ۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول 'کلی'۔
  - ۲۔ مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۲۷۵ھ۔
  - ۳۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۲۱، مجیدی صفحہ ۳۶۷، مبارک علی صفحہ ۲۸۵، رام فرانی صفحہ ۳۷۳، مہیش ندارد، مہر صفحہ ۵۹۶۔
  - ۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول 'اولڈ ٹام'۔ عام نسخوں میں 'اولڈ ٹام'۔
  - ۵۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۷۔
  - ۶۔ گزشتہ خط کی روشنی میں میرا ایک اندازہ ہے۔ مہر صاحب نے تاریخ معین نہیں فرمائی ہے۔

[ ۳۰۶ ] بہ نام نواب امین الدین احمد خاں صاحب بہادر

رئیس لوہارو (۱)

بھائی صاحب !

سانھ سانھ برس سے ہمارے تمھارے بڑزگوں میں قرابتیں ہم پہنچیں  
 بیچ کا میرا تمھارا معاملہ یہ کہ چھاس برس سے میں تم کو چاہتا ہوں ،  
 بے اس کے کہ چاہت تمھاری طرف سے بھی ہو ۔ چالیس برس سے  
 محبت کا ظہور طرفین سے ہوا ۔ میں تمھیں چاہتا رہا ، تم مجھے چاہتے  
 رہے ۔ وہ امر عام اور یہ امر خاص کیا مقتضی اس کا نہیں کہ مجھ میں  
 تم میں حقیقی بھائیوں کا سا اخلاص پیدا ہو جائے ؟ وہ قرابت اور یہ  
 سودت کیا پیوندِ خون سے کم ہے ؟ تمھارا یہ حال سنوں اور بے تاب  
 نہ ہو جاؤں ؟ اور وہاں نہ آؤں ؟ مگر کیا کروں ، مبالغہ نہ سمجھو  
 میں قالب بے روح ہوں :

دیکھے مرده شخصہ بمردی رواں

الضحلال روح کا روز افزوں ہے ، صبح کو قبرید ، قریب دوپہر کے روئی ،  
 شام کو شراب ۔ اگر اس میں سے جس دن ایک چیز اپنے وقت پر نہ ملی ،

- ۱۔ نواب امین الدین احمد خاں ، نواب احمد بخش خاں کے فرزند  
 اور نواب ضیاء الدین خاں کے حقیقی بڑے بھائی اور لوہارو کے  
 رئیس تھے ۔ بمقام فیروز چہر کہہ میں ۱۸۱۴ء میں ولادت اور  
 ۳۱ دسمبر ۱۸۶۹ء میں وفات پائی ۔ غالب کے برادر نسبتی اور  
 عمر میں سترہ سال چھوٹے تھے ، غالب کی شادی کے چار برس  
 بعد ان کی ولادت ہوئی تھی اس لیے کہنے ہیں کہ دس برس تک  
 ناہنجری کا زمانہ تھا اور تم چاہت کا اظہار نہیں کر سکتے تھے ۔
- ۲۔ بھتیجی صفحہ ۳۲۱ ، بچپندی صفحہ ۲۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۶ ،

رام نرائی صفحہ ۲۰۲ ، سپر صفحہ ۵۷۷

میں مر لیا۔ واللہ نہیں آسکتا، باللہ، نہیں آسکتا! دل کی جگہ میرے چلو میں پتھر بھی تو نہیں دوست نہ سہی، دشمن بھی تو نہ ہوں گا۔ محبت نہ سہی، عداوت بھی تو نہ ہوگی۔ آج تم دونوں بھائی اس خاندان میں شرف الدولہ اور نضر الدولہ کی جگہ ہو۔ میں تم 'بلد و لم بولد ہوں۔ میری زوجہ تمہاری بہن، میرے' بچے تمہارے بچے ہیں۔ خود جو میری حقیقی بیٹیجی ہے، اس کی اولاد بھی تمہاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمہارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کے واسطے تمہارا دعا گو ہوں اور تمہاری سلامتی چاہتا ہوں۔ تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا، کہ تم جیتے رہو اور تم دونوں کے سامنے مر جاؤں، تاکہ اس فائدہ کو اگر روٹی نہ دو گے، تو جنے تو دو گے؟ اور اگر جنے بھی نہ دو گے اور بات نہ بوجھو گے تو میری بلا ہے، میں تو موافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ آجھوں گا!

جناب والدہ ماجدہ تمہاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں اسی واسطے وہاں پہنچتے ہیں سنو: بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے

۱۔ شرف الدولہ قاسم خان - نضر الدولہ احمد بخش خاں -

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۸ -

۳۔ باقر علی خاں اور حسین علی خاں، عارف کے فرزند اور نواب الہی بخش خاں کے نواسے تھے -

۴۔ مرزا یوسف کی صاحب زادی عزیز النساء بیگم کی شادی غلام فخر الدین خان بن علی بخش سے منسوب نہیں۔ خود مرزا یوسف کی اہلیہ بھی اسی خاندان سے نہیں -

۵۔ اردوئے معلیٰ طبع اول کی عبارت یہ ہے: "والدہ ماجدہ تمہارا یہاں آنا چاہتی ہیں" -

اور بھی بہت بڑے ہیں کثرتِ اطبا ، صحبتِ احبا - تنہائی سے نہ ملوں  
 رہو گے ، حرف و حکایت میں مشغول رہو گے - آؤ ، آؤ ، شباب آؤ -  
 تنہائی مرزا علاؤ الدین خاں ! تم کو کیا لکھوں ؟ جو وہاں  
 تمہارے دل پر گزرتی ہو [ گی ] یہاں میری نظر میں ہے - خیر ، دعا سے  
 مزید عمر و دولت -

نجات کا طالب ، غالب

[۱۸۶۲ء]

[۳۰۷] ایضاً (۲)

برادرؑ صاحب ، جمیل المناقب عیم الاحسان ، سلامت !

بعد سلام مستنون و دعاؤں بقائے دولت روز افزوں ، عرض کیا  
 جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کے دو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم  
 ہوئی ، تیسری غزل ”گوہر نہ توان گفت“ ”اختر“ نہ توان گفت“ جو

۱۔ غالب لکھتے ہیں کہ ”پچاس برس سے میں تم کو جانتا ہوں“ ۔

امین الدین خاں ۵۱۲۹ میں پیدا ہوئے ، تو ۵۱۲۹ میں پچاس  
 کے ہوئے ہیں ، ۵۱۲۹ء ۳۰ جون ۱۸۶۲ء سے شروع ہو کر  
 جولائی ۱۸۶۳ء کو ختم ہوا ۔ اس بنا پر یہ خط ۱۸۶۳ء کا  
 قرار پاتا ہے ۔ قدرتِ قلمی نے اسے ”اگست ۱۸۵۸ء“ کا مکتوب  
 قرار دینے ہوئے مفصل دلیلیں دی ہیں جن سے بحث طول کا باعث  
 ہے جو نکتہ اب سے ڈیڑھ سال پہلے میں نے لکھا تھا وہ موصوف  
 کی نظر میں نہیں ، نیز ۱۸۵۸ء میں ”اضمحلال روح“ کا وہ عالم  
 نہ تھا جو خط میں مذکور ہے ۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۳۲۳ ، مجیدی صفحہ ۲۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۷ ،  
 رام ترانہ صفحہ ۳۷۳ ، سہر صفحہ ۵۰ ۔

۳۔ ”کلیات غالب“ جلد سوم صفحہ ۱۱۶ جاب مجلس ترقی ادب ۔

دل برد و حق آن ست کہ دل بر نہ توان گفت  
 آخری شعر ہے :

کازی عجب التاد بدیں شیفتہ مارا  
 مومن نہ بود غالب و کافر نہ توان گفت

میں مر لیا۔ واللہ نہیں آسکتا، باللہ، نہیں آسکتا! دل کی جگہ میرے پہلو میں پتھر بھی تو نہیں دوست نہ سہی، دشمن بھی تو نہ ہوں گا۔ محبت نہ سہی، عداوت بھی تو نہ ہو گی۔ آج تم دونوں بھائی اس خاندان میں شرف الدولہ اور فخرالدولہ کی جگہ ہو۔ میں لم "بلد و لم یولد ہوں۔ میری زوجہ تمھاری بہن، میرے "بچے تمھارے بچے ہیں۔ خود جو میری حقیقی بہتیجی ہے، اس کی اولاد بھی تمھاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمھارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کے واسطے تمھارا دعا گو ہوں اور تمھاری سلامتی چاہتا ہوں۔ تمنا یہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہو گا، کہ تم جتنے رہو اور تم دونوں کے سامنے مر جاؤں، تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دو گے، تو جنے تو دو گے؟ اور اگر چنے بھی نہ دو گے اور بات نہ ہو چھو گے تو میری بلا ہے، میں تو موافق اپنے تصور کے مرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ الجھوں گا!

جناب والدہ ماجدہ تمھاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خان اسی واسطے وہاں پہنچتے ہیں منو: بعد تبدیل آب و ہوا دو فائدے

۱۔ شرف الدولہ قاسم جان - فخر الدولہ احمد بخش خان -

۲۔ اردوئے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۸ -

۳۔ ہاتر علی خان اور حسین علی خان، عارف کے فرزند اور نواب اٹلی بخش خان کے نواسے تھے -

۴۔ مرزا یوسف کی صاحب زادی عزیز النساء بیگم کی شادی غلام فخر الدین خان بن علی بخش سے منسوب نہیں۔ خود مرزا یوسف کی اہلیہ بھی اسی خاندان سے تھیں -

۵۔ اردوئے معلول طبع اول کی عبارت یہ ہے: "والدہ ماجدہ تمھارا یہاں آنا چاہتی ہیں" -

اور بھی بہت بڑے ہیں کثرتِ اطبا ، صحبتِ احبا ۔ تنہائی سے نہ ملوں  
 رہوں گے ، حرف و حکایت میں مشغول رہوں گے ۔ آؤ آؤ ، شباب آؤ ۔  
 بیٹائی مرزا علاؤ الدین خاں ! تم کو کیا لکھوں ؟ جو وہاں  
 تمہارے دل پر گزرتی ہو [ گی ] یہاں میری نظر میں ہے ۔ خیر ، دعاے  
 مزید عمر و دولت ۔

نجات کا طالب ، غالب

[ ۱۸۶۲ء ]

[ ۳۰۷ ] ایضاً (۲)

برادرؑ صاحب ، جمیل العنائب عمیم الاحسان ، سلامت !  
 بعد سلام مستنون و دعاے بقائے دولت روز افزوں ، عرض کیا  
 جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کے دو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم  
 ہوئی ، تیسری غزل ”گوہر نہ تو ان گفت“ ”اختر“ نہ تو ان گفت“ جو

۱۔ غالب لکھتے ہیں کہ ”پچاس برس سے میں تم کو جانتا ہوں“ ۔

ابین الدین خاں ۵۱۲۲۹ میں پیدا ہوئے ، تو ۵۱۲۷۹ میں پچاس  
 کے ہوئے ہیں ، ۵۱۲۷۹ ، ۳ جون ۱۸۶۲ء سے شروع ہو کر  
 جولائی ۱۸۶۳ء کو ختم ہوا ۔ اس بنا پر وہ خط ۱۹۲ ، ۱۸۶۳ء کا  
 قرار پاتا ہے ۔ قدرت نفوی نے اسے ”اگست ۱۸۵۸ء“ کا مکتوب  
 قرار دیتے ہوئے مفصل دلیلیں دی ہیں جن سے بحث طویل کا باعث  
 ہے جو نکتہ اب سے ڈیڑھ سال پہلے میں نے لکھا تھا وہ موصوف  
 کی نظر میں نہیں ، نیز ۱۸۵۸ء میں ”اضحلال روح“ کا وہ عالم  
 نہ تھا جو خط میں مذکور ہے ۔

۲۔ مجناتی صفحہ ۳۲۳ ، مجیدی صفحہ ۲۹۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۷ ،  
 رام نرائن صفحہ ۳۴۳ ، سہر صفحہ ۵۰ ۔

۳۔ ”کلیات غالب“ جلد سوم صفحہ ۱۱۴ چاب مجلس ترقی ادب ۔

دل برد و حق آن ست کہ دل پر نہ تو ان گفت  
 آخری شعر ہے :

کاری عجب اناد بدیں شیفتہ مارا  
 مومن نہ بود غالب و کافر نہ تو ان گفت



تمہارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے، کیا نہیں پہنچی؟ بے شبہ پہنچی ہوگی، تم بھول گئے ہو گے۔ وکیل حاضر باش دربار اسد اللہی، یعنی علائی مولائی نے اپنے موکل کی خوشنودی کے واسطے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اردو کی غزل لکھوائی، اگر پسند آئے تو مطرب کو لکھائی جائے۔ جھنجوٹی کے اوجھے سروں میں راہ رکھوائی جائے، اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر میں بھی سن لوں گا۔ والسلام مع الاکرام۔

غبات کا طالب غالب

چهار شنبہ، ۲ ربيع الاول سنہ ۱۲۸۲ھ

غزل<sup>۳</sup>

میں ہوں مشتاقِ جفا بھہرہ جفا اور سہی  
تم ہو ییاد سے خوش، اس سے سوا اور سہی  
غیر کے مرگ کا غم کس لیے اے غیرتِ ماما  
میں ہوس پیشہ بہت، وہ نہ ہوا اور سہی  
تم ہو بہت، بھر تمہیں پندارِ خدائی کیوں ہے؟  
تم خداوند ہی کہلاؤ، خدا اور سہی  
حسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی  
آپ کا شیوۂ اندازِ وادا، اور سہی

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۸۹۔

۲۔ غالب کے ان فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب علاء الدین خان غالب کے ہم عہدہ تھے۔

۳۔ مطابق ۲۶ جولائی ۱۸۶۵ء نسخہ مجیدی میں یکم ربيع الاول لحاظ ہے۔ نیز دیکھئے خط نمبر ۳۴۔

۴۔ یہ غزل دیوانِ اردو کے معاصر ایڈیشنوں میں موجود نہیں ہے، پہلی مرتبہ آغا طاہر ایڈیشن میں شائع ہوئی۔ دیکھئے 'دیوانِ غالب' عرشی ایڈیشن۔

تیرے کوچے کا ہے مائل دلِ مضطر میرا  
 کعبہ اک اور سہی ، قبلہ نما اور سہی  
 کوئی دنیا میں ، مگر باغ نہیں ہے واعظ  
 خلد بھی باغ ہے ، غیر آب و ہوا ، اور سہی  
 کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملائیں یا رب!  
 سیر کے واسطے تھوڑی سی قضا ، اور سہی  
 مجھ کو وہ دو کہ جسے کیا کے نہ پانی مانگوں  
 زہر کچھ اور سہی ، آبِ یقا اور سہی  
 مجھ سے غالب ، یہ علانی نے غزل لکھوائی  
 ایک بیداد گسر ریخ قضا اور سہی  
 لاحول ولا قوۃ" -

### (۳۰۸) ایضاً (۳)

برادر! صاحب جمیل المناقب عیم الاحسان ، سلامت !  
 تمہاری تفریح طبع کے واسطے ایک غزل تھی لکھ کر بھیجی ہے،  
 خدا کرے ، پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے۔  
 آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں ، سوانح لیل و نہار\* لکھتا ہوں ،  
 کل پنج شنبہ ۲۵ مئی کو اول روز چلے بڑے زور کی آندھی آئی ، پھر  
 خوب مینہ برسنا۔ وہ جازا بڑا کہ شہر کمرۂ زمہریر ہو گیا۔ بڑے دویبہ  
 کا دروازہ ڈھایا گیا، قابل عطار کے کوچے کا پتہ مٹا گیا، کشمیری کٹریے  
 کی مسجد زمین کا پیوند ہو گئی ، سڑک کی وسعت دو چند ہو گئی۔

۱۔ مہر صاحب نے یہ فقرہ نظر انداز فرما دیا ہے۔

۲۔ مہربانی صفحہ ۳۲۳، مجیدی صفحہ ۳۹۳، مبارک علی صفحہ ۲۸۷

رام نرائن صفحہ ۳۷۵، مہر صفحہ ۳۹

۳۔ اردو سے معلوم طبع اول آغاز صفحہ ۳۹۰۔

اللہ ، اللہ ! گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور ہنود کی ڈھوڑھیوں کی جھنڈیوں کے پرچم پھرتے ہیں ۔

ایک شیر زور آور اور ہیل تن ، ہنر پیدا ہوا ہے ، مکانات جا بجا ڈھاتا پھرتا ہے ۔ فیض اللہ خاں بنگش کی حویلی پر جو گل دستے ہیں جس کو عوام ’گمزی‘ کہتے ہیں ، ان میں سے ہلا ہلا کر ایک ایک کی بنا ڈھا دی ، اینٹ سے اینٹ بھا دی ۔ واہ رے ہنر ، یہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر !

ریگستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی ، فارسی ، انگریزی ، تین زبانوں کا عالم دلی میں وارد ہوا ہے ۔ بلی ماروں کے محلے میں ٹھہرا ہے ، یہ حسب ضرورت حکام شہر سے مل لیا ہے ، باقی گھر کا دروازہ بند کہے بیٹھا رہتا ہے ۔ کہ گاہ ، نہ ہر شام و پگاہ ، غالب علی شاہ درویش کے تکیہ پر آ جاتا ہے ، اہل شہر حیران ہیں کہ کیا آتا کہاں سے ہے ؟ اس کے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے ؟ کوئی کہتا ہے کہ یہ باپ سے پھر گیا ہے ۔ میں جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے ۔ دیکھئے انجام کار کیا ہو ؟ غالب علی شاہ کا قول یہ ہے کہ ”کل کا بھلا ہو ۔“

جمعہ ۲۶ مئی سنہ ۱۸۶۵ ع

### [ ۴۰۹ ] ایضاً (۴)

برادر صاحب ۳ ، جمیل المناقب عمیم الاحسان ، سلامت !

- ۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ”پہرائے“ سہر صاحب ”لہرائے“ ۔
- ۲۔ ریگستان کا سردار زادہ۔ علاوہ الدین خاں مراد ہیں ، باپ بھٹے کی ناچاقی ہے غالب کا انداز سفارش دیکھئے ۔
- ۳۔ مطابق ۳۰ ذی حجہ ۱۲۸۱ھ ۔
- ۴۔ مجتہائی صفحہ ۲۲۴ ، مجیدی صفحہ ۲۹۵ ، مبارک علی صفحہ ۲۸۸ ، سہر صفحہ ۵۱ ”برادر صاحب“ پہلا فقرہ حذف ہے ۔

بعد سلام مسنون و دعائے بقائے دولت روز افزوں ، عرض کیا جاتا ہے کہ استاد میر جان آئے اور ان کی زبانی ممہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی ۔ خدا تم کو زندہ و تندرست و شاد و شاداں رکھے ۔

یہاں کا حال کیا لکھوں ؟ بہ قول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ :

نہ مانند آب جز آب چشم یتیم

شب و روز یا آگ ہستی ہے یا خاک ۔ نہ دن کو سورج نظر آتا ہے ، نہ رات کو تارے ۔ زمین سے آٹھنے ہیں شعلے ، آسمان سے گرتے ہیں شرارے ۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھوں ۔ عقل نے کہا کہ دیکھ نادان ! قلم انگریزی دیا سلائی کی طرح جل آٹھے گی اور کالغذ کو جلا دے گی ۔ بھائی ! ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے ۔ گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے ، وہ اور بھی جان گزا ہے ۔

خیر ، اب فصل سے قطع نظر ، ایک کوہک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل فروز ہے ۔ ہر سو فرخ مرزا آیا ۔ اس کا باپ بھی اس کے ساتھ تھا ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ”کیوں صاحب ! میں ممہارا کون ہوں ، اور تم میرے

۱۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۰ ۔

۲۔ مہر ، ”علیہ الرحمہ“ ”نہ مانند آب جز چشم در یتیم“۔ متن مطابق اردو سے معلول طبع اول ۔

۳۔ مرزا امیر الدین خان عرف فرخ مرزا ابن نواب علاء الدین خان غریب الوطن اس لیے ہیں کہ امین الدین خان سے کینہہ خاطر ہو کر لوہارو سے دہلی آ گئے تھے ۔ لیکن مکتوب یکم اکتوبر ۱۹۵۵ء بنام علانی سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد تعلقات بحال ہو گئے تھے ۔ بالشت یور کا اس لیے کہ ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے ۔ اس وقت چار برس کی عمر تھی ۔ اس مکالمے اور واقعے کے ذریعے غالب دونوں کی صفائی اور تعلقات کی بحالی چاہتے ہیں ۔

کون ہو؟“ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ ”حضرت! آپ میرے دادا ہیں ، اور میں آپ کا پوتا ہوں“ پھر میں نے پوچھا کہ ”تمہاری تنخواہ آئی؟“ کہا : ”جناب عالی ! آکا جان کی تنخواہ آگئی ہے ، میری نہیں آئی“ میں نے کہا : ”تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے“ کہا : ”حضرت! میں تو آکا جان سے روز کہتا ہوں کہ لوہارو چلو ، اپنی حکومت جھوڑ کر دل کی رعیت میں کیوں مل گئے؟“

سبحان اللہ! ہالشت بھرکا لڑکا، اور یہ فہم درست اور طبعِ سلیم - میں اس کی خوبیِ خو اور فرخی سیرت پر نظر کر کے اس کو ”فرخ سیر“ کہتا ہوں - مصاحب بے بدل ہے ، تم اس کو بلا کیوں نہیں بھیجتے؟ مگر، بیٹائی! غلام حسین خاں مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین و حیدر حسن اور ان کی اولاد کو کبھی منہ نہ لگایا - علاؤ الدین خاں جیسا ہوش مند و ہمہ دان بیٹا ، فرخ سیر جیسا دانش ور ، بذلہ منج اور شیریں سخن پوتا - یہ دو عطیہٴ عظمیٰ و موہبت کبریٰ ہیں - تمہارے واسطے من جانب اللہ :

اگر دریافتی ہر دانشت بوس  
وگر غافل شدی افسوس افسوس

آج ۲۲ جون کی ہے آفتابِ سرطان میں آگیا ، نقطہٴ انقلاب صیفی میں دن گھٹنے لگا - چاہیے کہ تمہارا غیظ و غضب ہر روز کم

۱- اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۹۲ -

غلام حسین خاں مسرور ، غالب کے ہم زلف اور عارف کے والد تھے ، انہوں نے عقد ثانی کیا تو پہلی زوجہ اور ان کے بچوں کو چھوڑ دیا تھا - یہی تم نے کیا کہ علاء الدین خاں اور ان کی ماں کو الگ کر دیا ہے -

ہو [۱۸] جائے۔

نجات کا طالب ۔ غالب

[۲۲ جون ۱۸۶۵ ع]

[۳۱۰] ایضاً (۵)

بھائی صاحب !

آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہؒ قبلہ کے انتقال کے باب میں تم کو کیا لکھوں، تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں: اظہارِ غم، تلقینِ صبر، دعائے مغفرت۔ سو بھائی، اظہارِ غم تکفیرِ محض ہے۔ جو غم تم کو ہوا ہے، ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقینِ صبر؟ بے دردی ہے۔ یہ صالحہؒ عظیم ایسا ہے جس نے غمِ رحلتِ نوابِ مغفور کو تازہ کیا۔ پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کی جائے۔ وہی دعائے مغفرت، میں کیا، اور میری دعا کیا؟ مگر چونکہ وہ میری مریدہ اور محسنہ تھیں، دل سے دعا نکلتی ہے، معہذا، تمھارا جہاں آنا سنا جاتا تھا۔ اس واسطے خط نہ لکھا۔ اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت نامناسب ہے اور اس سبب سے آنا نہ ہوا، یہ چند سطریں لکھنی گئیں۔ حق تعالیٰ تم کو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔

تمھاری خوشی کا طالب، غالب

۱۵ نومبر سنہ ۱۸۶۶ ع

۱۔ اردو سے معلیٰ ”کم ہو جائے“۔

۲۔ تاریخ کا ذکر خط میں ہے سنہ کا اضافہ میں نے کیا ہے۔ مہر

صاحب اے ۱۸۶۷ ع کا خط فرض کرتے ہیں۔ ۲۲ جون مطابق

۲۷ محرم ۱۲۸۲ھ۔ نیز دیکھئے خط نمبر ۳۱۳۔

۳۔ مجتہبیٰ صفحہ ۳۲۶، مجیدی صفحہ ۲۹۶، مبارک علی صفحہ ۲۸۹،

رام نرائی صفحہ ۷۷، مہر و ضیاء الدین خان صفحہ ۵۱۔

۴۔ بیگم جان والدہ امین الدین خان و ضیاء الدین خان۔

۵۔ مطابق پنج شنبہ ۷ وجہ ۱۲۸۳ھ۔

## [۳۱۱] ایضاً (۶)

اے 'مکرم کے خدام کرام کی خدمت میں بعد اہداء سلام مسنون ملتئم ہوں ، تمہارا شہر میں رہنا موجب تقویتِ دل تھا ؛ گو نہ ملتئم تھے پر " اک شہر میں تو رہنے تھے ؟ بھائی ، ایک سیر دیکھ رہا ہوں ۔ کئی آدمی ، طیور آشیان گم کردہ کی طرح ہر طرف اڑتے پھرتے ہیں ۔ ان میں سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آ جاتے ہیں ۔

لو صاحب ، اب وعدہ کب وفا کرو گے ؟ علانی کو کب بھیجوں گے ؟ ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن ہیں ، بارش شروع ہو جائے گی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئے گی ۔ چلنے والا کہے گا ، میں رہ رہ چالاک ہوں ، تیرا ک نہیں ۔ لوہارو سے دہلی تک کشتی بغیر کیوں کر جاؤں ؟ دخانی جہاز کہاں سے لاؤں ؟

اے ز فرصت بے خبر در پر چہ باشی زود باش  
علانی کے دیدار کا طالب غالب ۔ استاد میر جان صاحب کو سلام  
یوم " الخمیس ۷ محرم سنہ ۱۲۸۱ھ

۱۔ مجبائی صفحہ ۳۲۶ ، مجیدی صفحہ ۲۹۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۰ ،

رام نرائی صفحہ ۳۷۸ ، سہر صفحہ ۳۸ ۔

۲۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۲ ۔

۳۔ سہر صاحب کے نسخہ خطوط میں ترتیب بدلی ہوئی ہے ، غالب

نے اپنا نام لکھنے کے بعد " استاد میر جان صاحب کو سلام "

لکھا ہو گا سہر صاحب نے نام سے پہلے لکھ دیا ہے ۔

۴۔ مطابق ۲۳ جون ۱۸۶۳ء نیز اردو سے معلول طبع اول میں " یوم

الخمیس " چھپا ہے ۔

## ۳۱۲] بہ نام ' مرزا علاؤالدین احمد خان صاحب بہادر (۱)

صاحب! تمہارا خط پہنچا مطالب دل نشین ہوئے غوغائے خلق سے مجھ کو غرض نہیں کیا اچھی رباعی ہے کسی کی :

۱۔ غالب کے صبر الی رشتہ داروں میں سب سے زیادہ پیارے ، نواب علاؤالدین خان ، علائی کے والد نواب امین الدین خان کی شادی لکھنؤ کے رسالدار نواب حفصہ الدولہ ہدو زبر بیگ عرف سینڈھو خان کی صاحب زادی سے ہوئی تھی ۔ انھی ولی النساء بیگم کے بطن سے ۳ ذی الحجہ ۱۲۳۸ھ ، ۲۵ اپریل ۱۸۴۳ء کو علائی کی دہلی میں ولادت ہوئی ۔ ابتدائی تعلیم و پرورش میں غالب کا بھی حصہ رہا۔ ماں کے اثر اور غالب کی تربیت سے تشیع کی طرف میلان تھا، جیسا کہ غالب کے خطوط سے واضح ہوتا ہے ۔ عربی ، فارسی ، لٹری، میں سہارت پیدا کی ۔ اردو و فارسی میں خوب شعر کہتے تھے، مطالعہ کا شوق لیا ، لوہارو میں فخر المطایع اور ”امیر الاخبار“ ناسی اخبار کا سلسلہ بھی قائم کیا تھا ۔ نواب امین الدین خان نے عقد ثانی کے بعد کچھ عرصے کے لیے چلی زوجہ سے تعظفات کم کر دیے تھے، اور علائی اپنی والدہ کے ساتھ دہلی آ گئے تھے لیکن ۳۹ برس کی عمر میں نواب امین الدین خان نے گدی نشین کر دیا تھا ۔ آخری عمر میں علائی نے انگریزوں کی خواہش سے ریاست اپنے فرزند امیر الدین خان کے حوالہ کر دی تھی۔ یہاں تک کہ جمعہ ۱۱ محرم ۱۳۰۲ھ ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۳ء کو رحلت کی ۔ (تلامذہ غالب صفحہ ۲۳۹) غالب نے ان کو اپنا جانشین بھی بنایا تھا ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۷۳۷ ، مجیدی صفحہ ۲۹۶ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۰ ، رام نرائن صفحہ ۳۷۸ ، مہیش صفحہ ۳۶۷ ، سہر صفحہ ۱۰۲ ۔



موسن' بہ خیال خویش مستم داند  
کافر بہ گمان، خدا ہرستم داند  
مردم ز غلط فہمی مردم مردم  
اے کاش، کسے ہر افہم ہستم داند

بھائیوں سے بھر نہیں ملا بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے ۔ جواہر  
خبردار ، میرا سلام اخوان کو اور آن کا سلام مجھ کو پہنچا دیتا ہے،  
اسی کو غنیمت جانتا ہوں :

تباہ لائے ہسی ہنسے گی غالب  
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش یہ دم نکلتے  
بہت نکلتے مرے اومان ، لیکن پھر بھی کم نکلتے

یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونوں شعر  
حسب حال نظر آئے اس واسطے لکھ دیے گئے ۔ تم نے اشعار جدیدہ  
مانگے خاطر تمہاری عزیز ، ایک مطلع صرف دو مصرع آگے کے کہے  
ہوئے یاد آ گئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں، ان پر فکر کر کے ایک  
مطلع اور باج شعر لکھ کر سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہوں ۔  
بیانی ! کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیٹیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی  
بلند رتبہ نہیں ۔

بہت سہی غم گیتی ، شراب کم کیا ہے ؟  
حلام ساقی کوثر ہوں مجھ کو غم کیا ہے ؟

۱۔ قاضی عبدالودود صاحب جہان غالب ماہنامہ غاور ڈھاکہ جنوری

۱۹۵۳ء میں لکھتے ہیں کہ یہ رباعی سرزا فاخر سکھن (۱۳۸۱ء)۔

(۱۳۲۱ء) کے دیوان خطی مملوکہ "کتاب خانہ" مشرقیہ ہشتہ میں

ہے اور "موسن" کے چھائے "زائد" سے شروع ہوتی ہے ۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۳ ۔

۳۔ سہر کے خطوط غالب طبع اول و دوم میں یہاں سے عبارت حذف ہے ۔

## مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف ، تو ستم کیا ہے ؟  
 تمہاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے ؟  
 کٹے تو شب کہیں ، کاٹے تو ساپ کھلاوے ؟  
 کوئی بناؤ کہ وہ زلفِ غم بہ غم کیا ہے ؟  
 لکھا کرے کوئی احکامِ طالعِ مولود  
 کسے خبر ہے کہ "واں جنبشِ قلم کیا ہے ؟  
 نہ حشر و لشر کا قائل ، نہ کیش و ملت کا  
 خدا کے واسطے ، ایسے کی بھر قسم کیا ہے ؟  
 وہ داد و دید گران مایہ شرط ہے ہم دم  
 و گراں مہرِ سلیمان و جامِ جم کیا ہے ؟  
 سخن میں خامہ غالب کی آتش افشانی  
 یقین ہے ہم کو بھی ، لیکن اب اس میں دم کیا ہے ؟  
 لو صاحب ، تمہارا فرمانِ قضا تو اسان بجا لاتا ۔ مگر اس غزل  
 کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر باحتیاط رکھو گے اور اردو کے  
 دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے ، تو اچھا کرو گے ۔  
 عمر فراوان و دولت فزوں باد ۔ فقط

[جنوری ۱۸۶۶ء]

- 
- ۱۔ مہش "کھلائے"۔
  - ۲۔ مہش "کسے خبر کہ وہاں جنبشِ قلم کیا ہے" یہ غزل مکمل طور پر کسی معاصر غالب مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے ۔
  - ۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں "فقط" کے بعد درج ہے "جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء" بارہ پر دو بجے تین کا عمل" یہی عبارت دوسرے مقامات پر ہے ، لیکن مہش صاحب کہتے ہیں کہ یہ (باقی حاشیہ صفحہ ۷۳۰)

## [۳۱۳] ابضاً (۲)

جمعہ ۲۲ دسمبر سنہ ۱۸۶۵ء بارہ پر دو بجے ، تین کا عمل -  
 مرزا ، رو برو بہ از چلو - آؤ میرے سامنے بیٹھو! آج صبح  
 کے ۷ بجے ہاتھ علی خان اور حسین علی ، ۱۴ مرغ ۶ بڑے اور  
 ۸ چھوٹے [لے] کے دلی کو روانہ ہوئے - دو آدمی میرے آن کے  
 ساتھ گئے - کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں -  
 نواب صاحب نے وقتِ رخصت ایک ایک دوشالہ مرحمت کیا -  
 مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہاں وارد ہیں اور اپنی  
 جن کے یہاں ساکن ہیں ، کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ دلی چلوں گا ، اور  
 وہاں سے لوہارو جاؤں گا - میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ

(بقیمہ حاشیہ صفحہ ۷۲۹)

عبارت بعد میں آنے والے خط سے متعلق ہے - اور جی دوست ہے  
 کیوں کہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء کو غالب رام پور میں تھے "بھائیوں  
 سے بھر نہیں سلا" - جواہر خدام کے ذریعہ ان کو سلام پہنچوانا  
 بتاتا ہے کہ ذیل میں تھے - خط میں تعین خط کے لیے کوئی واضح  
 اشارہ نہیں ملتا - ہمیش نے اسے دسمبر کے بعد کا مانا ہے - ممکن  
 ہے کہ رام پور سے آنے کے بعد شہر میں کچھ افواہیں پھیلی ہوں  
 کہ غالب کو اتنا روپیہ سلا ، اور قرضی خواہ تاک میں ہوں  
 اس لیے بازار سے نکلتے ڈرتے ہیں - یعنی ۸ جنوری ۱۸۶۶ء کے بعد  
 کا خط ہو -

۱- یہ عبارت اردو سے معلوم میں سابقہ خط کا خاتمہ قرار پا گئی ہے  
 جو غلط ہے ، ہمیش صاحب نے شاید اصل خط سے مقابلہ کر کے  
 تصحیح کی ہے -

۲- مجبائی صفحہ ۳۲۸ ، مجیدی صفحہ ۲۹۷ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۱ ،  
 رام نرائن صفحہ ۳۸۰ ، ہمیش صفحہ ۲۹۷ ، سہر صفحہ ۱۰۰ -  
 ۳- اردو سے معلوم طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۵ -

اسی ہفتہ میں چلوں گا۔

آپ چال چوکے، اردو لکھنے لکھنے جو خط کہہ مشتمل ایک مطلب پر تھا، اُس کو تم نے فارسی میں لکھا اور فارسی بھی متصدیق نہ کی؟ کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بصفہٴ مفرد نہ لکھیں! یہ وہی چھوٹی 'جے' بڑی 'جے' کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤں گا، ماکتب فیہ کہہ کر کام نکال لوں گا۔ میں نے تو چلتے وقت 'فرخ سیر' کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا، کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو میں اس کی درستی کرتا لاؤں؟ جواب آیا، کہ اور کچھ مدعا نہیں، صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکا کا وکیل وہاں موجود ہے۔ اگر وہ اس امر کا ذکر کرتے تو میں ان سے ان کے خالو علی اصغر خاں کے نام عرضی یا خط لکھواتا لاتا، ہر حال اب بھی قاصر نہ رہوں گا۔

تاریخ اوپر لکھ آیا، نام اپنا بدل کر 'مغلوب' رکھ لیا ہے۔ فقط [بھائی سے دو سوال ہیں: ایک تو یہ کہ مجموعہٴ نثر کے خاتمے کو

۱۔ سہش میں بھی "نہیں" موجود ہے، عبدالستار صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ "نہیں" حذف ہونا چاہیے۔ مگر صاحب نے خلاف متن طبع اول و مقابلہ سہش اسے حذف کر دیا۔ میرے خیال میں ولفظ بہ طور استفہام ہے۔

۲۔ نواب امیر الدین خان عرف فرخ مرزا، غالب نے فرخ سیر لقب دیا ہے۔

۳۔ سہش و اردوے معلیٰ کے دوسرے نسخے 'فقط' ندارد۔ میں نے اردو معلیٰ طبع اول سے نقل کیا ہے۔ گوئی چند نارتک کو جو اصل خط ملا ہے، اس میں ایک طویل پیرا گراف زائد ہے جسے میں کہنی دار خطوں میں درج کر رہا ہوں۔ دیکھیے اردوے معلیٰ، دلی یونیورسٹی میگزین غالب نمبر حصہ دوم صفحہ ۷۰۔

کیا کروں ؟ وہ مبنی تھا اس حقیقت پر کہ لول کشور ، نواب ضیاء الدین خاں سے واسطے الطباع کے لئے گیا ۔ جب یہ واقعہ ہوا تو اب اس کو نکال ڈالوں ۔ اور اس کی جو کئی نثریں اور ہیں وہ لکھ دوں ۔

اوراق اشعار مرحومی زین العابدین خاں سے مستعار ہیں ، اس واسطے کہ تم اپنے ہاں کے مجموعے کی تصحیح اس سے کر لو ۔ پھر یہ امر واقع ہوا یا ہونے والا ہے ؟

ترجمہ " ابو الفدا کی جلد واپس پہنچتی ہے ۔

جواب کا طالب ۲ غالب ۔ ۱۲

### [ ۳۱۳ ] ایضاً (۲)

یکشنبہ ۲ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ ع

شکر ۲ ایزد کہ ترا با پدروت صلح فتاد

حوریاں رقص کنان ، ساغر شکرانہ زدند

قدسیاں بہر دعائے تو و والا پدروت

قرعہ ۲ فال ہنام من دیوانہ زدند

میاں ! تم جانتے ہو کہ میں عازم رام پور تھا ۔ اسباب مساعد ہو گئے

شرط حیات جمعہ کو روانہ ہوں گا ۔ لڑکے بالوں کی خیر و عافیت

۱۔ مولوی کریم الدین ہانی ہی کا ترجمہ جو ۱۸۸۷ ع میں مطبع العلوم سے چھپا تھا ۔

۲۔ " نقوش " مکاتب نمبر میں اسے مستقل غط قرار دیا گیا ہے اور ۹۳-۱۸۶۴ ع تاریخ فرض کی ہے ، دیکھئے صفحہ ۱۰۷ ۔ غالب کی قادر تحریری صفحہ ۴۸ پر ۱۸۶۲ ع درج ہے ۔

۳۔ مجتہبی صفحہ ۳۲۹ ، مجیدی صفحہ ۲۹۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۲ ، رام فرانی صفحہ ۳۸۱ ، مہوش صفحہ ۳۶۵ ، مہر صفحہ ۹۹ ۔

۴۔ دیکھئے غط نمبر ۳۰۹ ۔

علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے ، میرا لکھنا زائد ہے ۔  
ایک بار میں صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا ، فرخ مرزا  
بھی میرے ساتھ گیا تھا ، مزاج کی خبر بوجہ آیا ۔  
بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا ۔

واقم ، غالب علی شاہ

### [۳۱۵] ایضاً (۴)

جاتا جانا ! ایک خط میرا ، تمہارے دو خطوں کے جواب میں ،  
تم کو پہنچا ہوگا ۔ آج میں علیؒ اصغر خاں بہادر کے گھر گیا ، ان سے  
میں نے تذکرہ کیا ۔ فرمایا کہ 'فرخ سیر' کی ماں کو لکھ بھیجو کہ  
سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیج دیں ، یہاں سے روپیہ بھیج دیا جائے گا ۔  
آج منگل ہے ، ۷ شعبان [۱۲۸۲ھ] کی اور ۲۶ دسمبر [۱۸۶۵ع]  
کی ۔ دونوں بھتیجے تمہارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی  
ہوئے ۔ میں برسوں ، 'یوم' الخمیس کو ، مرحلہ لیتا ہوں گا :

اول ما آخر ہر منتہی در اکرام و عزت  
آخر ما جہب تمنا تھی از ملل و دولت

- 
- ۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۶ ۔
  - ۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۲۹ ، مجیدی صفحہ ۲۹۸ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۲ ،  
رام نرائن صفحہ ۳۸۱ ، ہیش صفحہ ۳۶۹ ، سہر صفحہ ۱۰۱ ۔
  - بعض نسخوں میں "جان جان" ہے ۔
  - ۳۔ امین الدین خاں کے خالو ہیں ۔
  - ۴۔ اردوئے معلیٰ میں دونوں سہ موجود نہیں ، میں نے چٹری سے  
افادہ کیا ہے ۔
  - ۵۔ غالب 'یوم الخمیس' کو 'یوم الخمس' لکھتے ہیں ، یا کاتب غلط  
نوٹس ہے ۔

تو ”کان گروہ“ کہا کر ، فارسی بھگڑا کر ۔ مجھ سے ہندی کی چندی سن ؛ ایک غلیل حضور نے دینی کی ہے ، ایک علی اصغر خاں سے اینٹھی ، دولوں کل آئیں گی ۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتے سے جہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں ۔ زاد کی خدا نے چٹھی فقیر پر کی ، راحلہ وہ جانی ۔ فقط

غالب

### [۳۱۶] ایضاً (۵)

صبح ”دو شنبہ“ ، شانزدہم از مہ صیام [۵۱۲۸۱] ۔  
میری جان ! نئے مہان کا قدم تم پر مبارک ہو ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور اس کی اور اس کے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے ۔  
تمہاری طرز تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے ۔  
ثاقب اس کو عزیز اور غالب عزیزہ جانتا ہے ۔ واضح لکھو تا احتمال رفع ہو ۔ خط ثاقب کے نام کا ، توبہ توبہ ، خط کا ہے کو ، ایک تختہ کاغذ کا ۔ میں نے سراسر بڑھا ، لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی

- ۱۔ کان گروہ : غلیل ۔ نیز اردو سے معلوم میں ”الٹھی“ سہیلی میں ”امیٹھی“ غالباً ”اینٹھی“ صحیح ہے ۔
- ۲۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ ”بھگڑا کر“ بولنا چاہیے لیکن دلی کے لہجے میں ”بھگڑنا“ ”بھاننا“ ۔ ”گڑبھنگ“ وغیرہ صحیح ہے ۔
- ۳۔ مجبائی صفحہ ۳۶۹ ، مجیدی صفحہ ۲۹۹ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۳ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۳ ، سہیش صفحہ ۳۶۳ ، سہر صفحہ ۹۶ ۔ تاریخ کی عبارت سہر صاحب نے آخر خط میں لکھی ہے ۔ سہیش صاحب نے سند کا اضافہ کیا ہے ۔
- ۴۔ علانی کی صاحب زادی کی ولادت پر تہنیت مفسود ہے ۔ دیکھو

کا بیان جب کرتا کہ فحوائے عبارت سے جگر خون نہ ہو جاتا۔  
 بھائی کا غم جدا۔ ایسا سخن گزار، ایسا زبان آور، ایسا عیار، طرار،  
 یوں عاجز و درماندہ و ازکار رفتہ ہو جائے! تمھارا غم جدا، ساغر  
 اول و درد؟ کیا دل لے کر آئے، کیا زبان لے کر آئے، کیا علم لے کر  
 آئے، کیا عقل لے کر آئے، اور پھر کسی روش کو پرت نہ سکے؟  
 کسی شیوہ کی داد نہ پائی، گویا نظیری تمھاری زبان سے کہتا ہے:

جوہر بیش من در تہ زنگار بمالد  
 آنکہ آئینہ من ساخت، نپرداخت دریغ

بھائی! اس معرض میں، میں بھی تیرا ہم طالع اور ہم درد  
 ہوں۔ اگرچہ ایک فتنہ ہوں، مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم! میرے  
 انی نغم و نثر کی داد باندازہ بایست پائی نہیں۔ آپ ہی کہنا،  
 آپ ہی سمجھنا۔ قلندری و آزادی و ابطار و کرم کے جو دواعی میرے  
 خالق نے مجھ میں بھر دیے ہیں، یہ قدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے۔  
 نہ وہ طاقت جسمانی کہ ایک لائٹی ہاتھ میں لوں اور اس میں شطرنجی  
 اور ایک لین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکا لوں اور پیادہ پا  
 چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا، کبھی مصر میں جا ٹھہرا، کبھی  
 نجف جا پہنچا۔ نہ وہ دست گاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں۔  
 اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ سہی، جس شہر میں رہوں، اس  
 شہر میں تو بھوکا لٹکا نظر نہ آئے:

نہ بستان سرائے نہ مے خالہ  
 نہ دستان سرائے نہ چائناہ  
 نہ رقص ہری پیکران بر بساط  
 نہ غوغائے رامشگران در رباط

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۹۷۔

۲۔ مہیش ہرچند: ”نظر نہ آؤں“



خدا کا مقہور ، خلق کا مردود ، بوڑھا ، ناتوان ، بیمار ، فقیر ، لکبت میں گرفتار ۔ تمہارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اس کا نظیر ہم پہنچاؤں ۔ واقعہ<sup>۱</sup> کربلا سے نسبت نہیں دے سکتا لیکن واللہ ! تمہارا حال آس ریگستان میں بعینہ ایسا ہے ، جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا ۔ تمہارا خالق تمہاری اور تمہارے بچوں کی جان و آبرو کا لگہبان<sup>۲</sup> ۔ میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو ۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بہ در بھیک مانگے ، وہ میں ہوں ۔

### (۱۷۱) ایضاً (۶)

چاشت گاہ<sup>۳</sup> ، دوازدہم نومبر سنہ ۱۸۹۱ع  
آج جس وقت کہ میں روٹی کھانے کو<sup>۴</sup> گھر جاتا تھا ، شہاب الدین خان تمہارا خط اور مصری کی ٹہلیا لے کر آئے ۔ میں اس کو لوا کر گھر گیا ۔ اپنے سامنے مصری تلوائی ، آدھ پا [ڑ] اوپر دوسیر نکلی ۔ خانہ<sup>۵</sup> دولت آباد ، جی کافی وافی ہے اور اب حاجت نہیں ۔ روٹی کھا کر<sup>۶</sup> باہر آیا ۔ تمہارے ابنِ عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۸ ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۲۵ ۔

۲۔ ۱۶ رمضان ۱۲۸۱ھ آغاز خط میں لکھا گیا ہے ، جو مطابق ۱۳ فروری ۱۸۶۵ع ہے ۔

۳۔ بھبنائی صفحہ ۳۳۱ ، بھیدی صفحہ ۳۰۰ ، سیارک علی صفحہ ۳۹۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۸۳ ، سہیش صفحہ ۳۴۳ ، سہر صفحہ ۷۷ ۔

۴۔ سہیش : ” کھانے گھر جانا تھا “ اردوے معلیٰ : ” کھانے کو “ ۔  
غالب نے ۱۵ اکتوبر کو ایک خط میں اس کے لیے حسن طلب کیا ہے ، دیکھیے خط نمبر ۴۵۴ ۔

۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول : ” باقر آیا “ ۔

شترسوار جانے والا ہے۔ میں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں ، لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھ دی ، مطالبہ مندرجہ خط کا جواب بہ شرطِ حیات کل بھیجوں گا۔

غالب

### [۳۱۸] ابضاً (۷)

اقبال نشانہ ! بہ خیر و عافیت و فتح و نصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات اردو کے جمع کرنے پر اور اس کے چھپوانے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کیے ہیں۔ میں مسودہ نہیں رکھتا ، جو لکھا ، وہ جہاں بھیجنا ہو وہاں بھیج دیا۔ یقین ہے کہ خط میرے تمہارے پاس بہت ہوں گے۔ اگر ان کا ایک پارسل بنا کر بہ سبیل ڈاک بھیج دو گے یا آج کل میں کوئی ادھر آنے والا ہو ، اس کو دے دو گے تو موجب میری خوشی کا ہوگا۔ اور میں ایسا جانتا ہوں کہ اس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہو گے۔ بچوں کو دعا۔

غالب

[اپریل ۱۸۶۳ء]

۱۔ میر صاحب : ”کل دون کا“ فسطح مبارک : ”کل بھیج دوں گا“۔

نیز یہ خط ۱۲ نومبر ۱۸۶۲ء یعنی ۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۸ھ -

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۳۱ ، مجیدی صفحہ ۳۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۴ ،

رام نرائن صفحہ ۳۸۳ ، حبیب صفحہ ۲۲۹ ، میر صفحہ ۸۳ -

۳۔ اردو سے معلوم کی ترتیب و تالیف کے لیے مواد جمع کرنے کے لیے کوشش شروع ہے۔

۴۔ خط نمبر ۴۲۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۱ جون سے پہلے خط

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۳۸ پر)

## [۳۱۹] ایضاً (۸)

جان ' غالب ! یاد آتا ہے کہ تمہارے عمر نامدار سے سنا ہے کہ  
' لغات دساتیر ' کی فرہنگ وہاں ہے ۔ اگر ہوئی تو کیوں نہ تم بھیج  
دیتے ۔ خیر ۔

انجہ مادر کار دارم ، اکثرے در کار نیست  
تم کمر نورس ہو آس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے  
نشو و نما پائی ہے ، اور میں ہوا خواہ و ماہہ نشین آس نہال کا رہا ہوں  
کیوں کر تم مجھ کو عزیز نہ ہو گے ؟ رہی دید وادید ، آس کی  
دو صورتیں ؛ تم دلی میں آؤ یا میں لوہارو آؤں ، تم مجبور ، میں معذور ۔  
خود کہتا ہوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ہو ، جب تک نہ سمجھ لو  
کہ میں کون ہوں اور ماجرا کیا ہے ؟

(بفہ حاشیہ صفحہ ۷۳۷)

مانگے ۔ یکم جون کو علانی نے خط بھیج دے ، مرزا نے ان کی  
قتل لے کر ۲۱ جون ۱۸۶۳ع کو علی حسین خاں کے ہاتھ اصل  
خط واپس کر دے۔۔۔ ہمیش برشاد نے قلم نہ لکھا ۔ میرے  
خیال میں مہینہ اپریل یا مئی کا ہوگا ۔ اس سلسلے میں مقدمہ بھی  
ملاحظہ ہو ۔

- ۱۔ مجتہائی صفحہ ۳۳۱ ، مجیدی صفحہ ۳۰۰ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۳ ،  
رام فرائی صفحہ ۳۸۴ ، ہمیش صفحہ ۲۶۶ ، سہر صفحہ ۶۱ ۔
- ۲۔ دساتیر : عہد اکبری میں آذر کیواں زردشی کی ایک جعلی کتاب  
جو بمبئی میں کئی مرتبہ چھپی ۔ (تاریخ ادبی ایران ، ترجمہ علی پاشا  
صالح صفحہ ۸۴) برہان قاطع کا ماخذ اور غالب کا مرجعہ تحقیق  
ہے ۔ اس کا نسخہ مطبوعہ ۱۸۸۸ع میرے کتب خانہ میں موجود  
ہے ۔

۳۔ اردو سے معلوم طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۹۹ ۔

۴۔ امین الدین خاں بہادر مراد ہیں ۔ اور ہم نامدار سے ضیاء الدین  
خاں بہادر ۔

سنو' ، عالم دو ہیں ؛ ایک عالم ارواح اور ایک عالم آب و گل ۔  
 حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے :  
 "لعن الملک الیوم" اور پھر آپ جواب دیتا ہے : "لله الواحد القهار"  
 ہرچند قاعدہ عام یہ ہے کہ عالم آب و گل کے مجرم عالم ارواح میں سزا  
 پاتے ہیں ۔ لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالم ارواح کے گنہگار کو دنیا  
 میں بھیج کر سزا دیتے ہیں ۔ چنانچہ میں آٹھویں<sup>۲</sup> رجب سنہ ۱۲۱۲ھ میں  
 روپکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا ۔ ۱۳ برس حوالات میں رہا ۔ ۷ رجب  
 سنہ ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکمر دواہر جس صادر ہوا ۔ ایک بیڑی  
 میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا اور مجھے  
 اس زندان میں ڈال دیا ۔ فکرِ نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا ۔ برسوں  
 کے بعد میں جیل خانہ سے بھاگا ۔ تین برس ہلانہ شرقیہ میں پھرتا رہا ۔  
 باپانِ کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اسی محبس میں بٹھا دیا ۔  
 جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پا ہے ، دو ہتکڑیاں اور یڑعا دیں ۔ ہاتھ  
 بیڑی سے فگار ، ہاتھ ہتکڑیوں سے زخم دار ، مشقتِ مفری اور مشکل  
 ہوگئی ، طاقت یک قلم زائل ہوگئی ، بے حیا ہوں ۔ سال گزشتہ بیڑی  
 کو زاویہ<sup>۳</sup> زندان میں جھوڑ ، مع دونوں ہتکڑیوں کے بھاگا ، میرٹھ

۱۔ عود ہندی ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۱۸۴ ۔

۲۔ پارہ ۲۴ ، سورۃ المؤمن ، آیت ۱۶ ۔

۳۔ ان دنوں یہ جٹ ہو رہی ہے کہ غالب کی ولادت ۸ رجب  
 ۱۲۱۲ھ کو ہوئی ہے یا ۸ رجب ۱۲۱۳ھ کو ۔ پھر اس کی مطابقت  
 یکم جنوری ۱۷۹۸ع سے ہے یا کوئی اور تاریخ دیکھیے ؟ "نامہ نو"  
 کراچی مارچ ۱۹۹۷ع تا فروری ۱۹۹۸ع کے مختلف شمارے ۔ نیز  
 "اردو نامہ" کراچی سٹائیسول شمارہ ۔

۴۔ عود ہندی طبع اول : "سترہ رجب" اور اردوے معلیٰ و سہش  
 "سات رجب" ہے ۔

۵۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۰۰ ۔

مراد آباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا - کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا - اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگوں گا - بھاگوں کیا ؟ بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی - حکم رہائی دیکھتے کب صادر ہو ؟ ایک ضعیف ما احتال ہے کہ اس 'ماہ ذی الحجہ' [۱۲۷۷ھ] میں چھوٹ جاؤں - یہ ہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا - میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤں گا :

فسخ آن روز کہ از خالہ زلدان بروم

سوئے شہر خود ازیں وادی ویران بروم

گائے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہیں - دو فارسی غزلیں ، دو اردو غزلیں اپنے حافظہ کی تحویل میں بھیجتا ہوں بھائی صاحب کی نذر :

غزل

از جسم جہاں نقاب تا کے ؟

ایں گنج دری خراب تا کے ؟

ایں گوہر ہر فروغ یا رب !

آلودہ خاک و آب تا کے ؟

اہں راہ رور مسالکِ قدس

وامائدہ خورد و خواب تا کے ؟

۱- عود ہندی و "میش" "اسی" نیز اس خط میں زندگی کے پانچ بڑے

واقعی بیان کیے ہیں : (الف) ولادت (ب) شادی (ج) سفر کلکتہ

(د) باقر علی و حسین علی خاں کی پرورش (ه) سفر رام پور -

۲- غالب کو اپنی اس پیشین گوئی پر بڑا ناز تھا اس شعر پر عود ہندی

کا خط ختم ہو جاتا ہے -

۳- کلیات غالب ، جلد سوم ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور بہ ترتیب

حقیر ، صفحہ ۳۷۳ - یہ غزل "سید چین" میں ہے ، کلیات طبع

نول کشور میں نہیں -

ہے تاہم برق جز دمے نیست  
ماویں ہمہ اضطراب تا کے ؟

جان در طلبِ نجات تا چند  
دل در تعبِ عتاب تا کے ؟

پرسش ز تو ہے حسابِ ہاید  
غمِ ہائے مرا حساب تا کے ؟

غالب بچہیں کشاکش اندر  
یا حضرتِ بو تراب تا کے ؟

دوش 'کز گردشِ بختِ گلہ پر روئے تو بود  
چشمِ سوئے فلک و روئے سخنِ سوئے تو بود

افہم شبِ شمعِ گہاں کردی و رفتی بہ عتاب  
نفسِ پردہ کشائے اثرِ خوئے تو بود

چہ عجب صانع اگر نقشِ دہانت گم کرد  
کل 'خود از حیرتِیاں رخِ لیکوئے تو بود

بکفرِ بادِ مباد ، ایس ہمہ رسوائیِ دل  
کاخر از پردگیان شکنِ موئے تو بود ؟

مردن و جان بہ گمنامے شہادتِ دادن  
ہمہ ز اندیشہ 'آزردنِ بازوئے تو بود

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۱ - غزل کے لیے دیکھیے

کلیات جلد سوم صفحہ ۱۵۳ - ۱۸۳ء سے پہلے کی غزل ہے ۔

۲۔ دیوان فارسی باطبع اول و کلیات فارسی طبع اول و طبع مجلس : "کو

خود از حیرتیاں"۔ بارہ شعروں کی غزل ہے سات کا انتخاب کیا ہے ۔

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زده اند  
 کایں بہان ست کہ پیوستہ در ابروے تو بود  
 لالہ و گل دمد از طرف مزارش بس مرگ  
 تاجہا در دلِ غالب ہوسِ روے تو بود  
 'اردو غزل'

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشان اور  
 کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے کہاں اور  
 لوگوں کو ہے خورشیدِ جہاں قلب کا دھوکا  
 ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغِ نہاں اور  
 ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا  
 ہوتے جو کئی دیدہ خونِ نابہ نشان اور

یا رب! نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات  
 دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور  
 غم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم، جب آئیں گے  
 لیے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جان اور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اڑ جائے  
 جلاذ کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ”ہاں اور!“  
 ہیں اور بھی دنیا میں سختور بہت اچھے  
 کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

## ایضاً

اُس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کے  
 بیٹھا رہا ، اگرچہ اشارے ہوا کے  
 ضد کی ہے اور بات ، مگر خو بری نہیں  
 بھولے سے اس نے سینکڑوں وعدے وفا کیے  
 صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو ؟  
 دینے لگا ہے ہوسے بغیر التجا کے  
 رکھتا بھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن سے  
 مدت ہوتی ہے دعوتِ آب و ہوا کے  
 کس روز تمہیں نہ تراشا کے عداو ؟  
 کس دن ہمارے سر پہ نہ آئے چلا کے  
 غالب تمہیں کہہو کہ ملے گا جواب کیا  
 مانا کہ تم کہا کہے اور وہ سنا کے  
 [جون ۱۸۶۱ء]

## [۴۲۰] ایضاً (۹)

سعادت\* و اقبال نشان میرزا علاؤ الدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ  
 کی دعا چہنچے ۔

کل شام کو مخدوم مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی  
 بہ سواری ریل مانند دولتِ دل خواہ کہ ناگاہ آئے ، فقیر کے ٹکڑے  
 میں تشریف لائے ۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان

- 
- ۱۔ اردو ، طبع اول کے بعد یہ عنوان حذف ہوتا رہا ۔  
 ۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۰۳ ۔ دیوان میں نو شعر ہیں ۔  
 ۳۔ متن خط میں ”ذی حجب ۷۷۲ھ“ موجود ہے ، جو ”۱۸۶۱ء“  
 جون کے مطابق ہے ۔  
 ۴۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۴۴ ، مجیدی صفحہ ۴۰۳ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۷ ،  
 رام ٹرائن صفحہ ۳۸۷ ، سپیش صفحہ ۳۷۰ ، سہر صفحہ ۱۰۳ ۔



میں آرام فرمایا۔ اب وہاں آتے ہیں۔ قریب طلوع آفتاب یہ چشم نیم باز یہ رقعہ تمھارے نام لکھا ہے۔ جو کچھ جی چاہتا ہے، وہ مفصل نہیں لکھ سکتا۔ مختصر مفید، آغا صاحب کو دیکھ کر یوں سمجھنا کہ میرا بوڑھا چچا ”غالب“ جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے۔ پس نور چشماں راحت جان مرزا باقر علی خان بہادر و مرزا حسین علی خان بہادر جناب آغا صاحب کا قدم ہوس بجا لائیں اور ان کی خدمت گزائی کو اپنی سعادت اور میری خوش نودی سمجھیں، بس۔ ہاں، مرزا علائی اگر کرنیل الگزنڈر اسکندر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

[۱۸۶۶ء]

### [۳۲۱] ابضاً (۱۰)

صاحب! میری داستان سنئے؛ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا، زر مجتمعہ سہ سالہ<sup>۱</sup> یک مشت مل گیا، بعد اداۓ حقوق چار سو روپے دینے باقی رہے اور ستاسی روپے گیارہ آنے بچے رہے۔ مئی کا

۱۔ خطوط غالب مرتبہ سیدش پرشاد ”سمجھنا“ اردوئے معلیٰ طبع اول ”سمجھنا“۔

۲۔ تجاتی صفحہ ۳۳۵، مجیدی صفحہ ۳۰۳، مبارک علی صفحہ ۲۹۷،

رام ترائن صفحہ ۳۸۷، سپیش صفحہ ۳۲۲، مہر صفحہ ۵۷۔

۳۔ از ابتداء مئی ۱۸۵۷ء تا اواخر اپریل ۱۸۶۰ء۔ سیر سہدی بحروح

کو لکھتے ہیں: ”تین برس کے دو ہزار دو سو چاس روپے ہوئے۔

سو مدد خرچ کے جو ہائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو عملہ فعلہ

کے نفر ہوئے، مختار کار دو ہزار لاہا۔ چونکہ میں اس کا

قرض دار ہوں، روپے اس نے اپنے گھر میں رکھے اور بچہ

کہا کہ میرا حساب کیجئے۔ حساب کیا، سود، مول، سات کم

(باقی حاشیہ، صفحہ ۳۵ پر)

مہینہ بدستور ملا ، آخر جون میں حکم آ گیا کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا کریں ماہ بہ ماہ پنشن تقسیم نہ ہوا کرے ۔

میں دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خاں کی حویلی میں رہتا ہوں ، اب وہ حویلی غلام اللہ خاں نے مول لے لی ۔ آخر جون میں مجھ سے کہا کہ خالی کر دو ۔ اب مجھے فکر بڑی کہ کہیں دو حویلیاں قریب ہم دگر ایسی ملیں کہ ایک محل سرا اور دوسری دیوان خانہ ہو ، نہ ملیں ۔ ناچار یہ چاہا کہ ’بلی ماروں‘ میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں جا رہوں ، نہ ملا ۔ تمھاری چھوٹی بیوی بھی نے بے کسی نوازی کی ، کڑوڑا والی حویلی مجھ کو رہنے کو دی ۔ ہر چند وہ رعایت مرعی نہ رہی کہ محل سرا سے قریب ہو ، مگر خیر بہت دور بھی نہیں ۔ کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا ۔ ایک ہاتھ زمین پر ہے ، ایک ہاتھ رکاب میں ، نوشے کا وہ حال ، گوشے کی یہ صورت ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳۴)

پندرہ سو ہوئے ۔ میں نے کہا ”میرے قرض متفرق کا حساب کر“ کچھ اوپر گیارہ سو نکلیے ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ گیارہ سو بانٹ دے ۔ نو سو مجھے ، آدھے تو لے ، آدھے مجھے دے ۔ وہ کہتا ہے ”پندرہ سو مجھ کو دو ، پان سو سات تم لو“ (عود بندی طبع مجلس ترقی ادب لاہور ، صفحہ ۲۴۵) ۔

۱۔ مہیش : ”حکم ہوا“ مہر : ”حکم ہو گیا“ اردوئے معلیٰ : ”حکم آ گیا“ ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۳ ۔

۳۔ غلام اللہ خاں : حکیم محمود خاں کے بیوی اور غلام محمد خاں کے فرزند ، حکیم اجمل خاں کے خسر تھے ۔ (دیکھیے غالب کی قیام گاہیں از خلیق انجم ، اردوئے معلیٰ دہلی ، شہارہ ، جلد ۱ صفحہ ۵۷ بعد) ۔

کل شنبہ ۷ ذی الحجہ کی اور ۷ جولائی کی ، پھر دن چڑھے سمھارا خط چنچا ۔ دو گھڑی کے بعد سنا گیا کہ امین الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں نزول اجلال کیا ۔ پھر دن رہے از راہ مہربانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے ، میں نے ان کو دہلا و افسردہ پایا ، دل کڑھا ۔ علی حسین خاں بھی آیا ، اس سے بھی میں ملا ۔ میں نے سمجھیں ہو چھا کہ وہ کیوں نہیں آئے ؟ بھائی صاحب بولے کہ ”جب میں یہاں آیا تو کوئی وہاں بھی تو رہے ۔ اور اس سے علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں“ میں نے کہا ”اتنا ہی جتنا تم اس کو چاہتے تھے ؟“ ہنسنے لگے ۔ غرض کہ میں نے بظاہر ان کو تم سے اچھا پایا ، آگے تم لوگوں کے دلوں کا مالک اللہ ہے ۔

راقم غالب

لکشتہ و رواں داشتہ یکشنبہ بین الظہر و العصر

[۲۸ ذی الحجہ ۱۲۷۶ھ - ۸ جولائی ۱۸۶۰ع]

[۳۲۲ ایضاً (۱۱)]

چار شنبہ ۳ ، ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ع ہنگام نیم روز ۔

علائی مولائی !

اس وقت سمھارا خط چنچا ، ادھر\* پڑھا ادھر جواب لکھا ۔ واہ !

۱۔ اردوے معلیٰ میں ”جون“ ہے لیکن مہیش صاحب نے تقویم کی

رو سے جولائی لکھا ہے اور یہی صحیح ہے ۔

۲۔ علائی کے چھوٹے بھائی مراد ہیں ۔

۳۔ متن خط اور تقویم کی مدد سے لکھا گیا ۔

۴۔ مجتہائی صفحہ ۳۳۶ ، مجیدی صفحہ ۳۰۴ ، مبارک علی صفحہ ۲۹۸ ،

رام نرائن صفحہ ۳۸۸ ، مہیش صفحہ ۳۲۹ ، مہر صفحہ ۹۵ ۔

۵۔ ۲۵ ستمبر ۱۸۶۱ع مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ ۔

۵۔ مہیش ”ادھر پڑھا ادھر جواب لکھا“ متن مطابق اردوے معلیٰ

طبع اول و ثانی ۔

کیا کہتا ہے ! رام پور کے علاقہ کو 'گاؤسنگ' اور مجھ کو ہیل ،  
 'ہا' آئن پیوند کے طمعے کو تازیانہ اور مجھ کو گھوڑا بنایا ۔ وہ علاقہ  
 اور وہ پیوند لوہارو کے سفر کا مائع و مزاحم کیوں ہو ؟ رئیس کی طرف  
 سے یہ طریق وکیل محکمہ 'کمشنری میں معین نہیں ہوں ۔ جس طرح امرا  
 واسطے قرا کے وجہ معاش مقرر کر دیتے ہیں ، اسی طرح اس سرکار سے  
 میرے واسطے مقرر ہے ۔ ہاں ، فقیر سے دعائے خیر اور مجھ سے اصلاح  
 نظم مطلوب ہے ۔ چاہوں دلی رہوں ، چاہوں اکبر آباد ، چاہوں لاہور ،  
 چاہوں لوہارو ۔ ایک گاڑی کپڑوں کے واسطے کرایہ کروں ، کپڑوں  
 کے صندوق میں آدھی درجن شراب دھروں ۔ آٹھ کھار ٹھیکے کے  
 لوں ۔ چار آدمی رکھتا ہوں ، دو یہاں چھوڑوں دو ساتھ لوں ، چل دوں ۔  
 رام پور سے جو لٹافہ آیا کرے گا ، لڑکوں کا حافظ لوہارو بیجوایا  
 کرے گا ۔ گاڑی ہو سکتی ہے ، شراب مل سکتی ہے ، کھار ہم  
 پہنچ سکتے ہیں ۔ طاقت کہاں سے لاؤں ؟ روٹی کھانے کو باہر کے  
 مکان میں سے محل سرا میں کہ وہ بہت قریب ہے ، جب جاتا ہوں ، تو  
 ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور یہی حال دیوان خانے  
 میں آکر ہوتا ہے ۔ والی رام پور نے بھی تو مرشد زادے کی شادی  
 میں بلایا تھا ۔ یہی لکھا گیا کہ میں اب معدوم محض ہوں ۔ تمہارا اقبال  
 تمہارے کلام کو اصلاح دیتا ہے ۔ اس سے بڑھ کر مجھ سے خدمت  
 نہ چاہو ۔

بھائی کے اور تمہارے دیکھنے کو جی بہت چاہتا ہے ، پر کیا

۱۔ غالب نے اس کے معنی حاشیہ پر لکھے ہیں :

"گاؤسنگ کو ہندی میں 'آر' کہتے ہیں کہ جس سے گاڑی بان

ہیلوں کی گاڑی بانکتے ہیں۔"

۲۔ اردوے طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۴۰ ۔

۳۔ اردوے معلیٰ : "گاڑی"

کروں؟ عثرب و قوس کے آفتاب یعنی نوہبر دسمبر میں قصد تو کروں گا۔ کاش! لوہارو کی جگہ گوڑگانو ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کہہ دو گے کہ رام پور کیا نزدیک ہے؟ وہاں گئے کو دو برس ہو گئے۔ یہاں الحطاط و اضحلال روز افزوں، نہ تم یہاں آ سکتے ہو، نہ مجھ میں وہاں آنے کا دم۔ بس اگر نوہبر دسمبر میں میرا اخیر حملہ چل گیا، بہتر ورنہ:

اے والے زحروسی دیدار دگر ہیچ؟

غالب

### [۳۲۳] ایضاً (۱۲)

اقبال<sup>۱</sup> نشان مرزا علاؤ الدین خان بہادر کو غالبِ گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔

برخوردار علی حسین خان آیا، مجھ سے ملا، بھائی کا حال اس کی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ الولد سر لایم، تم اس کے مصداق کیوں بنے؟ خفقان و سراق اگرچہ تمہارا خاندانہ زاد و سورش ہے لیکن آج تک تمہاری خدمت میں حاضر نہ ہوا تھا، اب کیوں آیا؟ اگر آیا تو ہرگز اس کو ٹھہرنے نہ دو، ہانک دو، خبردار! اس کو اپنے پاس رہنے نہ دینا۔

شفیقِ مکرم و لطفِ مجسم منشی نول کشور صاحب<sup>۲</sup> بہ سبیل ڈاک

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۰۵۔

۲۔ مجتہبی صفحہ ۳۳۷، مجیدی صفحہ ۳۰۵، مبارک علی صفحہ ۱۹۹،

رام نرائن صفحہ ۳۸۹، سہیش صفحہ ۳۵۴، سہر صفحہ ۸۸۔

۳۔ منشی نول کشور مولود ۱۸۳۹ع، بستولی ضلع علی گڑھ، متوفی

۱۹ فروری ۱۸۹۵ع لکھنؤ۔

(الف) غالب سے منشی نول کشور کے تعلقات کی تاریخ معلوم نہیں

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۳۹ پر)

جہاں آئے ، مجھ سے اور تمہارے چچا اور تمہارے بھائی شہاب الدین خاں سے ملے ۔ خانی نے اُن کو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے ۔ گویا بجائے خود قرآن السعدین' ہیں ۔ تم سے میں نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت چاس' روپے مان لیے تھے۔ اب اُن سے جو ذکر آیا تو انہوں نے پہلی قیمت مستردہ اخبار لینی قبول کی ، یعنی تین روپے چار' آنے کی جلد ۔ اس صورت (بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۳۸)۔

لیکن یہ معلوم ہے کہ وہ ۱۸۶۰ع سے "اودہ اخبار" کے خریدار تھے ۔ اسی زمانے میں "فاطمہ برہان" جھٹے کو دی جو ۱۸۶۱ع میں شائع ہوئی ۔ اس کے بعد غالب نے طے کیا کہ کلیات فارسی نظم بھی لکھناو میں چھپے (مکتوب بنام بھروج ۲۶ جولائی ۱۸۶۱ع) نواب ضیاء الدین خاں سے ان کے نسخہ' کلیات کی نقل لے کر بھیجی گئی ۔ جس میں ۱۳ مئی ۱۸۶۳ع کو چھپ کر تیار ہوا اور پریس سے اشتہار چھپا کہ "سوائے محصول بیسگی قیمت چار روپے قرار دی گئی اور بعد ختم کتاب پانچ روپے درج کی گئی ، اب صرف چار روپے قیمت لیں گے" (اودہ اخبار) ۔ اس خط سے معلوم ہوا کہ سوائے تین روپے قیمت غالب سے وصول کی گئی ہے ، لیکن غالب کو یہ کتاب ستمبر میں ملی ۔ دیکھیے خط نمبر ۳۳۸ ۔

(ب) سر صاحب نے غالب و نول کنٹور کی ملاقات ستمبر ۱۸۶۱ع میں لکھی ہے جو صحیح نہیں معلوم ہوئی ۔ بلکہ زیر نظر خط کے علاوہ مکتوب بنام علانی (نمبر ۵۶۶) اور خط بنام مردان علی خاں رعنا میں اس ملاقات کا ذکر ہے ۔ دیکھیے ضمیمہ عود ہندی صفحہ ۹۳۴ طبع مجلس ترقی ادب ، لاہور ، کلیات نظم فارسی ، جلد اول ، پیش گفت ، صفحہ ۲۵ طبع مجلس ترقی ادب لاہور و صحیفہ' غالب (نمبر) ۔

- ۱۔ جس فقرے رعنا کے خط میں لکھے ہیں ۔
- ۲۔ یہ عدد رقمی ہندسوں میں لکھے گئے ہیں ۔

میں دس مجلد کے بتیس روپے آٹھ آنے میں دوں اور بتیس روپے آٹھ آنے تم دو۔ ہمکنی پینسٹو روپے مطیع اودھ اخبار میں پہنچانے چاہئیں۔ میں دسمبر ماہ حال کی دسویں گیارہویں کو طالب ہوں گا۔ کہو بتیس روپے آٹھ آنے علی حسین خاں کو دے دوں، کہو لکھنؤ بھیج دوں۔ اس نگارش کا جواب جلد بھیجو۔

بھائی صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور استاد میر جان کے میری طرف سے قدم لینا۔

غبات کا طالب غالب سہج شنبہ ۲۱ جمادی الثانی سال ”غفر“ مطابق ۳ دسمبر سال۔ ”کیا غضب ہے ہے“ ۱۸۶۳ ع یہ گویا تاریخ“ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الکن“ صاحب بہادر کی ہے۔

### (۱۴) [۳۲۳] ایضاً (۱۴)

جمعہ ۳۰ رجب [۵۱۲۸۱] و دسمبر [۱۸۶۳ ع]۔  
میری جان! تمہارا خط بھی آیا اور علی حسین خان نجم الدین بھی تشریف لایا۔ اگر سرنوشت آہانی میں بھی اواخر رجب یا اوائل شعبان میں ہمارا تمہارا مل بیٹھنا مندرج ہے تو زبانی کہہ سن لیں گے۔  
فلم کو ان اسرار کی بھریت نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ملک و مال و

۱۔ غفر کے عدد ۵۱۲۸۰ ہوتے ہیں۔

۲۔ اودھے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۶۔ ۴۔

۳۔ لارڈ الکن والسرائے کی مدح میں دیکھیے غالب کا قصیدہ کلیات نظم فارسی، فاضل ایڈیشن، جلد دوم، صفحہ ۳۷۳۔

۴۔ مجبائی صفحہ ۳۳۸، مجبائی صفحہ ۳۰۵، ”جمعہ ۳۰ رجب ۵

دسمبر“ مبارک علی صفحہ ۳۰، ”دسمبر ۱۸۶۳ ع“ رام نرائن صفحہ

۳۹۰، سپیش صفحہ ۳۹۱ کے آخر میں سنہ ہیں، مہر صفحہ ۹۵

آخر میں ہے: ”۹ رجب سنہ ۵۱۲۸۱، ۹ دسمبر ۱۸۶۳ ع۔“

جان و تن و لنگ و نام کے امور میں آشفته و سرگردان بلکہ عاجز و  
 حیران ہو ، دوسرے کو اس سے کیا گلا ؟ ہائے نظیری :  
 یا ما جفا و ناخوشی با خود غرور و سرکشی  
 از ما نہ ، از خود نہ ، آخر ازان کیستی ؟  
 محل عقل و ہوش دماغ ، سو قہار اقیوں کا مخمر ہو جانا ، علاوہ ۔  
 اللہ جو چاہے سو کرے ، ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے !  
 نجات کا طالب غالب

### [۳۲۵] ایضاً (۱۳)

پنجشنبہ ، ۲۶ رمضان [۵۱۲۸۱]  
 صاحب ! کل تمہارا خط پہنچا ۔ آج اس کا جواب لکھ کر  
 روانہ کرتا ہوں ۔ رجب بیگ ، شعبان بیگ ، رمضان بیگ ، یہ نامور  
 سپہنے ہیں ، سو خالی گئے ۔ شوال بیگ آدمی کا نام نہیں سنا ۔ ہاں  
 عیدی بیگ ہو سکتا ہے ۔ پس جب عید ہے اور روز سعید ہے ، تو  
 کیا بعید ہے کہ خلاف شہور ٹلٹھ ماخیز اس سپہنے میں تم آ سکو ؟  
 ہے ، میں تو کہتا ہوں ، نہ آ سکو ۔ اس ماہ مبارک میں امضائے  
 حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہوا کہ پارسوں کی عید ’کوسہ برنشین‘  
 کا گمان گذرے ۔ دور کیوں جاؤ ، ہولی کی دھلینڈی کا ساں لوہارو

۱۔ امین الدین خاں کے حال پر افسوس کا اظہار ہے ۔

۲۔ بھپائی صفحہ ۳۳۸ ، مجددی صفحہ ۳۶۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۰ ،

رام ٹرائن صفحہ ۳۹۱ ، ہمیش صفحہ ۳۶۳ ، سپر صفحہ ۹۸ ۔

اصل خط میں سنہ نہیں ، تقویم سے بڑھایا گیا ہے ۔

۳۔ خالی گئے : ’خالی‘ میں رعایت لفظی ہے ۔ سپہنوں کا ذکر ہے ۔ اور

’خالی‘ عورتوں کے محاوروں میں ذی قعدہ کو کہتے ہیں ۔ یہاں یہ

مراد ہے کہ تم نہ آئے۔ غالب نے ہر سپہنے پر ۳۰۲۱ نمبر ڈالے ہیں ۔



ہیں بندہ جائے۔ ایک خر سوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی۔  
 حسن اتفاق یہ کہ یہ وہی موسم ہے۔ ہولی اور عید ’کوسہ برنشین‘  
 کا زمانہ باہم ہے۔ حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار ہوتے ہیں۔  
 کل آفتاب حوت میں آیا ہے ’کوسہ برنشین‘ اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔  
 خیر میں چند روز اور ستم کش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں۔  
 نو ’کوسہ برنشین‘ اور ہولی کی رنگ رلیاں منا لے اور خر سوار کو  
 بضرپ تازیانہ دوڑا لے۔

علاؤالدین خاں! واہ! تو میرا فرزندِ روحانی معنوی ہے۔ فرق  
 اسی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہے۔ ارے ظالم!  
 اس ’کوسہ برنشین‘ کی داد دے۔ عقل کراست ہے، الہام ہے،  
 لطفِ طبع ہے، کیا ہے؟ یہ اسم کس قدر مناسب مقام ہے۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں ”خر سوار کی بڑی“ لیکن صحت نامہ  
 میں تصحیح کر دی گئی ہے۔

۲۔ کوسہ برنشین : عہد جمشیدی کا ایک جتن ہے۔ آذر ماہ کی  
 پہلی تاریخ ایک بے ڈاڑھی کالے بد صورت آدمی کو گرم دواہیں  
 مل کر مضحکہ انگیز طریقے سے گدھے پر بٹھائے اور شہر میں  
 گھماتے تھے۔ یہ شخص پاٹھ میں پنکھا لیے جھٹتا جاتا تھا اور لوگ  
 اس پر ٹھنڈا پانی اور برف ڈالتے تھے۔ وہ گرمی سے چھیختا تھا، صبح  
 سے دوپہر تک بازار میں دوکان دوکان پھرتا اور ایک ایک درہم  
 لیتا تھا۔ جو دوکان دار روپیہ دینے میں ہس و بیش کرتا تو اسے لوٹ  
 لیا جاتا اور اس پر سیاہ رنگ وغیرہ ڈالا جاتا تھا۔ دوپہر تک کی  
 آبدنی شاہی خزانے میں جاتی تھی، دوپہر سے سہ پہر تک جو کچھ  
 ملتا وہ اس ’کوسہ‘ کا حق ہوتا تھا۔ سہ پہر کے بعد یہ شخص اگر  
 دکھائی دے جاتا تو اسے پت مارے تھے۔ اس دن کو خوش قسمتی  
 و بدقسمتی یا مقدر سازی کا دن مانتے تھے (دیکھئے ’برہان قاطع‘)۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۷۵۷۔

صبہ کا مقدم تم پر مبارک ہو۔ نائب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے۔ میں کہتا تھا کہ ہوتی ہے۔ بارے ، میں جیتا اور نائب ہارا۔ عریضہ جلد گانہ استاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے۔

### [۴۲۶] ایضاً (۱۵)

میری 'جان علانی ہمہ دان'

اس دفعہ دخلِ مقدر کا کیا کہنا ہے۔ فرہنگ 'لغاتِ دستاویز' تمہارے پاس ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس کی نقل تم سے منگوں۔ تم نے 'دستاویز' مجھ سے مانگی۔ اُسی صحیفہ مقدس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہہ دوں گا کہ اگر 'دستاویز' نہیں تو فرہنگ کی خواہش کیوں ہے؟ حق یوں ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں، اس واسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس 'فرہنگ' کی نقل بھیج دوں گا تو مجھ پر احسان کروں گا۔ 'دستاویز' میرے پاس موجود ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ اس کا بھی ہارسل بھیج دیتا۔ ہاں صاحب! اگر 'دستاویز' ہوتی اور میں بھیج دیتا، تو البتہ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا، دین و دنیا میں کیوں ماجور ہوتا؟ ارسالِ اہدا پر حصولِ اجر کیوں مترتب ہو گیا؟ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں جو واسطہ اس کے اعلان و شیعہ کا ہوتا تو عند اللہ مجھ کو استحقاقِ اجر ہائے

۱۔ ۲۹ رمضان ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۸۶۵ء۔ دیکھئے خط ۴۱۶۔

۲۔ بحیاتی صفحہ ۳۳۹، مجیدی صفحہ ۳۰۶، مبارک علی صفحہ ۳۰۱،

رام نرائن صفحہ ۳۹۲، مہیش صفحہ ۳۲۵، سہر صفحہ ۶۰۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۰۸۔ علانی کے حالات

اور زیرِ نظر خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی والدہ اور

مرزا غالب کی صحبت میں رہ کر شیعہ ہو گئے تھے لیکن نواب

امین الدین خاں اسے پسند نہیں کرتے تھے۔

کا پیدا ہوتا ۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا اور ایک شعر  
حافظ کا اور ایک شعر مولوی روم کا سنناؤ :

غالب :

دولت بہ غلط نبود از سعی پشیمان شو  
کافر نتوانی شد ، ناچار مسلمان شو

حافظ :

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بند  
چون نہ دیدند حقیقت رہر سالہ زدند

مولانا :

مذہب عاتق ز مذہبہا جداست  
عاشقان را مذہب و ملت خداست

رات کو خوب مینہ برسا ہے ، صبح کو تھم گیا ہے ۔ ہوا سرد چل رہی  
ہے ، ابر تنک چھا رہا ہے ۔ یقین ہے کہ بھاری جدہ ماجدہ مع اپنی  
پہو اور ہونے کے روانہ لوہارو ہوں ۔ کل ، آج کی روانگی کی خبر تھی ۔  
یہ لڑکا سعید ازلی ہے ۔ ابر کا محیط ہونا اور ہوا کا سرد ہو جانا ، خاص  
اس کی آسائش کے واسطے ہے ۔ میرا منظر سر راہ ہے ۔ وہاں بیٹھا ہوا  
یہ خط لکھ رہا ہوں ۔ محمد علی بیگ آدھر سے نکلا ۔

”بھئی محمد علی بیگ ! لوہارو کی سواریاں روانہ ہو گئیں ؟“

”حضرت ابھی نہیں“

”کیا آج نہ جائیں گی ؟“

”آج ضرور جائیں گی ، تیاری ہو رہی ہے“

مرقومہ شنبہ یکم جون وقت ۶ بجے ۷ کے عمل میں [ ۱۸۶۱ ع ]

غالب

## [۳۲۳] ایضاً (۱۶)

لکھنؤ، ۳ محرم سنہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۱ جون سنہ ۱۸۶۳ء۔  
 میری جان! مرزا علی حسین خاں آئے اور مجھ سے ملے، میں  
 نے خطوط مرسلہ تمہارے، یک مشت ان کو دیے۔ اب تمہارے پاس  
 بھیجنے کا ان کو اختیار ہے، رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین  
 خاں سے آنے کی حقیقت اور جہاں اقامت کی مدت پوچھی گئی۔ جواب  
 پایا کہ ایک مہینے دس دن کی رخصت لے کر آیا ہوں، بی بی بیار ہے،  
 اس کا استعلاج منظور ہے۔ میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو  
 دریغ نہ کروں۔ بھلا یہ مبالغہ سہی بلکہ بے شک تبلیغ و غلو ہے۔  
 لیکن قریب قریب اس کے، یعنی جو چیز اسکن سے باہر نہ ہو، اس  
 میں قصور کیوں کر کیا جائے گا، بلکہ شاید تمہاری سیارش کی بھی  
 حاجت نہ ہو مگر سوچو کہ آئین غم خواری و اندوہ گساری کیا ہوگی؟  
 میرزا بد وضع و بد روش نہیں کہ ہند و ہند کا محتاج ہو۔ کوئی

- 
- ۱۔ پنجابی صفحہ ۳۴۰، مجیدی صفحہ ۳۰۷، مبارک علی صفحہ ۳۰۲،  
 رام ٹرائل صفحہ ۳۹۳، سہیل صفحہ ۳۵۱، سہر صفحہ ۸۶۔
  - ۲۔ اردوے معلیٰ کے لیے خط جمع کر رہے ہیں۔ خط نمبر ۳۱۸ میں  
 انہی غلوں کا مطالبہ ہے۔ اب وہی کا ذکر ہے۔
  - ۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۰۹۔
  - ۴۔ مبالغہ یعنی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کے تین درجے ہیں:  
 تبلیغ اغراق غلو۔ دیکھئے تعلیقات و حواشی غود ہندی  
 صفحہ ۴۶۷۔

۵۔ نسخہ مبارک میں 'چیز' غلط ہے۔

- ۶۔ تمام نسخوں میں یہی ہے۔ عبدالستار صاحب کہتے ہیں: "غم گساری  
 کیا ہوگا، یعنی "ہوگی" آئین کا متعلق ہے، لیکن غالب روازی  
 میں غم گساری کی مناسبت سے کیا ہوگی لکھ گئے ہیں۔

اُس کا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو۔ رہے امور خانگی، یعنی بیوی اور اُس کے آبا اور اخوان کے معاملے، اُس میں نہ تم کو دخل، نہ مجھ کو مداخلت۔ تم علی حسین خاں کو اس بیوند پر کیا کیا چھیڑتے ہو، اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اب اُس کے دادا کی اور اُس کی سسرال اپک ہے۔ یہ ذریعہ فخر ہے اس کو، اُس کے طفیل ہے تم کو، بلکہ ٹھوڑی سی نازش اگر مجھ تک اقربا کے حصے میں بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں۔ ہر چند تمہارا ہر کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن اس 'خسرو خسروانی' نے مار ڈالا۔ کیا کہوں، جو مجھ کو مزا ملا ہے۔ کہاں 'خسرو خسروانی' لغات عربی الاصل اور کہاں روزمرہ مشہور کہ 'خسر' سرے کو کہتے ہیں۔ صنعت 'اشتقاق' و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے۔ اچھا میرا میاں، یہ 'خسر' بہ معنی پدر زن کیا لفظ ہے؟ حروف بین الفارسی و العربی مشترک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی ہے۔ فارسی میں 'پدر زن' بہ فکِ اضافت کہتے ہیں۔ عربی جس طرح بہ معنی نقصان لغت منصرف ہے۔ شاید سرے کا اسم جامد بھی ہو، یا فی الحقیقت سرے کی تقریس و تعریب ہو؟ یہ پرسش نہ بہ سبیل استہزا ہے بلکہ بہ طریق استفسار و استعمال ہے۔ جو سمجھیں معلوم ہو، بلکہ اگر تم پر مجھول ہو تو معلوم کر کے مجھے لکھ بھیجو۔

۱۔ اشتقاق: ایک مادے سے کسی لفظ کا بنانا جیسے خسرو سے خسر۔  
 'طباق' کا مطلب یہ ہے کہ ایسی دو لفظوں کو جمع کر دینا جن میں کسی حد تک تضاد ہو جیسے 'خسر' بمعنی کھانا اور خسر بمعنی پدر زن، سسر۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۷۵۶۔

۳۔ خسر کے معنی بیوی کا باپ فارسی کے پرانے لہجہ تک لکھتے چلے آئے ہیں۔ لغت فرس، دری کشا، لغات کنزوری وغیرہ میں اس (باقی حاشیہ صفحہ ۷۵۷ پر)

یوسف علی خاں عزیز مانند اس دہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے  
مینہ کا منتظر ہو اور اب آئے اور نہ برے ، مضطر و حیران ہے ۔  
علی حسین خاں آئے ہیں ، علی حسین خاں آئے ہیں ، آئے ، وہ آئے ،  
تو کیا لائے ؟  
طالب

### [۴۲۸] ایضاً (۱۷)

میرزا "نسیمی کو دعا پہنچے !  
آنکھ کی گہاجنی جب خود پک کر بھوٹ گئی تھی اور پس  
نکل گئی تھی ، نو لشتر کیوں کھایا ؟ مگر یہ کہ یہ طریق خوشامد  
طیب سے رجوع کی ۔ جب اس نے لشتر تجویز کیا تو خواہی بغواہی  
امثال امر کرنا پڑا ۔ اور شاید یوں نہ ہو ، کچھ مادہ باقی ہو ، ہر حال  
حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے :

#### قطعہ

بسکہ فعالِ ما پرید ہے آج  
ہر سلحشور انگلستان کا  
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے  
زیرہ ہوتا ہے آبِ انسان کا  
چوک جس کو کہیں وہ قتل ہے  
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا

(بندہ حاشیہ صفحہ ۷۵۶)

کا ضبط "بھرو" ہضم اول و ثالث و واؤ معروف ہے ۔ جناب  
غلام علی مہدوی چالستری نزیل لاہور سے آج ۲۸ اوسبر ۱۹۶۷ع  
کو گفتگو ہوئی ۔ موصوف نے فرمایا کہ اصحاب میں اس کا تلفظ  
"بھرو" ہے جو شاید "بابا خسر" کا تلفظ و مصحف ہے ۔

۱۔ مجبائی صفحہ ۳۴۱ ، مجیدی صفحہ ۳۰۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۳ ،  
وام نرائی صفحہ ۳۹۴ ، مہیش صفحہ ۳۲۰ ، مہر صفحہ ۵۳

شہرِ دہلی کا ذرہ ذرہ خاک  
 تشنہٴ خون ہے ہر مسلمان کا  
 کوئی واں سے نہ آسکے یاں تک  
 آدمی واں لہہ جاسکے ہاں کا  
 میں نے مانا کہ مل گئے بھر کیا  
 وہی رونا تن و دل و جاں کا  
 گاہ جل کر کہا کیسے شکوہ  
 سوزِ داغ ہائے پنہاں کا  
 گاہ رو کر کہا کیسے باہم  
 مہاجرِ دیدہ ہائے گریباں کا

اس طرح کے وصال سے یا رب !

کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

[مئی '۹۱ سنہ ۱۸۶۱ء]

[۳۲۹] ایضاً [۱۸]

یار! بھنچے ، گویا بیٹائی ، سولانا علانی !

خدا کی دہائی - نہ میں ویسا ہوں گا جیسا 'نیر' سمجھا ہے اور

۱۔ عرشی صاحب نے دیوانِ اردو کے تعلیقات میں اس خط کو ۱۸۵۷ء کا مانا ہے ۔ میرے خیال میں ۱۸۵۸ء کا ہے کیونکہ غدر کے فرو ہونے پر مسلمانوں کا قتل عام تھا۔ خط نمبر ۲۰ بنام علانی مورخہ ۱۲ مئی ۱۸۶۱ء میں تفصیل کی بہت سے معلوم ہوتا ہے یہ خط مئی ۱۸۶۱ء سے پہلے یا بعد کا ہے ۔ ممکن ہے قطعہ پہلے کا ہو اور خط میں فرمایش سے لکھا ہو ۔ دیکھئے خط نمبر ۳۳۱ ۔

۲۔ عجباتی صفحہ ۳۳۲ ، مجیدی صفحہ ۳۰۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۳ ،

رام فرائین صفحہ ۳۹۵ ، مہیش صفحہ ۳۳۹ ، سہر صفحہ ۳۷۰ ۔

تم مجھ کو لکھ چکے ہو ، یعنی خفتانی اور خیال تراش ۔ نہ ویسا ہوں گا جیسا میرزا علی حسین خاں بہادر سمجھے ہوں گے :

اے کاش کسے ، برا بھلا ہستم ، داند

دو جانے میں میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریب شادی پر مدار ، یہ بھی شعبہ ہے انہیں ظنون کا جس سے تمہارے چچا کو کہاں ہے مجھ پر جنون کا ۔ جاگیردار میں نہ تھا کہ ایک جاگیردار مجھ کو بلاتا ، گویا میں نہ تھا کہ اپنا ساز و سامان لے کر چلا جاتا ؟ دو جانے جا کر شادی کہاؤں اور پھر اس فصل میں کہ دلیاکرہ نار ہو ؟ لوہارو بھائی کے دیکھنے کو نہ جاؤں ، اور پھر اس موسم میں کہ جائزے کی کمری بازار ہو ؟

کل استاد میر جان صاحب نے تمہارا خط مجھ کو دکھایا ہے ۔ میں نے ان کو جانے نہ جانے میں متردد پایا ہے ۔ جاٹیں نہ جاٹیں ، میں انہی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا ۔ غلام حسن خاں اگر کسی وقت آ جاٹیں گے تو ان کو تمہاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کروں گا ۔ حق سبحانہ تعالیٰ ان دونوں صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے ، یا مجھ کو طاقت یا تم کو انصاف کہ میرے نہ آنے کو دلی کی دل بستگی پر معمول نہ کرو ۔ مجھ کو رشک ہے جزیرہ لشینوں کے حال پر عموماً اور رلیس فرخ آباد پر

۱۔ غلام حسن خاں مسرور کے دوسرے بیٹے ، عارف کے سوتیلے بھائی ۔

۲۔ جزیرہ نشینوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے سلسلے میں انڈمان بھیجا گیا تھا ۔ ان میں غالب کے چند دوست بھی تھے ۔

۳۔ رلیس فرخ آباد لفضل حسین خاں جو غداری کے جرم میں گرفتار ہوئے (باقی حاشیہ صفحہ ۷۶ پر)



خصوصاً کہ جہاز سے اتر کر سر زمین عرب میں چھوڑ دیا ۔ اپا ہا ہا  
بڑے گر نیار تو کوئی نہ ہو نیار دار  
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زیست میں مجھ کو نظر نہیں آتا ۔  
”قاطع برہان“ کا چھاپا تمام ہو گیا ۔ حق التصنیف کی ایک جلد میرے  
پاس آ گئی ، وہ تمھارے عمر نام دار کے نذر ہوئی ۔ باقی جلدیں  
جن کا میں خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے ،  
جب تک قیمت نہ بھیج دوں ، کیونکر آئیں ۔ ”روبیہ کی تدبیر میں  
ہوں ، اگر ہم پہنچ جائے تو بھیج دوں ۔ تمھارے پاس جو ”قاطع برہان“  
پہنچی ہے ، اگر چھاپے کی ہے تو صحیح ہے ۔ جہاں تردد ہو غلط نامہ“  
ملاحظہ میں دیکھ لو ۔ زیادہ انکشاف منظور ہو ، مجھ سے بوجھ لو ۔ اگر  
قلمی ہے تو درجہ اعتبار سے ساقط ہے ۔ اس کو میری قالیف نہ سمجھو  
بلکہ مجھ کو سول لے لو اور اس کو بھاڑ ڈالو ۔

آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارک ، بارہ برہین مجھے تمھارا خط  
آیا ۔ ادھر پڑھا ، ادھر جواب لکھنے بیٹھا ۔ یہاں لکھ لکھ چکا تھا  
کہ شیخ شہاب الدین سہروردی آئے ، تمھارا خط آن کو دیا ، وہ بڑھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵۹)

اور ان کی خواہش کے مطابق حجاز میں اتار دے گئے ۔  
۱۸۸۳ع میں مکہ معظمہ میں انتقال کیا ۔

۱۔ قدر بلکراسی کے نام ایک خط سورجہ ۵ مئی ۱۸۹۲ع سے معلوم  
ہوتا ہے کہ اپریل کے آخر میں کتاب چھپ گئی تھی ، مئی کے  
اوائل میں جلد بندی ۔ ۲۴ مئی کو لکھا ہے کہ ایک جلد برہن  
سے لے کر جناب مفتی محمد عباس صاحب قبلہ کو دے دو ۔ اس  
کا مطلب یہ ہوا کہ آخر مئی میں کتاب غالب کو پہنچی ہے ۔

۲۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۲۲ ۔

رہے ہیں - ہم لکھ رہے ہیں - ابر آیا ہوا ہے ، ہوا سرد چل رہی ہے -  
[۱۸۶۲ع]

### [۳۳۰] ایضاً (۱۹)

میاں' انم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو احیا' سے  
مرسوم و معمول ہیں - خیر ، تمہارا حکم بجا لایا - غزل بعد اصلاح  
کے پہنچتی ہے - جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے دربار کیا - میری  
تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف و عنایت میری اوزش و استحقاق  
سے زیادہ ، بلکہ میری خواہش اور تصور سے سوا بذول کی - اس  
ہجوم امراضِ جسمانی اور آلامِ روحانی کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہے -  
ہر دم دمِ نزع ہے - دل وہ غم سے خوں ریز ہو گیا ہے کہ کسی بات  
سے خوش نہیں ہو سکتا - مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہوں ، اور  
نجات کا طالب ہوں - کئی دن سے کوئی تحریر دل ہذیر تمہاری نظر  
نہیں آئی - نہ مجھے تم نے یاد کیا ، نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا ؟  
اب اس خط کا جواب جلد لکھو - پہلے اپنے بھوں کا حال ، پھر وہاں  
کے اوضاع جیسا تمہارا قاعدہ ہے ، منٹج اور منسل لکھو - فقط  
نجات کا طالب غالب

### [مارچ ۱۸۶۳ع]

- ۱- ۱۹ جون ۱۸۶۲ع مطابق ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ - غالب ے
- "یوم الخمس" لکھا ہے -
- ۲- مجتبیٰ صفحہ ۳۳۳ ، مجیدی صفحہ ۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۵ ،
- رام نرائن صفحہ ۳۹۹ ، مہیش صفحہ ۳۳۸ ، سپر صفحہ ۸۳ -
- ۳- احیا : جمع حی - زندہ لوگ -
- ۴- سر رابرٹ متکفری ، گورنر پنجاب نے ۳ مارچ ۱۸۶۳ع کو دہلی
- میں دربار کیا تھا - غالب نے اس دربار سے خلعت پایا ، دیکھے
- خط بہ نام منشی نول کشور ، ضمیمہ عود ہندی ، طبع مجلس ترقی
- ادب ، صفحہ ۳۹۵ -

## [۳۳۱] ایضاً (۲.)

میری 'جان! تخلص تمہارا بہت ہاکیوزہ اور میری پسند ہے۔ "ہشمی" کو بہ تکلف اس کا مصحف کیوں ٹھہراؤ؟ یہ میدان تو بہت فراخ ہے۔ خدا کی "خ" کو جیم فارسی سے بدل دو۔ نہی کو بتقدیر موحده علی النون لکھو، یہ وسوس دل سے دور کرو۔ "زہرو" ایک اچھا تخلص ہے۔ "رہڑو" اس کی تجنیس موجود ہے۔ "شیون" اچھا تخلص ہے، "ستون" اس کی تصحیف ہے۔

تمہارے واسطے بہ مناسب اسم "عالی" تخلص خوب تھا، مگر اس تخلص کا ایک شاعر بہت بڑا نامی گزر چکا ہے۔ ہاں، نامی، ماسی بہ دو تخلص بھی اچھے ہیں۔ مولانا نائی کی پیروی کرو، مولانا لایق کہلاؤ۔ اگر کہو گے کہ اس ترکیب سے نالائق پیدا ہوتا ہے، مولانا شائق بن جاؤ۔

ہنسی کی باتیں ہو چکیں، اب حقیقت واجبی سنو :  
نسیمی، تخلص 'نہاسی' بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے۔ اگر

۱۔ مجتہائی صفحہ ۳۳۳، مجیدی صفحہ ۳۱۰، مبارک علی صفحہ ۳۰۵،

رام نرائن صفحہ ۳۹۷، سہیل صفحہ ۳۲۳، سہر صفحہ ۵۸۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۱۳۔

۳۔ حکیم میرزا محمد، فرزند حکیم محمد فتح الدین شیرازی۔ عالم گیری

دربار سے نعمت خاں و مقرب خاں کا خطاب یافتہ، معزز و معتبر

امیر دیبر و مشیر بادشاہ تھے۔ ہندوستان کے مشہور فارسی نگاروں

میں بلند مرتبہ ادیب و شاعر و مصنف۔ حسن و عشق، وقائع،

مضحکات، رقعات، دیوان وغیرہ عام مطبوعہ کتابیں ہیں۔ ۱۱۲۱ھ

حیدر آباد میں وفات پائی۔ ان کی اولاد ہدایوں اور بلند شہر میں

آباد ہے۔ صاحب جالداد و باوقار لوگ تھے۔ مرزا سودا ان کے

نواسے بنائے جاتے ہیں۔

بدلتا ہی منظور ہے ' تو ناسی ، ساسی ، رہرو ، شیون ، یہ چار تخلص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں ۔ ان میں سے ایک تخلص قرار دو ۔ میرے نزدیک سب سے بہتر تمھارے واسطے خاصی "فخری" تخلص بہتر ہے ۔ کہو گے کہ آزاد پور کے باغ میں ایک آم کا نام فخری ہے ؟ حاصل کلام ، دو دن کے فکر میں جو تخلص میرے خیال میں آئے ، وہ آج لکھ بھیجتا ہوں ۔

بھائی ! وہ تخلص لیا ہے ، اگر یہ پسند آئے تو یہ رکھو ! والدعا

صبح یک شنبہ ، ۱۲ مئی سنہ ۱۸۶۱ء

نجات کا طالب غالب

### [۳۳۲] ایضاً (۲۱)

صاحب ! بہت دن سے تمھارا خط نہیں آیا ۔ آپ کا وکیل بڑا جرب زبان ہے ، مقدمہ اس نے جیت لیا ۔ چنانچہ اس کی تحریر سے تم کو معلوم ہوا ہوگا ۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان دنوں 'علت مشائخ' کا زور ہے اور سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں :

- ۱۔ میر صاحب "منظور ہو" لکھتے ہیں ۔
- ۲۔ اردوئے معالیٰ طبع اول میں 'بہتر' کا استعمال فقرے میں دو مرتبہ ہوا ہے ۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے حاشیہ "خطوط غالب" طبع اول میں دوسرے "بہتر" کو زائد قرار دیا ہے ۔
- ۳۔ مطابق یکم ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ ۔
- ۴۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۴۴ ، مجیدی صفحہ ۳۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۶ ، رام نرائن صفحہ ۳۹۸ ، سپہی صفحہ ۳۷۱ ، سپر صفحہ ۱۰۳ ۔
- ۵۔ حمزہ خان : نواب امین الدین خان کے یہاں بیویوں کو بڑھانے تھے ۔ غالب اور ان میں بہت زیادہ بے تکلفی بلکہ کھلی گفتگو بھی ہوتی تھی ۔

کسانیکہ یزدان پرستی کنند  
 بہ آوازِ دولاہ مستی کنند

خدا' مبارک کرے ۔

[۹۱۸۶۲ع]

[۳۳۳] ایضاً (۲۲)

صبح' یکشنبہ ، یکم مارچ سنہ ۱۸۶۲ع

صاحب! پرسوں تمہارا خط آیا ۔ کل جمعہ کے دن نواب کا مسیل  
 تھا ، ۱۱ بجے وہاں سے آیا ۔ چونکہ حبوب میں مکرب دوائی تھی ،  
 ہت بے چین رہے ۔ آٹھ دس دست آئے ، آخر روز مزاج بحال ہو گیا ۔  
 تنقید اچھا ہوا ، اب بفضل النہی اچھے ہیں اور یقین ہے کہ مرض عود  
 نہ کرے ۔ دلی کی اقامت کی مدت اپنے والد کی رائے پر رہنے دو ، یہ قدر  
 مناسب وقت عزم خیر خواہانہ کچھ کہوں گا ، ضرور ، نہ باہرام ۔  
 میں تم سے زیادہ ان کا مزاج دان ہوں ۔ یہ خود پسند اور معہذا  
 سپارش کا دشمن ہے ۔ مغل بچوں کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑ دو ۔

۱۔ اودوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۴ ۔ بعض نسخوں میں  
 اس جملے کے بعد ”غالب“ بھی لکھا ہے جو بنیادی مأخذ کے  
 خلاف ہے ۔

۲۔ بحیثیٰ صفحہ ۳۵۵ ، مجیدی صفحہ ۳۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۶ ،  
 رام نرائن صفحہ ۳۹۸ ، مہیش صفحہ ۳۳۷ ، مہر صفحہ ۷۰ ۔  
 ۳۔ قربان علی بیگ مالک اور شمناد علی بیگ رذوان ان دونوں نیکو  
 ہیں ۔ غالب چاہتے تھے کہ نواب لوہارو مصاحبین میں نوکر  
 رکھ لیں ۔ امین الدین خان ایک بھائی کو تو رکھنے پر تیار تھے  
 لیکن دوسرے کے لیے آمادہ نہ تھے ۔ علانی دونوں کے طرفدار  
 تھے ۔ غالب علانی کو معاملات سمجھا رہے ہیں ۔ نیز دیکھیے خط  
 نمبر ۳۳۳ ، ۳۳۴ مہیش ”مغل بچوں“ ۔ اودوے معلیٰ طبع مبارک علی  
 ”مغل بچوں“ ۔

میں دخل نہ کروں گا ، ہاں اگر خود مجھ سے پوچھیں گے یا میرے  
سامنے ذکر آ جائے گا تو میں اچھی طرح کہوں گا : مصرع  
بریدہ باد زبانی کہ لا سزا گوید

برا نہ ماننا ، اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک رفیق ہو گیا  
یوں تمام عمر بہ خوشی گزر جائے ، لیکن تم کے برس ، کے مہینے ،  
کے ہفتے کا اگر گرنٹ لکھتے ہو ؟

غالب

### [۳۳۳] ایضاً (۲۲)

مرزا علائیؑ ! پہلے استاد میر جان صاحب کے قہر و غضب سے مجھ  
کو بھاؤ لاکہ میرے حواس جو منتشر ہو گئے ہیں ، جمع ہو جائیں ۔  
میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا ۔ جھگڑا ان کی  
طرف سے ہے ، تم اس کو یوں چکاؤ ، یعنی اگر ان کو صرف آشنائی و  
ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست ہیں ، شفیق ہیں ، میرا سلام قبول  
فرمائیں ۔ اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی ہیں  
مگر عمر میں چھوٹے ، میری دعا قبول فرمائیں ۔

صاحبین کی رائے کا اختلافؑ مشہور ہے ۔ مجھ سے کچھ نہیں ہو  
سکتا مگر یہ کہؑ ہر ایک قول جدا جدا لکھوں ۔ آج نہ لکھا نہ سہی ،

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول و سہیل میں گرنٹ (معاہدہ) ۔ غالب کے

یہاں اس لفظ کا استعمال بتاتا ہے کہ انگریزی کا دباؤ اردو پر اچھا  
خاصا ہو گیا تھا ۔ یکم مارچ ۱۸۹۲ء مطابق ۲۹ شعبان ۱۳۱۲ء ۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۳۴۵ ، مجیدی صفحہ ۳۱۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۶ ،

رام نرائن صفحہ ۳۹۹ ، مہیش صفحہ ۳۳۲ ، سہر صفحہ ۶۶ ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۱۱۵ ۔

۴۔ نسخہؑ مبارک علی میں ”یہ کہ“ ندارد ۔

دو چار دن کے بعد لکھوں گا۔ تم سمجھ لو گئے ہو گئے کہ صاحبین<sup>۱</sup> مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہیں۔ بھائی صاحب کی رضا جوئی مجھ کو منظور اور یہ غزل معروف ہے :

میری طرف سے سلام کہو ۔

از من غزلے گیر و بہ فرمائی کہ مطرب  
در نے دمد از روئے نوازش دو سہ دم را  
غزل

جز دفعِ غم ز بادہ نبود است کامِ ما  
کوفی چراغِ روز سیاحتِ جامِ ما  
در خلوتش گذر نبود بادِ را مگر  
صرصر بہ خاکِ راہ رسالہ پیامِ ما  
اے بادِ صبح عطری ازاں پیرہن یار  
تسکین ز بسوئے گل نہ پذیرد مشامِ ما  
ہر بار دانہ چہر بہا الکنیم و مور  
آہد بدام و دانہ رہاید ز دامِ ما  
گفتی ، جو حالِ دل شنود مہربان شود  
مشکل کہ پیشِ دوست توان برد نامِ ما

۱۔ صاحبین : فقہاء کی اصطلاح میں امام ابوہریرہ اور امام محمد کے لیے استعمال ہے ۔ غالب نے سائلک و رضوان مراد لیے ہیں ۔ غدر کے بعد یہ دونوں بے روزگار تھے ، غالب نے کوشش کی تھی ، لیکن بھائی آپس میں ہم خیال نہ تھے اور نواب امین الدین خان آف لوہارو تنخواہ کے بارے میں ان کی سنہ مانگی شرطیں پوری کرنے پر آمادہ نہ تھے ۔

۲۔ یہ شعر اور غزل ، کلیات غالب طبع نول کشور میں موجود نہیں ۔ کلیات طبع مجلس ترقی ادب لاہور میں شریک اشاعت ہے ۔

از ما بما پیام و ہم از ما بما سلام  
و بخ دلی مباد پیام و سلام ما

مقصود ما ز دہر ، ہر آئینہ لیستی ست  
یا رب ! کہ ہیچ دوست مبادا بہ کلمہ ما

غالب بہ قول حضرت حافظ ز فیض عشق  
”ثبت ست یو جریدہ عالم دوام ما“

[جنوری سنہ ۱۸۹۲ ع ۹]

### [۳۳۵] ایضاً (۲۳)

میاں ! چلنے وقت تمہارے چچا نے غلیل کی فرمائش کی تھی ۔  
وام پور پہنچ کر وہ بے سہمی و تلاش ہاتھ آگئی ، بنوا رکھی ۔ لڑکوں  
نے ، ملازموں نے ، سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب ضیاء الدین خاں  
کے واسطے ہے ۔ اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی ۔ بھائی !  
کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی ، کہیں ہم نہ پہنچی ۔ دس روپیہ تک  
سول کو نہ ملی ۔ نواب صاحب سے مانگی ، ”توشہ خانہ میں بھی نہ  
تھی ۔ ایک امیر کے ہاں پتا لگا ، دوڑا ہوا گیا ، کھپچی موجود پائی ۔

۱۔ سالک و رضوان کے معاملات ملازمت اور لوہارو میں مصاحبت کی  
کوشش کا یہی دور ہے ۔ دیکھئے خط مورخہ یکم فروری ۱۸۹۲ ع  
و یکم و سات مارچ ۱۸۹۲ ع ۔ خط کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے  
کہ زیر نظر مکتوب ان دونوں سے پہلے کا ہے ۔ سہیش و سہر صاحب  
نے تاریخ معین نہیں کی ہے ۔ (نیز دیکھئے مقدمہ کلیات سالک ،  
صفحہ ۱۰۱ ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور) ۔

۲۔ مجتہاتی صفحہ ۳۳۶ ، بھیدی صفحہ ۳۱۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۷ ،  
وام نرائن صفحہ ۳۰۰ ، سہیش صفحہ ۳۶۹ ، سہر صفحہ ۱۰۱ ۔  
۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۶ ۔



لیکن کیا کہہچی؟ جیسے نجف خان' کے عہد کے تورانیوں میں پہاری تمہاری ہڈی۔ بنوائے کی فرصت کہاں؟ آج لی کل چل دیا۔ اس بانس کی قدر کرتا اور اس کو اچھی طرح بنوا لیتا۔ بادشاہ فرخ سیر اور اس کے اخوان خوش و خرم ہیں۔ فرخ سیر کی ماں نے باجرے کا حلوا' سوہن کھلایا۔

نجات کا طالب غالب

شنبہ ۲۵ شعبان [۱۲۸۲ھ] ۱۳ جنوری [۱۸۶۶ء]

[۳۳۶] ایضاً (۲۵)

جان غالب! دو خط متواتر تمہارے پہنچے۔ مغربی' عرفا میں سے ہے۔ بیشتر اُس کے کلام میں مضامین حقیقت آگین ہیں، لیکن 'داسان گلہ دارد' و 'گریبان گلہ دارد' اس زمین میں میں نے اُس کی غزل نہیں دیکھی۔ حاجی' پد جان قدسی کی غزل اس زمین

- ۱۔ نجف خان ایرانی تھے اس لیے دربار دہلی کی تورانی پارٹی کم زور ہو گئی تھی اور الہی سیاسی عروج کے بعد زوال دیکھنا پڑا تھا۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں "عہد میں" صحت نامہ: "عہد کے"۔
- ۲۔ سبیش کے علاوہ دوسرے مآخذ میں "حلوا سوہان" درج ہے۔ بعض ثقہ تہراق حضرات سے معلوم ہوا کہ "سوہن" ایران کی عمدہ مٹھائی ہے۔ پاکستان میں بھی مشہور ہے۔
- ۳۔ اردوے معلیٰ طبع اول میں سند موجود نہیں ہیں۔
- ۴۔ مجتہبی صفحہ ۳۳، مجیدی صفحہ ۳۱۲، مبارک علی صفحہ ۳۰۸، رام نرائن صفحہ ۳۰، سبیش صفحہ ۳۳، سہر صفحہ ۷۵۔
- ۵۔ مغربی: مغربی تہریزی متوفی ۸۰۹ھ مشہور عارف ہیں۔ ان کا ایک بہت عمدہ دیوان مختصر خطی ۱۸۱ھ سیرے کتب خانے میں بھی موجود ہے۔

۶۔ خالد زمان حاجی پد جان قدسی، ۱۰۳۱ھ یا ۱۰۳۸ھ میں ہندوستان (باقی حاشیہ صفحہ ۷۶۹ پر)

میں ہے :

در بزم وصال تو پہنگام کماشا

نظارہ ز جنبیدن سڑکاں گلہ دارد

یہ ایک شعر اس کا مجھے یاد ہے ۔ بھائی ! تمہارا باپ بد گمان ہے ، یعنی مجھ کو زلزلہ سمجھتا ہے ۔ میرا سلام کہو اور یہ شعر میرا بڑا سناؤ :

گمان زیست بود بر اُست ز بے دردی

بدست مرگ ولے بد تر از گمان تو نیست

مجھے کاتھور و کفن کی فکر پڑ رہی ہے ، وہ ستم گر شعر و سخن کا طالب ہے ۔ زندہ ہوتا تو وہیں کیوں لٹ چلا آتا ۔ مجھ پر سے یہ تکلیف اٹھوا لو اور تم اس زمین میں چند شعر کہہ کر بھیج دو ، میں اصلاح دے کر بھیج دوں گا ۔ عصائے پر بجاٹے پر ، اللہ میرا کلام ہندی یا فارسی ، کچھ میرے پاس نہیں ہے ۔ آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا ، اب جو کچھ یاد آ گیا ، وہ لکھتا ہوں ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶۸ء)

آیا ، شاہ جہاں کے عہد میں بڑا معزز شاعر قرار دیا گیا ۔ بادشاہ

نے ایک دفعہ سوئے میں تلوایا تھا ۔ ۵۶ ۔ ۵۱ میں لاہور میں فوت

ہوا اور ہڈیاں مشہد مقسم میں دفن ہوئیں ۔ آتش کدہ آذر ، طبع

بمبئی صفحہ ۸۳ ۔ تصویر کے لیے دیکھیے جملہ بلال اوت ۱۹۵۳ء

صفحہ ۱ ۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب کہتے ہیں کہ یہ شعر دہوان

قدس میں موجود نہیں ہے ۔ لیکن غالب نے یہ غزل دیکھی ہے

اور اس کی تعریف بھی کی ہے ۔ ممکن ہے کسی نسخے میں

موجود ہو ۔ بیدل و نظیری وغیرہ نے بھی اس قافیے میں غزلیں

لکھی ہیں ۔

۱۔ اردو سے معلول طبع مہارک علی و مسہر : ”شعر لکھ کر“ اردو سے معلول

طبع اول و نقوش : ”شعر کہہ کر“ ۔

## غزل

ہاں کہ عاشقِ سخن از ننگ و نام چیست ؟  
 در اسرِ خاصِ حجتِ دستورِ عام چیست ؟  
 مستم ز خونِ دل کہ دو چشم ازان بُر است  
 گوئی غورِ شراب و نہ بینی بجام چیست ؟  
 با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام  
 داند کہ حور و کوثر و دارالسلام چیست ؟  
 ما خستہ غم و بود مے دوائے ما  
 باخستگانِ حدیثِ حلال و حرام چیست ؟  
 از کُتہ کرامِ نصیب ست خاک را  
 تا از فلکِ نصیبہ کاسِ کرام چیست ؟  
 غالب اگر نہ خرقہ و مصحف ہم فروخت  
 ہر سد چرا کہ نرخِ مئے لعلِ عام چیست ؟  
 [۷ شعر نہ یاد آئے ، ۶ یاد آگئے - خیر ، گانے کو یہ بھی کافی و  
 مکفی ہیں :

دل برد و حق آنست کہ دلبر نتوان گفت  
 بیدادِ توان دید و ستمگرِ نتوان گفت  
 در رزمگہشِ ناچرخ و خنجرِ نتوان برد  
 در بزمگہشِ بادہ و ساغرِ نتوان گفت

- 
- ۱۔ اردو مے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۱۰ ۔  
 ۲۔ یہ خط اردو مے معلیٰ اور خطوطِ غالب مرتبہ سہیش و مہر میں  
 یوں پر ختم ہو گیا ہے ۔ "نقوش" نگاہِ نمبر میں یہ خط مکمل  
 چھپ گیا ہے جسے ہم کہنی دار خطوں میں چھاپ رہے ہیں  
 غزل میں دس شعر ہیں ۔ دیکھیے کلیات جلد ۳ صفحہ ۱۰۲ ۔  
 ۳۔ غالب کی نادر تحریریں : صفحہ ۹۲ "مکفی" غلط ہے ۔

رخشندگیِ ساعد و گردن نتوان جست  
 زیبندگیِ یارہ و پرگر نتوان گفت  
 پیوستہ دہد بادہ و ساقی نتوان خواند  
 ہموارہ تراشد بت و آذر نتوان گفت  
 در گرم روی سایہ و سرچشمہ نہ جوئیم  
 با ما سخن از طوبی و کوثر نتوان گفت  
 ہنگامہ سر آمد ، چہ زنی دم ز قظلم  
 گر خود سعی رفت بہ محشر نتوان گفت  
 آن راز کہ در سینہ نہاں ست ، نہ وعظ ست  
 بر دار نتوان گفت ، بہ منبر نتوان گفت  
 کارے عجیب افتاد بدیسی شیفتمہ ما را  
 مومن نہ بود غالب و کافر نتوان گفت

کوئی امید بہر نہیں آتی  
 کوئی صورت نظر نہیں آتی  
 آگے آتی تھی حالِ دل بہ ہنسی  
 اب کسی بات بہر نہیں آتی  
 موت کا ایک دن معین ہے  
 تیند کیوں رات بہر نہیں آتی ؟  
 داغِ دل گر نظر نہیں آتا  
 ہو بھی اے چارہ گر نہیں آتی ؟  
 جانتا ہوں ثوابِ طاعت وزہد  
 بہر طبیعت ادھر نہیں آتی  
 ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی  
 کچھ ہماری خبر نہیں آتی

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب ؟  
شرم تم کو مگر نہیں آئی ؟

— — — — — ولہ — — — — —

لکھتے ہیں ہے غھر دل ، اس کو منائے نہ بنے  
کیا بنے بات ، جہاں بات بنائے نہ بنے  
میں ہلاتا تو ہوں اس کو مگر ، اے جذبہ دل  
آس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے  
اس نزاکت کا برا ہو ، وہ بھلے ہیں تو کیا ؟  
بات آئیں ، تو انہیں بات لگائے نہ بنے  
بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے  
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے  
غیر بھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر  
کوئی بوجھے کہ یہ کیا ہے ؟ تو چھپائے نہ بنے  
عشق پر زور نہیں ، ہے یہ وہ آتش غالب  
کہ لگائے نہ لکے اور بھپائے نہ بنے ]

[ ۴۳۷ ] ایضاً (۲۶)

لو صاحب ! وہ سرزا رجب بیگ مرے ، آن کی تعزیت آپ نے

لغائی ہو ہے :

۱۔ لوہارو - صبح روزِ آدینہ ۱۸ (؟ ۲۸) جولائی (۱۸۶۵ع) ہیرنگ

بہ مطالعہ "مباحثہ" برغوردار ، سعادت و اقبال نشان ، سرزا

علاء الدین خاں جہادر سلمہ اللہ تعالیٰ — مفتوح باد ۔

۲۔ مجبائی صفحہ ۳۱۷ ، مجیدی صفحہ ۳۱۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۸ ،

وام نوائیں صفحہ ۳۰۱ ، سہیلی صفحہ ۳۶۲ ، سہر صفحہ ۹۰ ۔

نہ کی ۔ شعبان بیگ پیدا ہو گئے ۔ کل ' ان کی چھٹی ہو گئی ، آپ شریک  
ہوئے : ع

اے وائے ز محرومی دیدار دگر بیچ

میاں ! خدا جانے کس طرح یہ چار سطریں تجھ کو لکھی ہیں ۔ شہاب الدین  
خان کی بیماری نے میری زیست کا مزا کھو دیا ۔ میں کہتا ہوں کہ  
آس کے عوض میں مر جاؤں ، اللہ آس کو جیتا رکھے ، آس کا داغ  
مجھ کو نہ دکھائے ۔ یا رب ! اس کو صحت [دے] یا رب ! اس کی  
عمر بڑھا دے ۔ تین بچے ، ایک اب پیدا ہونے والا ہے ۔ یا رب ! آس  
کو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ ۔

نجات کا طالب محالب

[۶ جنوری ۱۸۶۵ء]

[۳۳۸] ایضاً (۲۷)

مولانا نسیمی ۳

کدوں خفا ہوتے ہو ؟ ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہونے چلے  
آئے ہیں ۔ اگر تیسرے خلیفہ اول ہے ، تم خلیفہ ثانی ۔ اس کو عمر میں  
تم پر تقدم زمانی ہے ۔ جانشین دونوں مگر ایک اول ہے اور ایک  
ثانی ہے ۔

۱۔ یعنی آج ۷ شعبان ۱۲۸۱ھ ہے ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ میں 'صحت' کے بعد 'دے' ندارد ۔ مبارک علی میں  
'اس کو صحت . . . والا ہے یا رب' ندارد ۔

۳۔ ۷ شعبان ۱۲۸۱ھ مطابق ۶ جنوری ۱۸۶۵ء ۔

۴۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۳۸ ، مجیدی صفحہ ۳۶۴ ، مبارک علی صفحہ ۳۰۹ ،

وام نرائن صفحہ ۴۰۲ ، سہیش صفحہ ۳۲۳ ، سہر صفحہ ۵۸ ۔

۵۔ نواب ضیاء الدین خان ، تیسرے رخشاں مولود اکتوبر ۱۸۲۱ء کو

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۷۴ پر)

شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے ، طریق صید الفکنی سکھاتا ہے ، جب وہ جوان ہو جاتے ہیں ، آپ شکار کر کھاتے ہیں ۔ تم سخن ور ہو گئے ، حسن طبع خداداد رکھتے ہو ۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو ؟ اسم تاریخی کیوں نہ نکال لو کہ مجھ پر علم زدہ دل کو تکلیف دو ؟ علاؤ الدین خان ! تیری جان کی قسم ! میں نے پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا ۔ مجھ کو اس وہم نے گھبرا ہے کہ میری غوست طالع کی تاثیر تھی ، میرا مدوح جیتا نہیں ۔

نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ ایک ایک قصیدے میں چل دیے ۔ واجد علی شاہ تین قصیدوں کے متحمل ہوئے ، پھر نہ سنبھل سکے ۔ جس کی مدح میں دس ایس قصیدے کہے گئے ، وہ عدم سے بھی برے پہنچا ۔ نہ صاحب ! دہائی خدا کی ، میں نہ تاریخ ولادت کہوں گا ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷۳)

شاید بہت چالے سفر جانشینی دے چکے تھے ۔ اس کے بعد علاء الدین خان (مواوہ ۲۵ اپریل ۱۸۳۳ع) کو خلیفہ بنایا ۔ یہ سند میر صاحب کی کتاب 'غالب' طبع اول میں عکسی طور پر محفوظ ہے اور مئی ۱۸۶۳ع کو فارسی میں لکھی گئی ہے ۔ دوسری اردو تقریر ۲۱ جون ۱۸۶۸ع کی 'غالب نامہ' طبع دوم میں موجود ہے ۔ (نیز دیکھئے 'شاہ نو' ، کراچی ٹروی ۱۹۶۰ع ، جانشینی غالب کا مسئلہ) ۔

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول : "نزد اتکنی" ۔

۲۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۸۱ ، اس سلسلے میں دیکھئے قطعہ 'تاریخ وفات کلیات جلد اول صفحہ ۲۳۴ ، نیز خط نمبر ۵۵۰۔

۳۔ نصیر الدین حیدر : شاہ اودھ متوفی ۱۸۳۷ع ، امجد علی شاہ متوفی ۱۸۴۷ع ، واجد علی شاہ متوفی ۱۸۸۷ع ۔ مدحہ تعالٰی کے لیے دیکھئے کلیات طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد دوم ۔

نہ نام تارخی ڈھونڈوں گا - حق تعالیٰ تم کو اور تمہاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر [و] دولت و اقبال عطا کرے -

شو صاحب ! حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے کہ وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں - جانتے ہیں کہ جوان ہے لیکن بچہ سمجھتے ہیں - یہ حال تمہاری قوم کا ہے - قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اس کی عزت اور نام آوری جمہور کے نزدیک ثابت اور مستحق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو، مگر جب تک اس سے قطع نظر نہ کرو اور اس مسخرے کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تم کو چین نہ آئے گا - پچاس برس سے دلی میں رہتا ہوں، ہزارہا خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں - بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ نہیں لکھتے، بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ سابق کا نام لکھ دیتے ہیں - حکام کے خطوط فارس اور انگریزی یہاں تک کہ ولایت کے آئے ہوئے، صرف شہر کا نام اور میرا نام - یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو تم دیکھ چکے ہو اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتاؤ؟ اگر میں تمہارے نزدیک امیر نہیں، نہ سہی، اہل حرفہ میں سے بھی نہیں ہوں کہ جب تک محلہ اور ٹھکانہ نہ لکھا جائے، ہرکارہ میرا پتہ نہ پائے - آپ صرف دہلی لکھ کر میرا نام لکھ دیا کیجئے، خط کے پہنچنے کا میں ضامن -

غالب

پنجشنبہ، ۳۰ ماہ اپریل [۱۸۶۱ع]

- 
- ۱- اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۱۶ -
  - ۲- پنج شنبہ، ۳۰ اپریل اردوئے معلیٰ طبع اول میں ہے اور تقویم میں یہ دن تاریخ ۱۸۶۱ع اور ۱۸۶۷ع کے مطابق ہے - چونکہ پہلی سند جانشینی ۱۸۶۱ع اور دوسری ۱۸۶۷ع میں لکھی ہے، اس لیے میرے نزدیک ۱۸۶۱ع ہی کا خط ہے - "نسیمی" (باقی حاشیہ صفحہ ۷۷۶ پر)



## [۳۳۹] ایضاً (۲۸)

میری جان! ناسازی روزگار و بے ربطی اطوار و بہ طریق داغ  
 بالائے داغ آرزوئے دیدار وہ دو آتش شہارہ بار اور یہ ایک دریائے  
 نا پیدا کنار، وقتاً رہنا عذاب النار۔ خدا نے بیٹائی ضیاء الدین خان کے  
 بڑھاپے پہ اور میری بے کسی پر رحم فرمایا۔ میرا شہاب الدین خان  
 بیچ گیا۔ امراض مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ ہواسیر خونی، زحیر، تپ،  
 صداع، بارے اب من کل الوجوہ صحت حاصل ہے۔ ضعیف جاتے ہی  
 جاتے گا، آگے کون سے قوی تھے کہ اب اُن کو ضعیف کہا جائے۔  
 ایک بڈھا کسی کلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا،  
 کہنے لگا ”پائے بڑھاپا“ ادھر ادھر دیکھا۔ جب جانا کہ کوئی نہیں  
 ہے، کہتا ہوا بڑھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے، والسلام۔

غالب مستہام

[جنوری ۱۸۶۵ء]

## [۳۴۰] ایضاً (۲۹)

و صاحب! ہرسوں تمہارا خط آیا اور کل دوپہر کو استاد  
 میر جان آئے۔ جب اُن سے کہا گیا تو یہ جواب پایا کہ میں مدت

(بندہ حاشہ صفحہ ۷۷۷)

تخلص ابھی انہی دنوں لکھا جاتا رہا ہے۔ اصل توقع معلوم نہیں

کہاں ہے، لیکن خط نمبر ۳۳۵ اکتوبر ۱۸۶۱ء میں اس کا

ذکر پھر آیا ہے۔ ۳ اپریل ۱۸۶۱ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۲۷۷ء۔

۱۔ مجبائی صفحہ ۳۴۹، مجیدی صفحہ ۳۱۵، مبارک علی صفحہ ۳۱۰،

رام نرائن صفحہ ۳۰۳، سپیش صفحہ ۳۶۲، سہر صفحہ ۹۶۔

۲۔ تاریخ سپیش صاحب نے لکھی ہے۔

۳۔ مجبائی صفحہ ۳۴۹، مجیدی صفحہ ۳۱۵، مبارک علی صفحہ ۳۱۰،

رام نرائن صفحہ ۳۰۳، سپیش صفحہ ۳۴۱، سہر صفحہ ۷۷۔

سے آمادہ سفر لوہارو بیٹھا ہوں۔ حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے وقت میں نے اپنی گٹھری بھیجی تھی، وہ پھری آئی، اس مراد سے کہ گاڑی میں جگہ نہ گٹھری کی نہ سواری کی، فلچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گٹھری ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے۔ جب میاں خان اور وزیر خان روانہ ہوں گے اور منشی امداد حسین مجھ کو اطلاع دیں گے، تو میں فوراً چل دوں گا، ہا ہہ رکاب ہوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خان آئے، کل انہوں نے چوتھے دن کھانا کھایا تھا۔ بیضہ ہو گیا تھا۔ قے متواتر، دست پے پے، غرض ہج گئے۔ کہتے تھے کہ آج جولائی کی ۷ تاریخ ہے، ۱۳ دن یہ اور پانچ دن اگست کے اور نہیں جاسکتا۔ تنخواہ لے کر بانٹ بوٹ کر، ایک دن نہ ٹھہروں گا، لوہارو کی راہ لوں گا۔ مرزا شمشاد علی بیگ سے تمہارا پیام کہا گیا، کیا بعید ہے جو غلام حسن خان کے ہم سفر ہو جائیں۔ بھائی کی طرف سے منشی امداد حسین خان کو لکھوا بھیجو کہ میاں خان وغیرہ کے ساتھ استاد کو ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خان کو بحوالہ میری تحریر کے عیادت اور اوائل اگست میں روانگی کی تاکید لکھ بھیجو۔

در بزمِ وصالِ تو ہنگامِ تماشا

نظارہ ز جنبینِ مژگان گہ دارد

یہ زمیں؟ قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ میں آگئی ہے، میں اس میں کیوں کر تخم ریزی کروں؟ اور اگر بے حیائی سے کچھ ہاتھ پاؤ

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۲۰۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ”میان جان“ تصحیح از آغاز خط و سبب۔

۳۔ دیکھئے خط سابق نمبر ۴۳۶ و ۴۶۴۔

ہلاؤں ، تو اس شعر کا جواب کہاں سے لاؤں :  
 ہرگز نہ تو ان گنت دریں قافیہ اشعار  
 بیجاست برادر اگر از من کہ دارد  
 التوائے شرب شراب ۲۲ جون ، شروع شراب ۱۰ جولائی  
 مصرع : الحنة لله کہ در میکہ باز ست

[۱۸ جولائی ۱۸۶۲ء]

[۳۴۱] ایضاً (۳۰)

شنبہ ۹ جولائی سنہ ۱۸۶۳ء

علائی مولائی ! غالب کو اپنا دعا گو اور غیر خواہ تصور کریں ۔  
 مادہ ہائے تاریخ کو نہ آپ قالبِ نظم میں لائیں اور نہ اور کو اس  
 امر منکر کی تکلیف دیں ۔ بھائی ! سچھو بڑید پر لعن منجملہ عبادت  
 سہی ، لیکن تقریباً کہہ دیتے ہیں کہ ”یر یذید لعنت“ کسی مومن  
 نے اس کی ہجو میں قصیدہ نہیں لکھا ۔ ابداعِ مادہ ہائے تاریخ تمہارے  
 حسنات میں لکھا گیا ۔ مثاب تم ہو چکے اجر پاؤ گے ۔ انشاء اللہ ،  
 اب اپنے کو بد نام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر ، اور اگر

۱۔ اس سلسلے میں انتہائی دل چسپ خط وہ ہے جو علانی کے نام

۲۔ جولائی ۱۸۶۲ء کو لکھا ہے ۔ دیکھیے مکتوب نمبر ۴۶۳ ۔

کلیات غالب طبع مجلسی جلد اول ، صفحہ ۹۵ پر ایک دل چسپ

قطعہ تاریخ ہے جس کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ آخری نوہ

۱ نومبر ۱۸۶۸ء یکم شعبان ۱۲۸۵ھ کو کی ہے ۔

۲۔ ہمیش پرشاد ۔ یہ تاریخ مطابق ہے ۱۹ محرم ۱۲۷۹ھ کے ۔

۳۔ بھنبائی صفحہ ۳۵ ، بھیدی صفحہ ۳۱۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۱ ،

رام نرائن صفحہ ۴۰ ، ہمیش صفحہ ۳۵۹ ، سہر صفحہ ۹۳ ۔

ہمیش پرشاد نے ۹ جولائی لکھا ہے اور یہی مطابق تقویم ہے لیکن

اردو سے معلوم طبع اول میں ۱ جولائی ہے ۔ ۹ جولائی ۶۴۳ھ مطابق

۳ صفر ۱۲۸۱ھ ۔

۴۔ اردو سے معلوم طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۱ ۔

ظاہر ہو تو محکم نہ کرو۔

علی بخش خان مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا۔ میں سنہ ۱۲۱۶ھ میں پیدا ہوا ہوں۔ اب کے رجب کے مہینے سے انتہرواں برس شروع ہوا ہے۔ اس نے ۶۶ برس کی عمر پائی۔ نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اکبر آباد میں میور صاحب سے ملے، اثنائے مکالمت میں کہنے لگے کہ میں چچا جان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہیں، اس میں شامل رہا ہوں۔ بے ادبی ہوتی ہے، ورنہ اگر قبا و پیرہن اتار کر دکھلاؤں تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے، جا بجا تلوار اور برجھی کے زخم ہیں۔ وہ ابک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی، آن کو دیکھ دیکھ کر

۱۔ علی بخش خان فرزند نواب الہی بخش خان معروف۔ مولود، بقول غالب ۱۲۱۶ھ متوفی ۳ دسمبر ۱۸۶۳ع مطابق رجب ۱۲۸۰ھ (دیکھیے خط نمبر ۵۵) لیکن اس حساب سے عمر ۶۳ سال ہوتی ہے نہ کہ چھیانوہ سال۔ علی بخش خان برادر نسبی اور بھائی داماد ہونے کے علاوہ شاگرد بھی تھے۔ انھوں نے ”ہنج آہنگ“ ترتیب دی تھی۔

۲۔ سرولیم میور، بوہی (ہندوستان) کا مشہور گورنر تھا، ۱۸۳۷ع میں سول سروس میں آیا۔

۳۔ لارڈ لیک سے اور نواب احمد بخش خان (عم علی بخش خان) سے بہت گہرے تعلقات تھے۔ یہ ۱۸۰۷ع میں پیدا ہوئے، ۱۷۵۸ع میں بدل فوج میں بھرتی ہوئے، ۱۸۰۲ع میں جنرل اور پھر ۱۸۰۵ع تک ہندوستانی افواج کے کمانڈر انچیف اور کونسل کے ممبر رہے۔ شاہ عالم نے سریشوں سے دہلی چھیننے پر ”صمصام الدولہ، الشجاع الملک، خان دوراں، خان بہادر، فتح جنگ“ خطاب دیا۔ لیک نے انگلستان جا کر ۲۰ فروری ۱۸۱۷ع کو انتقال کیا (حوالیہ مکاتیب غالب، صفحہ ۱۲۳، طبع اول، ۱۹۶۹ع)۔

کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جبریل صاحب  
آگے وقت میں چار یا پانچ برس کے ہو گے ؟ یہ سن کر آپ نے کہا کہ  
دوست ، بجا ارشاد ہوتا ہے ۔

خدایش یاسر زاد و بدین دروغہائے بے نمک مگیراد  
غالب

### [۳۴۲] ایضاً (۳۱)

یکشنبہ<sup>۱</sup> ، ۹ فروری سنہ ۱۸۶۲ ع

صاحب ! صبح جمعہ کو میں نے تم کو خط لکھا ، اسی وقت بھیج  
دیا ۔ پھر دن چڑھے سنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا ۔ گیا ، آیا ، خود  
آن سے حال پوچھا ۔ علی یگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ یہ نسبت  
دورہ ہائے سابق خفیف تھا اور افتادہ جلد ہو گیا ۔

کل ، مرزا شمشاد علی یگ ناقل تھے کہ مجھ سے علی حسین خاں  
کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہارو چلو گے ؟ اور  
ہماری دال روٹی قبول کرو گے ؟ میں نے کہا کہ میں دال روٹی چاہتا  
ہوں مگر پیٹ بھر گے ۔ غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے یہ معلوم

۱۔ مجنبانی صفحہ ۳۵۱ ، مجیدی صفحہ ۳۱۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۱ ،

رام نرائن صفحہ ۳۰۶ ، مہیش صفحہ ۳۳۳ ، مہر صفحہ ۶۸ ۔  
تاریخ انگریزی مطابق ۹ رجب ۱۲۷۸ھ ۔

۲۔ عبدالستار صاحب فرماتے ہیں صرف ”گیا“ صحیح ہے ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۲ ۔

۴۔ اردوئے معلیٰ ”تنہائے ہوائے شمشاد“ مطلب یہ ہے کہ نواب

امین الدین خاں صرف شمشاد علی یگ کو نوکر رکھنا چاہتے

ہیں ، قربان علی یگ سالک کو نہیں ۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے

حاشیہ<sup>۲</sup> خطوط غالب میں اس نکتے کی طرف توجہ نہ فرمائی اس لیے

مطلب واضح نہیں ہوا ۔

ہو کہ سالک سے سلوک متجاوز نہیں۔ تنہا ہوائے شمشاد در  
سراست۔

رسوزِ مملکتِ خویش خسرواں داند  
گدائے گوشہ نشینی، تو حافظاً غروش

غالب

### [۳۴۳] ابضاً (۳۲)

صاحب! میں از کار رفتہ و درماندہ ہوں۔ آج تمہارے خط کا  
جواب لکھتا ہوں۔ لفظ 'خسر' کے باب میں اتنی توضیح کیا ضرور تھی۔  
میرا علم لغتِ عربیہ کا محیط نہیں ہے، اور یہ بہ طریقِ حق الیقین  
جانتا ہوں کہ 'خسر' لغتِ فارسی نہیں، سرے کی تفریس سے خسر  
پیدا ہوا ہو تو کیا عجب ہے۔ تم سے اس کی تحقیق چاہی تھی کہ  
یہ لغت عربی الاصل نہ ہو۔ وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں، لغت ہندی  
ہے مفسر اور یہی تھا میرا عقیدہ۔

علی حسین خان آئے، دو تین بار مجھ سے مل گئے، اب نہ وہ  
آ سکتے ہیں، نہ میں جا سکتا ہوں۔ نصیبِ دشمنان، وہ لنگڑے، میں  
لولا، اُن کے ہانو کا حال مفصل تم کو معلوم ہو گا۔ جونکیں لگیں  
کیا ہوا؟ کہاں تک نوبت پہنچی؟

میری حقیقت سنو! مہینہ بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا، ہائیں  
ہانو میں ورم کفِ پا سے پشتِ پا کو گھیرتا ہوا ہنٹلی تک آس۔  
کھڑا ہوتا ہوں تو ہنٹلی کی رگیں بھٹنے لگتی ہیں۔ خیر، نہ آٹھا،  
روٹی کھانے محل سرا نہ گیا، کھانا یہیں منگا لیا۔ پیشاب کو کیوں کر  
نہ آٹھوں۔ حاجتی رکھ لی، بغیر اوکڑو بیٹھے بات نہیں بنتی، پاخانہ

۱۔ مجتہائی صفحہ ۳۵۱، مجیدی صفحہ ۳۱۷، مبارک علی صفحہ ۳۱۲،

رام لڑائن صفحہ ۳۰۶، سہیش صفحہ ۳۵۳، مہر صفحہ ۸۷۔

۲۔ دیکھیے خط نمبر ۳۳۷۔

کو اگرچہ دوسرے دوسرے دن جاؤں ، مگر' جاؤں تو سہی ۔ یہ  
سب موقع خیال میں لا کر سوچ لو کہ کیا گذرے ہوگی ؟ آغاز نئی  
مزید علیہ یا مستزاد : ع

پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند

اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں : ع

اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے

مرگ اب ناگہانی کہاں رہی ، اسباب و آثار سب فراہم ہیں ۔ ہائے

الہی بخش خاں مغفور کا کیا مصرع ہے :

آہ جی جاؤں ، نکل جائے اگر جان کہیں

زائدہ بے فائدہ ۔

مرگ کا طالب غالب

جمعہ ۳ جولائی سنہ ۱۸۶۳ع

[۴۴۴] ایضاً (۳۳)

ولی عہدی<sup>۲</sup> میں شاہی ہو مبارک

عناياتِ الہی ہو مبارک

اس امر<sup>۳</sup> فرخ و ہایوں کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے

اور اس کے اخفا میں مبالغہ خفایت ۔ تم اپنی زبان پر نہ لاؤ ، اگر

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲۳ ۔

۲۔ مطابق ۱۵ محرم ۱۲۸۰ھ ۔

۳۔ بھٹائی صفحہ ۲۵۲ ، مجیدی صفحہ ۳۱۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۳ ،

رام نرائن صفحہ ۳۰۷ ، مہیش صفحہ ۳۲۹ ، سہر صفحہ ۸۶ ۔

۴۔ میرا خیال ہے کہ اس سے مراد اعلان جانشینی غالب کا مرحلہ

ہے کیونکہ غالب نے توفیق جانشینی مئی ۱۸۶۳ع کو دی ہے ۔

ملاحظہ ہو 'غالب' از سہر طبع اول ۔

کوئی اور کہے مانع نہ آؤ ، نہ اشتہار نہ استعار - ۱۲

دورہ ہوا مگر مدتِ معینہ کے بعد اور پھر جھاگ کا نہ آنا ، اور تمھارے پکارنے سے متنبہ ہو جانا ، مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں ۔ شہت میں جس قدر خفت ہو ، غنیمت ہے ۔

میرے خطوطِ اردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا تمھارے حسنِ طبع پر تم سے بعید تھا ۔ میں سخت بے مزہ ہوا ۔ اگر بے مزگی کے وجوہ لکھوں تو شاید ایک تختہ کاغذ سیاہ کر لیا پڑے ۔ اب ایک بات موجز و مختصر لکھتا ہوں ؛ سنو بھائی ! اگر آن خطوط کا تم کو اخفا منظور ہو اور شہرت تمھارے منافی طبع ہے ، تو ہرگز نہ بھیجو ، قصہ تمام ہوا ۔ اور اگر آن کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے ، تو میرے دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو اور کسی متصدی سے نقل آتروا کر ، چلو کسی کے ہاتھ ، چاہو بہ سبیل ارسال کرو ۔ لیکن خدا کے واسطے کہیں غصہ میں آ کر " عطا ئے تو بہ لائے " تو کہہ کر اصل خطوط نہ بھیج دینا کہ بہ امرِ میرے مخالفِ مقصود ہے ۔ بھلا صاحب ڈرتا ہوں میں تم سے ۔ ادھر خط پڑھا ادھر جواب لکھ کر ڈاک میں بھیجا ۔ تمھارا خط رہنے دیا ہے ، جب آکا شمشاد علی بیگ آئیں گے ، پڑھ لیں گے ۔

[مئی ۱۸۶۳ء]

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲۴ ۔

۲۔ سہیلی پرشاد اور مہر صاحب نے صرف سنہ لکھا ہے ۔ میں توقع

ک روشنی میں تیس مئی سے پہلے کا خط قبول کرنا ہوں ۔ نیز یہی زمانہ تھا جب نواب امین الدین خاں نے ریاست کے انتظام ان کے سپرد کر دیے تھے ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۴۵۱ ۔



## [۴۴۵] ایضاً (۳۴)

میری جان! کیا کہتے ہو؟ کیا چاہتے ہو؟ ہوا ٹھنڈی ہو گئی،  
 ہوا ٹھنڈا ہو گیا۔ فصل اچھی ہو گئی۔ الاج بہت پیدا ہو گیا۔  
 توفیقؒ جالشیٹی مجھ سے تم کو پہنچا، خرقہ پایا، سبچہ و سجادہ کا  
 یہاں پتہ نہیں، ورنہ وہ بھی عزیز نہ رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ  
 بھائی نے شفا پائی۔ استاد میر جان پہنچ گئے۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز  
 نومبر میں، لیر رخشاں کو بھی وہیں لو۔ بھر عرق و قوس کے آفتاب  
 کا کیا ذکر، آبان ماہ و آرزو ماہ سے کیا غرض؟

بسی تیر و دی ماہ و اردی بہشت

یر آید کہ ما خاک باشیم و خشت

استاد میر جان کو، اس راہ سے کہ میری بیوی ان کی چچی  
 تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں، دعا۔ اور اس رو سے کہ  
 دوست ہیں اور دوستی میر کمی و بیشی سن و سال کی رعایت نہیں کرتے،  
 سلام۔ اور اس سبب سے کہ استاد کہلاتے ہیں، ہندگی۔ اور اس نظر  
 سے کہ یہ سید ہیں، درود۔ اور موافق مضمون اس مصرع کے :  
 سوئے اللہ واللہ، مافی الوجود — معبود۔

حضرت! وہ ”شرف نامہ“ نہیں ہے۔ کسی احمق نے ”شرف نامہ“ میں  
 سے کچھ لغات، اکثر خلط، کم تر صحیح، چن کر جمع کیے ہیں۔

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۵۴، مجددی صفحہ ۳۱۸، مبارک علی صفحہ ۳۱۳،

وام لرائی صفحہ ۷۰، مہیش صفحہ ۳۳۱، مہر صفحہ ۶۶۔

۲۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خط سے کچھ پہلے توفیقؒ روانہ کی ہے۔

لیکن خط نمبر ۳۳۸، مورخہ ۴ اپریل سے خیال ہوتا ہے کہ یہ

نقصہ مئی ۱۸۶۱ع کا ہے۔

۳۔ صحیح ”آذر“۔

۴۔ شرف نامہ : شیخ البراہیم قوام قرینہ منیر صوبہ بہار نے ۱۸۷۲ و

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۸۵ پر)

نہ دیا، ہے کہ اس سے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ کہ عہد و عصر کا حال کھلے۔ بایں ہمہ میان ضیاء الدین کے پاس ہے۔ اگر وہ آجائیں گے تو ان سے کہہ دوں گا۔ اگر وہ لائیں گے تو ان کی قیمت دے کر علاقائی مولائی کو بھیج دوں گا۔

خصی بکروں کے گوشت کے قلعے، دو پیازے، ہلاؤ، کباب جو کچھ تم کھا رہے ہو، مجھ کو خدا کی قسم اگر اس کا کچھ خیال بھی آتا ہو۔ خدا کرے یکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا تم کو میسر نہ آیا ہو۔ کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اس مصری کے ٹکڑے چبا رہے ہوں گے، تو یہاں میں رشک سے اپنا کایجہ چاہنے لگتا ہوں۔

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ، ۱۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۶۱ع

[۴۴۶] ایضاً (۳۵)

خاک "نمناکم و تو باد چار  
نہ توانی سرا ز جا بردار"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۴)

۵۸۷ کے دو میان "فرہنگ نامہ" تالیف کیا ہے۔ دیکھیے فرہنگ

نورسی درہند و پاکستان۔ تالیف دکتر شہریار تقوی طبع دانش

کنہ تہران، ۱۳۶۱ شمسی صفحہ ۶۲۔

۱۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۴۲۵۔

۲۔ علاء الدین خان نے نومبر میں مصری بھیجی ہے۔ دیکھیے خط نمبر ۳۱۷۔

۳۔ مطابق ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۷۸ھ۔

۴۔ مجتائی صفحہ ۳۵۴، مجیدی صفحہ ۳۱۹، مبارک علی صفحہ ۳۱،

رام فرائی صفحہ ۴۰۸، سپیش صفحہ ۴۳، سہر صفحہ ۵۵۔

۵۔ اردو سے معلول طبع اول میں "ز جا برون"۔ دوسری جگہ "کے توانی

سرا زجا بردار" ہے۔

ہاں نسیمی ز من چہ می خواہی  
زحمت خویشتن چہ می خواہی

خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے - تم نے مجھے تہنیت دی  
تو مبارک اور میں نے تمہیں تہنیت دی تو مناسب - **اللہ الحمد**  
**اللہ الشکر**۔

بھائی ! سچ تو یوں ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں -  
اگر پیرنگ بھیجوں تو کھار ماندہ ، آٹھ نہیں سکتا ، ڈاک گھر تک  
جانے کون ؟ اپنا مقصود تمہارے والد ماجد سے اور تمہاری جدۃ ماجدہ  
اور تمہارے عمر عالی مقدار سے کہہ چکا ہوں - خلاصہ یہ کہ میری  
بہن اور بھوں کو کہ یہ تمہاری قوم کے ہیں ، مجھ سے لے لو کہ  
میں اب اس بوجھ کا متحمل ہو نہیں سکتا - انہوں نے بھی ، یہ شرط  
ان لوگوں کے لوہارو جانے کے ، اس خواہش کو قبول کیا - میرا قصد  
سیاحت کا ہے - پنشن اگر کھل جانے کا تو وہ اپنے صرف میں لایا  
کروں گا - جہاں جی لگا وہاں رہ گیا ، جہاں سے دل آکھڑا چل دیا :  
تا درمیانہ خواستہ کردگار چیست

غالب

دوشنبہ ۱۳ محرم سنہ ۱۲۷۵ھ

مطابق ۲۳ اگست سنہ ۱۸۵۸ع

[۳۷] ایضاً (۳۶)

مرزا علانیؑ مولانیؑ ! نہ لاہور سے خط لکھا ، نہ لوہارو سے -

یہ قدر مادۂ حقیق محو انتظار بلکہ امیدوار رہا - اب جو کسی طرح کی

۱۔ اردو سے معلول طبع اول صفحہ ۳۶۶ - پنجابی صفحہ ۳۵۴ ، عجمی

صفحہ ۳۱۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۴ ، رام نرائن صفحہ ۳۰۹ ،

سپیش صفحہ ۳۶۱ ، مہر صفحہ ۳۶۰ -

توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا ۔ اگرچہ جانتا ہوں کہ ایک شکوہ کے دفع میں 'طوطی نامہ' برابر ایک رسالہ لکھو گے اور ہزار وجہیں موجہ بیان کرو گے ۔ میں اس تصور کا مزہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو ۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا ، بھوپہی صاحبہ سے لکھوانا ، غالب سے لکھوانا ۔ بعد حصول اجازت نہ آنا ، اس کے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں ؟ اچھا میرا میاں ! کچھ اس باب میں لکھ 'چھڑی اور دو دو' ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک ؟ بچوں کو میری دعا کہنا اور ان کی خیر و عافیت لکھنا ۔ استاد میر جان صاحب کو سلام ۔ مزا تو جب ملے گا کہ تم دلی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور کے ہنگامہ 'انجمن' کا حال بیان کرو ۔

نجات کا طالب غالب

چار شنبہ ۲ نومبر سنہ ۱۸۶۳ ع

[۳۳۸] ایضاً (۳۷)

صبح یکشنبہ ۱ ، ۲۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۳ ع

جانا عالی شان ! پہلے خط اور پھر بتوسط برخوردار علی حسین

۱۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ "انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب" کا قیام اکتوبر ۱۸۶۳ ع کو عمل میں آیا ، اور علاء الدین خان دہلی سے بحیثیت مندوب شریک ہوئے تھے ۔ دیکھئے حاشیہ 'مکاتیب محمد حسین آزاد ، ترتیب فاضل ، طبع مجلس ترقی ادب لاہور صفحہ ۳۹ ۔

۲۔ تقویم میں چار شنبہ ۲ نومبر ہے جسے صرف مجلس نے لکھا ہے ۔

چار شنبہ ۲ نومبر ۱۸۶۳ ع مطابق یکم جمادی الثانیہ ۱۲۸۱ھ ۔

۳۔ مجتہبی صفحہ ۳۵۵ ، عہدی صفحہ ۳۲۰ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۵ ،

رام نرائن صفحہ ۳۱۰ ، مجلس صفحہ ۳۵۳ ، سہر صفحہ ۸۸ ۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۸۸ پر)

خان ، جلد کلیات فارسی پہنچے۔ حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور چار آنے محصول ڈاک طالب انطباع میں آکر پانچ روپیہ قیمت اور پانچ آنے محصول قرار پاوے۔ خیر جہاں سو ، وہاں سوا ہے۔ میرا حال کہیں اور تمہارا حال مجھے معلوم ہے :

ابن ہم اندر عاشق بالائے غم ہائے دگر

اب کے چٹھے میں شاہد نہ دے سکوں۔ نومبر سنہ حال پچاس روپے تمہارے پاس پہنچ جائیں گے ، انشاء اللہ العلی العظیم۔ میں بے حیا تھا ، نہ مرا ، اچھا ہونے لگا۔ عوارض میں تخفیف ہے ، طاقت آتی چلی ہے۔ مختصر مفید :

در نامہ جز این مصرعہ شاعر چہ نویسم ؟

اے 'وائے ز محرومی دیدار ، دگر ہیچ

عجائب کا طالب غالب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۷)

سہر صاحب نے دوسرے نسخوں کی طرح دو ستمبر لکھا ہے۔ طبع اول 'اردوئے معلیٰ' اور 'خطوط غالب' سہیش پرشاد میں یس ستمبر ہے۔ مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ۔

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول میں "سوائے"۔ غالب نے اس خط میں (قبل ۲۰) ستمبر ۱۸۶۳ع کو دس جلد کلیات کے وصول ہونے پر پچاس روپے قیمت دینے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن وہ نومبر میں روپیہ نہ بھیجنے پائے تھے کہ منشی نول کشور دہلی پہنچے اور قیمت پتیس روپے آٹھ آنے طے ہوئی۔ دیکھیے خط نمبر ۴۲۳ اور اس کا حاشیہ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲۷۔

## [۳۴۹] ایضاً (۳۸)

دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ -

اے میری جان! "مشتوی" ابرگھر ہار" کون سی فکر تازہ تھی کہ میں تجھ کو بھیجتا۔ کلیات میں موجود ہے، معہذا شہاب الدین خان نے بھیج دی، میں مکرر کیا بھیجتا۔ "تب محرق" کے دیکھنے سے انکار کیوں کرتے ہو؟ اگر مثالی طبع تحریر کو یہ سبب انزجار نہ دیکھا کرتے، تو فریقین کی کتبِ مبسوطہ کہاں سے موجود ہوتیں۔ "افسوس" کو میں نے عربی جانا، عربی نہیں ہے۔ اب مانا، یہ ایک سہوِ طبیعت تھا۔ میرا اعتراض تو خلطِ مبحث پر ہے۔ "افسوس" و "فسوس" ایک کیوں ہو جائے۔

یہاں کے اطوار مجھ سے باوجود قرب محضی اور تم پر با ایں ہمد بعد آشکار۔ "دوران" یا خبر در حضور، و نزدیکان بے بصر دور۔ رو بہ آ گیا۔ دل سے نکلا، مخزن سے نکلا، ہاتھ سے نہیں نکلا۔ جب ہاتھ سے نکل جائے گا اور جنس مول لی جائے گی اور یہ گندکٹ جائے گا،

۱۔ عجائی صفحہ ۳۵۵، مجدی صفحہ ۳۲۰، مبارک علی صفحہ ۳۱۵،

رام لرائی صفحہ ۳۱۰، سہیش صفحہ ۳۵۸، سہر صفحہ ۹۲۔

دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۳ع۔ نیز دیکھئے خط نمبر ۳۶۳۔

۲۔ "مشتوی ابرگھر ہار" کلیات طبع لکھنؤ میں پہلی مرتبہ شریک اشاعت ہوئی، پھر اکمل المطابع دہلی سے کچھ قصائد و قطعات کے ساتھ چھپی۔ تیسری مرتبہ میں نے مکمل تصحیح اور حذف شدہ اشعار کے ساتھ مرتب کی جسے "ماہی" اردو" کراچی نے ۱۹۶۶ع میں شائع کیا۔ نیز ملاحظہ ہو "کلیات الحالب" طبع مجلس ترقی ادب لاہور جلد اول صفحہ ۳۱۔ طبع اکمل المطابع میں مرزا شہاب الدین احمد خان ثاقب کے نام دو قطعات تاریخ بھی شائع ہوئے ہیں۔

۳۔ "محرق قاطع" سعادت علی کی تالیف ہے جو ۱۸۶۳ع میں چھپی

نب ترسان ترسان پیش گاہ نادری میں تمہارے یہاں آنے کے باب میں  
کچھ عرض کیا جائے گا۔ میں ان دنوں مردود بھی ہوں۔ والسلام۔

صبح دم ، ہا ابو البشر گفتم  
”ہارۂ زر بدہ کہ زر داری“

حیف باشد کہ از جو من ہسرے  
خاکِ رنگیں عزیز تر داری

گفت حیف است از تو خواہشِ زر  
کہ تو گنجینہٴ گہر داری  
گنجیدانِ سخنِ حوالہٴ تست  
خود ہیں تا چہ اے ہسر داری

پیش من زر کجاست ، جانِ پدر  
بری ہر چہ در نظر داری  
گفتم ، اینک بہ بندِ پیمانی  
زر بمن مے دیں ، اگر داری

سرِ زنبیلِ آن عمرو عیار  
گر ز عیارِیش خبر داری  
بکشا زود و زر بریز و بگوئے  
کہ ہمیں مدعا مگر داری

گفت ”ہاہا فسانہ“ بودہ است  
چہ فرو ریزم و چہ برداری؟“

۱۔ اردوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۲۲۸۔ ”عمرو عیار“ بیانے  
”عمرو عیار“۔ یہ قطعہ کلیات طبع نول کشور میں نہیں ہے اس  
لیے میرا خیال ہے کہ غالب نے اسی خط کے لیے لکھا ہے ۔

## [۳۵۰] ایضاً (۳۹)

یکم' جنوری سنہ ۱۸۶۳ ع -

علائی مولائی کو غالب طالب کی دعا - بے چارہ مرزا کا معاملہ علی حسین خاں کی معرفت طے ہو گیا - یہاں ہندو کا سوال ، وہاں دس میں سے تین کم کرنے کا خیال - متوسط دوسرا جو علی حسین خاں بہادر کے بعد درمیان آئے ، وہ کیا کرے اور کیا کہے - مرزا قانع و متوکل ہیں ، نہ ہندو مانگتے ہیں ، نہ دس' - اللہ بس ماسوا ہوس -

جناب ترواں' صاحب بھائی کے دوست دلی ، دلی آئے - لارڈ صاحب کہلاتے ہیں - سنتا ہوں کہ کل اکبر آباد جاتے ہیں -

بھائی علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے ، رات کو بارہ پر دو بجے سر گئے - انا اللہ وانا الیہ راجعون - تمہارے عمر' نام دار آج دن کو ۱۲ بجے سلطان جی گئے ہیں ، میں نہ جا سکا - تجھیز و تکفین ان کی طرف سے عمل' میں آئے گی - بارہ پر تین بجے یہ خط میں نے تمہیں لکھا ہے - کل شنبہ ۲ جنوری صبح کو ڈاک گھر بھیج دوں گا -

مشفق شفیق میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام -

نجات کا طالب غالب

۱- مجبائی صفحہ ۳۵۶ ، مجیدی صفحہ ۳۲۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۶ ،

رام نرائن صفحہ ۳۱۱ ، مہوش صفحہ ۳۵۶ ، مہر صفحہ ۹۰ -

۲- یہ معاملہ کلیات طبع نول کشور کی قیمت کا ہے ، دیکھئے خط نمبر ۳۳۸ -

۳- سر چارلس ٹرواں : ۱۸۶۶ ع میں ہندوستان آئے اور جنوری ۱۸۶۳ ع کو سپریم کونسل کے ممبر مالیات بنے - انہوں نے سیکلے کی بہن سے شادی کی تھی -

۴- قواب ضیاء الدین خاں مراد ہیں -

۵- غالب نے کہا ہے کہ مجھ سے چار برس چھوٹا تھا ، یعنی تقریباً ۱۸۲۶ء میں پیدا ہوئے - دیکھئے خط نمبر ۳۳۱ -



## [۴۵۱] ایضاً (۴۰)

صبح شنبہ ۳۰ مئی ۱۸۶۳ ع -

لا موجود الا اللہ - اُس خدا کی قسم جس کو میں نے ایسا مانا ہے ، اور اُس کے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کو مکرر نہ لکھنا از راہِ ملال نہ تھا - طالب کے ذوق کو سست پا کر میں متوقف ہو گیا - متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب ، کتب کا سوداگر ہے ، اپنا نفع نقصان سوچے گا ، لاگت بہت کو جانچے گا - میں متوسط کو مہتمم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ جھپوٹے گا - تیس رقعہ ایک جگہ سے لے کر اُن کو بھیجے ، اُس کی رسید میں تقریباً اُنہوں نے طلب رقعات پہ تکلیف سوداگر لکھی ، اور اُس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا - ظاہراً کتابیں لے کر کہیں گیا ہو گا ، کتابیں لینے گیا ہو گا - یہ ۲۳ لفافے اور ۳ خط بدستور میرے ہکس میں موجود و محفوظ رہیں گے - اگر متوسط بہ تقاضا طلب کرے گا ، ان خطوط کی نقلیں اُس کو اور اصل تم کو بھیج دوں گا ورنہ تمہارے بھیجے ہوئے کاخذ تم کو پہنچ جائیں گے -

میاں ! ان خطوں کے ارسال میں تم نے مجھ سے وہ کیا جو میں نے تم سے دو جانہ میں کیا تھا - بھلا میں تو پیرِ خرف ہوں اور

۱۔ محبتائی صفحہ ۳۵۷ ، مجیدی صفحہ ۳۲۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۱ ،

رام نرائن صفحہ ۳۱۲ ، مہوش صفحہ ۳۵۰ ، سہر صفحہ ۸۵ -

۲۔ مئی مطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ -

۳۔ نسخہ مبارک علی میں ”متوقع“ -

۴۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۲۹ - نہ معلوم جلیل القدر

آدمی سے مراد منشی غلام غوث خان سے خبر مؤلف ’عود ہندی‘

ہیں یا لالہ بہاری لال مؤلف ’اردو سے معلیٰ‘ - دیکھئے خط نمبر ۳۳۴ -

۵۔ پیر حواس باختہ - ۱۲ - (غالب)

سنِ خرافت کو نسیان لازم ہے ، تم نے کیا سمجھ کے کپڑا لیٹ کر اور ختم کر کے ؟ بھیجا خطوں پر ایک قلیل العرض کا لٹھ لیٹ کر ارسال کیا ہوتا ؟ اگر منشی بہاری لال میرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو پچاس روپیہ کا مجھ کو دھما لگتا ۔

رسیدہ ہونے والے بغیر گذشت

غالب

### [۳۵۲] ایضاً (۳۱)

ہدست مرگ والے بد قر از گانِ تو نیست

مکرر لکھ چکا ہوں کہ قصیدہ کا مسودہ میں نے نہیں رکھا ۔

مکرر لکھ چکا ہوں کہ مجھے باد نہیں کون سی رباعیاں مانگتے ہو ۔ پھر

لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج ، قصیدہ بھیج ، معنی اس کے یہ کہ تو جھوٹا

ہے ، اب کے تو مقرر بھیجے گا ۔ بھائی ! قرآن کی قسم ! انجیل کی قسم !

توریت کی قسم ! زبور کی قسم ! ہنود کے چار بید کی قسم ! دساتر کی

قسم ! ژند کی قسم ، پاژند کی قسم ، آستا کی قسم ! گرو کے گرنٹھ

کی قسم ! نہ میرے پاس وہ قصیدہ ، نہ مجھے وہ رباعیاں یاد ۔

”کلیات“ کے باب میں جو عرض کر چکا ہوں :

۱۔ مجتہبی صفحہ ۳۵۷ ، مجیدی صفحہ ۳۲۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۷ ،

رام نرائن صفحہ ۳۱۲ ، سپیش صفحہ ۳۵۱ ، مہر صفحہ ۸۵ ۔

۲۔ اردو کے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۰۔ حاشیہ پر ہے ”ژند کی

تفسیر کا نام ہے ، یہ کتاب آتش پرستوں کے مذہب کی ہے ۱۲“

(غالب) قصیدے سے مراد غالباً ”لارڈ الکن یا لارنس کا مدحیہ

قصیدہ ہے ۔ یہ قصیدہ اور رباعیاں ”ابراگھر ہار“ میں الگ چھپی

ہیں ۔

۳۔ عرض کر چکا ہوں کہ ’اودہ احبار‘ کے اعلان کے مطابق کلیات

فارسی مٹی میں تیار ہوئی لیکن غالب کو متعبر میں ملی ۔ لوگ

(باقی حاشیہ صفحہ ۷۹۳ پر)

برہانیم کہ ہستم و بہان خواہد بود

جب میں دس ہند رہ جلدیں منگائوں گا ، ایک بھائی کو اور ایک تم کو ارمغان بھیجوں گا ۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ میں 'اودھ اخبار' کا مطبع ، مالک اس کا منشی نول کشور مشہور ۔ جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگالیں ۔ میں بہر حال دو جلدیں جس وقت موقع ہوگا بھیج دوں گا ۔

۱۱ جون سنہ ۱۸۶۳ ع

نجات کا طالب ، غالب

### [۳۵۳] ایضاً (۳۲)

پکشدہ ۱۶ فروری سنہ ۱۸۶۲ ع ہنگام نیم روز ۔

صاحب ! کل تمہارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں ، پہنچا ہوگا ۔ آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا ، بھائی ضیاء الدین خاں اور میاں شہاب الدین خاں بھی وہیں تھے ۔ مولوی صدر الدین میرے سامنے آئے ۔ حکیم محمود خاں کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے ، یعنی آہوں نے نسخہ لکھ دیا ہے ، سو اس کے موافق حبوب بن گئی ہیں ۔ تقویٰ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹۳)

اشتہار پڑھ کر ہے جن تھے کہ کتاب اب تک کہوں نہیں آئی ۔

دیکھیے خط نمبر ۳۳۸ ۔

۱۔ مطابق ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ ۔

۲۔ محتبائی صفحہ ۳۵۸ ، مجیدی صفحہ ۳۲۲ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۸ ،

رام نرائن صفحہ ۳۱۳ ، سہیش صفحہ ۳۳۵ ، مہر صفحہ ۷۱ ۔

۱۶ فروری مطابق ۱۶ شعبان ۱۲۷۸ھ ۔

۳۔ مولوی صدر الدین خاں آرزوہ دسمبر ۱۸۶۳ میں فالج زدہ ہوئے ۔

دو سال فالج میں مبتلا رہ کر ، پندرہ شبہ ۲ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ

میں رحلت کر گئے (حدائق الحنفیہ صفحہ ۳۸۱) نیز دیکھیے خط

نمبر ۳۵۶ ۔

دوائیں آج اگر بیکیں گی ، کل حبوب کے اوپر وہ نقوم پیا جائے گا ۔ مگر انداز و ادا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور کن کے ہوا خواہوں کی رائے میں قصد اس استعلاج کا مذبذب ہے ۔ نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر میں تول رہے ہیں ۔ استاد میر جان بیوی تھے ۔ ایم نا معقول مرزا اسد بیگ بھی تھے ۔ سب طرح غیریت ہے ۔ کل گمہارے خط میں دوبارہ یہ کلمہ مرقوم دیکھا کہ ”دلی بڑا شہر ہے ، ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہوں گے“ اے میری جان ! یہ وہ دلی نہیں ہے جس میں تم پیدا ہوئے ہو ، وہ دلی نہیں ہے جس میں تم نے علم تحصیل کیا ہے ، وہ دلی نہیں ہے جس میں تم شعبان بیگ کی حویلی میں مجھ سے پڑھنے آتے تھے ، وہ دلی نہیں ہے جس میں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہوں ، وہ دلی نہیں ہے جس میں آکیاون برس سے مقیم ہوں ۔ ایک کنب ہے ۔ مسلمان اہل حرفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ ، باقی مراسر بنود ۔ معزول بادشاہ کے ذکور ، جو بقیہ السیف ہیں ، وہ پانچ پانچ روپیہ مہینہ پاتے ہیں ۔ لالت میں سے جو پیر زن ہیں ، وہ کشتیاں اور جوانیں کسبیاں ۔ امرائے اسلام میں سے اموات گنو ؛ حسن علی خان بہت بڑے باپ کا بیٹا ، سو روپیہ روز کا پنشن دار ، سو روپیہ مہینہ کا روزینہ دار بن کر نامرادانہ مر گیا ۔ میر ناصر الدین باپ کی طرف سے پیر زادہ ، نانا اور نانی کی طرف سے

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۱۔

۲۔ حسن علی خان خلف نواب نجات علی خان آف جھجر ۔ بڑے بھائی فیض علی خان کی لوابی میں جھکڑا ہو گیا ۔ آخر تین ہزار روپے ماہوار پنشن ملنے لگی ۔ غدر میں شہر سے نکل گئے تھے غدر کے بعد آئے سو روپیہ ماہوار پنشن ملی ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول : میر ناصر الدین ۔ مہیش : ”نصیر الدین“ ۔ (باقی حاشیہ صفحہ ۶۶ پر)

اسیر زادہ ، مظلوم مارا گیا ، آغا سلطان بخشی محمد علی خان کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے ، بیمار پڑا ۔ نہ دوا ، نہ غذا ، انجام کار مر گیا ۔ ہمارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی ۔

احیا کو بوجھو : ناظر حسین مرزا جس کا بڑا بھائی 'مقتولوں میں آیا ، اس کے پاس ایک پیسہ نہیں ، نکلے کی آمد نہیں ۔ مکان اگرچہ رہنے کو مل گیا ہے ، مگر دیکھیے چھٹا رہے ، یا ضبط ہو جائے ۔ بڈھے صاحب ساری املاک بیچ کر نوش جان کر کے بیک بینی و دوگوش بھرت پور جنے گئے ۔ ضیاء الدولہ کے پانسو روپیہ کرایہ کی املاک واگزارشت ہو کر پھر فرق ہو گئی ۔ تباہ خراب لاہور گیا ، وہاں پڑا ہوا ہے ۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے ؟ قصہ کوتاہ 'قلم' اور 'جھجر' اور 'بہادر گڈھ' اور 'بلب گڈھ' اور 'فرخ نگر' کم و بیش تیس لاکھ روپیہ کی ریاستیں مٹ گئیں ۔ شہر کی عمارتیں خاک میں مل گئیں ۔ ہنر مند آدمی یہاں کیوں پایا جائے ؟ جو حکما کا حال 'کل لکھا' ہے وہ بیان واقع ہے ۔ صلحا اور زیادہ کے باب میں جو حرف مختصر میں نے لکھا ہے اُس کو بھی سچ جانو ۔

اپنے والد ماجد کی طرف سے خاطر جمع رکھو ۔ سحر آسیب کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷۷)

ناصر الدین ، ناصر الدین سجن کے بزرگوں میں تھے جو ہانکے کے بعد قتل ہوئے ۔

۱۔ مظفر الدولہ ، سیف الدین حیدر خان ، خلف حسام الدین حیدر خان ۔ دیکھیے داستان غرور ۔

۲۔ سہر صاحب فرماتے ہیں کہ بڈھے صاحب کا نام ثواب غلام علی الدین تھا ۔ ایک ہزار روپے ماہوار پنشن ، تین سو روپے بھرت پور سے وظیفہ ملتا تھا ، پانچ سو روپیہ ماہانہ کرایا تھا ۔

۳۔ رکن الدولہ کے فرزند عذر کے بعد باقی بت چلے گئے تھے مگر گرفتار ہوئے ۔

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۲۲ ۔ حکماء سے مراد زعماء اور ارباب سیاست و ریاست ہیں ۔

کہاں پر گز نہ کرو۔ خدا چاہے تو استعمال ایازات کے بعد بالکل اچھے ہو جائیں گے ، اور اب بھی خدا کے فضل سے اجزنے ہیں ۔  
عاقبت کا طالب غالب

### [۴۵۴] ایضاً (۴۴)

اجی' مولانا علانی ! نواب صاحب دو مہینہ تک کی اجازت دے چکے ، اور یہ میں غیر تراشی نہیں کرتا ، مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب ، علاء الدین خان سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے ، اب تم شوق سے دلی جاؤ۔ دو ہفتے سے لے کر دو مہینے تک کی تم کو رخصت ہے ۔ پھر تم کیوں نہ آئے ؟ خدا نے دعا ، خداوند نے استدعا قبول کی ۔ تمہاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ ؟ اگر حاکی کی حکایت جھوٹ ہے ، تو ہم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے ۔ مرزا یوسف علی خان ”عزیز“ تمہارے بلاتے ہوئے اور مہدی حسین ، بھائی صاحب کے مطلوب ، مرزا عبدالقادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ ہوئے ہیں ۔

نجات کا طالب غالب

شنبہ ، ۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۴ع

### [۴۵۵] ایضاً (۴۴)

میان' ! مدعا اصلی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ اگر کل'

- 
- ۱۔ مجتہائی صفحہ ۳۵۹ ، مجیدی صفحہ ۳۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۵ ، مہیش صفحہ ۳۹۰ ، مہر صفحہ ۹۴ ۔
  - ۲۔ مجتہائی صفحہ ۳۹۰ ، مجیدی صفحہ ۳۲۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۱۹ ، رام نرائن صفحہ ۳۱۵ ، مہیش صفحہ ۳۷۱ ، مہر صفحہ ۱۰۳ ۔
  - ۳۔ دہلی سوسائٹی ۲۸ جولائی ۱۸۶۵ع کو قائم ہوئی تھی ، مرزا غالب پہلے اجلاس میں موجود نہ تھے اس اجلاس میں عبدالدار وغیرہ منتخب ہوئے ، دوسرے جلسے کی تاریخ ۱۱ اگست ۱۸۶۵ع (باقی حاشیہ صفحہ ۸۹۸ پر)

کمیٹی میں گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھے جانے کا حال لکھو۔  
 ضمناً ذکر ایک مدیر کا لکھا جاتا ہے۔ جو تم نے آس مدیر کے  
 صفات لکھے سب سچ ہیں۔ احمق، خبیث النفس، حاسد، طبیعت بری،  
 سمجھ بری، قسمت بری۔

ایک بار میں نے دکنی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں۔ ایک بار  
 بنارس کی دوستی میں گالیاں کھاؤں گا۔ میں نے جو تمہیں اس کے  
 باب میں لکھا تھا، وجہ اس کی یہ تھی کہ میں نے سنا تھا کہ تم  
 نے اپنے سالیسوں سے کہہ دیا ہے یا کہا چاہتے ہو کہ اس کو بازار  
 میں بے حرمت کریں۔ یہ خلاف شیوہ مومنین ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ قصد  
 نہ کرنا، یہ موید اس قول کا ہے جو میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ  
 تم یوں تصور کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ میں بلکہ اس شہر  
 میں کوئی نہیں۔  
 غالب

[۱۸۶۶ء]

[۳۵۶] ایضاً (۳۵)

مولانا غلامیؒ !

واللہ، علی حسین خاں کا بیان بمقتضائے محبت تھا۔ ہر بار کہتا  
 تھا اور یہ کہتا تھا کہ حق بجانب اُن کے ہے۔ نہ کوئی ہم سخن،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹۷)

ہے جس میں مرزا شریک ہوئے اور ”حالِ تباہی شہرِ دہلی اور  
 کمی بارش“ پر مضمون پڑھا۔

- ۱۔ دکنی سے مراد ہیں محمد حسین تبریزی، صاحبِ برہان قاطع۔
- ۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۳۳۔
- ۳۔ ایک اندازہ ہے، کیونکہ الہی دنوں دہلی سوانحی کے جلسے  
 ہوئے تھے۔
- ۴۔ مجتہبی صفحہ ۳۹، مجیدی صفحہ ۳۲، مبارک علی صفحہ ۳۲،  
 رام لرائی صفحہ ۱۶، مہدیش صفحہ ۳۵۵، سہر صفحہ ۸۹۔

نہ کوئی ہم نفس ، نہ سیر ، نہ شکار ، نہ مجلس ، نہ دربار ، تنہائی و بے شغلی اور ہس ۔ جی کیوں کر نہ گھبرائے ، خفقان کیوں نہ ہو جائے ؟

نہ دن یاد نہ تاریخ ، آج چوتھا یا بیٹی شاید بھول گیا ہوں ، بالخصوص دن ہے کہ منشی نول کشور بہ سواری ڈاک رہ گرائے لکھنؤ ہوئے ۔ کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں ۔ آج روز یک شبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ۔ ایک دن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدین خاں بیوی تھا ۔ میں نے نائب کو مخاطب کر کے کہا : ”اگر میں دنیا دار ہوتا تو اس کو نوکری کہتا ، مگر چونکہ فقیر نکمہ دار ہوں ، تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزنامہ دار ہوں ؛ ساڑھے باسٹھ روپے یعنی سات سو پچاس روپے سال سرکار انگریزی سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال رام پور سے اور چوبیس روپیہ سال ان سہاراج سے ۔ توضیح یہ کہ دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار مجھ کو بھیجتے ہیں ، قیمت نہیں لیتے ، مگر ہاں ، اڑتالیس ٹکٹ میں مطبع میرے پہنچا دیا کرتا ہوں۔“ بتیس روپے آٹھ آنے جو میں نے بوجھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ ”کروں ، مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال بہ سبیل ہندوی دشوار ہے ۔ خیر ، اب جس طرح ہوگا حصار پر ہندوی لکھوا کر تم کو بھیج دوں گا ۔ تم حصار پہنچ کر روپیہ منگوا لیجیو ۔ خدا چاہے تو دسمبر میں روپیہ گھارے پاس پہنچ جائے ۔

استاد میر جان صاحب کو قدسوس کہہ کر مجھ کو لرعون بننا پڑا ۔

۱۔ خط نمبر ۲۲۳ میں ۳ دسمبر کو منشی جی کی آمد و ملاقات کا

حال لکھا ہے ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۲۲۸ ۔

۲۔ مطابق ۲ رجب ۱۲۸۰ھ ۔

۳۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز ص ۲۴۴ ۔ دیکھیے خط نمبر ۲۲۸ ۔



دوہائی خدا کی اب ، ایسا نہ کروں گا ۔ میرا سلام بلکہ دعا ان کو کہہ دینا ۔ یسوں مولوی صدر الدین خان صاحب کو فالج ہو گیا ۔ سیدھا ہاتھ رہ گیا ہے ، زبان موٹی ہو گئی ہے ، بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے ۔ میں ابھیج ہوں جا نہیں سکا ۔ جو ان کو دیکھ آتا ہے ۔ اس سے ان کا حال پوچھا جاتا ہے ۔ دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں ۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان جاؤ ۔ ۱۲

[۱۸۶۳ع]

[۳۵۷] ایضاً (۳۶)

آج بدھ کے دن ، ۲۷ رمضان کو ، پھر دن چڑھے کہ جس وقت میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ، ڈاک کا ہرکارہ کھارا خط اور شہاب الدین کا خط معاً لایا ، مضمون دونوں کا ایک ۔ واء کیا مضمون ! ان دنوں میں کہ سب طرح کے رنج و عذاب فراہم ہیں ، ایک داغ جگرسوز یہ بھی ضرور تھا ۔ سبحان اللہ ! میں نے اس کی صورت بھی نہیں دیکھی ، یا ولادت کی تاریخ سنی یا اب رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی ۔ پروردگار ، تم کو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے ۔

میاں ! اس کو سب جانتے ہیں کہ میں مادہ تاریخ نکالنے میں عاجز ہوں ۔ لوگوں کے مادے دیے ہوئے نظم کر دینا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں ، وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے ۔ چنانچہ اپنے

۱۔ اردو سے معلول طبع اول ”پہچان جاؤ“ ۔

۲۔ مجتہاتی صفحہ ۳۶۱ ، مجیدی صفحہ ۳۲۵ ، مبارک خلی صفحہ ۳۲۱ ،

رام نرائی صفحہ ۳۱۷ ، سہیل صفحہ ۳۱۹ ، سہر صفحہ ۵۳ ۔

۳۔ ۲۷ رمضان ۱۲۷۳ ۵۱۲۷۳ چہار شنبہ مطابق ۱۲ مئی ۱۸۵۸ ع ہے ۔

(تالیف)

۴۔ علانی کے اس مجھے کا نام پھیل تھا ۔

بیائی کی رحلت کا مادہ 'دریغ' دیوانہ' نکالا ، پھر اس میں 'آپے' کے عدد گہٹائے۔

تمام\* دوپہر اس فکر میں رہا ، یہ نہ سمجھنا کہ مادہ ڈھونڈھا۔  
 تمہارے نکالے ہوئے دو لفظوں کو قاکا کیا کہ کس طرح سات اس پر  
 بڑھاؤں۔ بارے ایک قطعہ درست ہوا ، مگر تمہاری زبان سے گویا  
 تم نے کہا ہے۔ ہانچ شعر ہیں ، تین شعر زائد ، دو موضع مدعا ،  
 لیکن میں نہیں جانتا کہ تعبیہ اچھا ہے یا برا ہے۔ ہاں ، اخلاق تو  
 البتہ ہے ، تسلل سے سمجھ میں آ جاتا ہے ، اور شاید لوح مزار پر  
 کھدوانے کے قابل نہ ہو :

### قطعہ

در گریہ\* اگر دعویٰ ہم چشمی ما کرد  
 بینی کہ شود ابر بہاری خجل از ما  
 ناچار بگریم شب و روز کہ این سیل  
 باشد کہ برد کالبد آب و گل از ما  
 گشتی کہ نگہ دار دل ، از کش مکش غم  
 خود گرد بر آورد غمِ جاں گسل از ما

۱۔ مرزا یوسف کا قطعہ وفات یہ ہے :

ز مال مرگہ ستم دہدہ میرزا یوسف  
 کہ زیستی بیهان در ، ز خویش بیگانہ  
 یکی در لجنین از من بھی یز و پش کرد  
 کشیدم آپے و گفتم "دریغ دیوانہ"

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۵۔

۳۔ یہ اشعار کلیات طبع اول میں نہیں ہیں۔ لیکن کلیات طبع مجلس  
 ترقی ادب لاہور جلد اول صفحہ ۳۳۱ میں موجود ہیں۔

بھیلی شد و از شعله سوز غمِ بجرش

چون شمع دود دود بسر متصل از ما

غم دیدہ نسیمی بٹے تارِ غمِ وفائش

بنوشت کہ در داغِ پسر سوخت دل از ما

’ما‘ کے عدد ۱۴ ’دل‘ کے عدد ۳۴ - ’ما‘ میں سے ’دل‘ کیا ،

گویا ۱۴ میں سے ۳۴ گئے ، باقی رہے سات ، وہ ’داغِ پسر‘ پر بڑھائے

۱۲۷۳ ہاتھ آئے ۔

[۱۲ ’سُی‘ ۱۸۵۸ ع]

[۳۵۸] ایضاً (۳۷)

سبحان! اللہ! ہزار برس تک نہ پیام بھیجا نہ خط لکھنا ،

اور پھر لکھنا تو سراسر غلط لکھنا۔ مجھ سے کتاب مستعار مانگتے ہو ،

یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ ’دساتیر‘ اور ’برہان قاطع‘ کے

سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں ۔ ازاں جملہ ’برہان قاطع‘ تم کو دے

چکا ہوں ، ’دساتیر‘ میرا ایمان و حرز جان ہے ۔

اشعارِ تازہ مانگتے ہو ، کہاں سے لاؤں ؟ عاشقانہ اشعار سے

مجھ کو ’وہ بعد ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا بھٹ تھا ، بھٹی

کرنا تھا ، خلعت پانا تھا ۔ خلعت موقوف ، بھٹی متروک ، نہ غزل ،

نہ مدح ۔ ہزل و ہجو میرا آئین نہیں ، پھر کیا لکھوں ؟ بوڑھے پہلوان

کے سے ایچ بتائے کو رہ گیا ہوں ۔ اکثر اطراف و جوانب سے اشعار

آ جاتے ہیں ، اصلاح پا جاتے ہیں ۔ بلور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا ۔

۱۔ مہیش پرشاد اور مہر صاحب نے فقط منہ لکھا ہے ۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۶۶ ، مجیدی صفحہ ۳۶۶ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۶ ،

رام نرائی صفحہ ۳۶۸ ، مہیش صفحہ ۳۶۶ ، مہر صفحہ ۵۶ ۔

۳۔ ادوے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۶۶ ۔

تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمہارا موقوف اس پر ہے کہ تم یہاں آؤ۔ کاش ! اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آئے اور مجھ کو دیکھ جائے۔

اردو کا دیوان رام پور سے لایا ہوں اور وہ آکرے گیا ہے۔ وہاں منطیع ہوگا۔ ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائے گا۔

تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راء ہو

مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

مرقومہ روز دو شنبہ ۲ جولائی سنہ ۱۸۶۰ ع

غالب

### [۳۵۹] ایضاً (۳۸)

صاحب! میرا برادر عالی قدر اور تمہارا والد ماجد اب اچھا ہے۔ از روئے عقل اعادۂ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے۔ ریا و ہم، آس کی دوا لہان کے پاس بھی نہیں۔ مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اور آئندہ جو کچھ لکھو گے میری طرف سے جواب وہی ہو گا جو آگے لکھ چکا ہوں۔ یعنی میں نمائشی محض رہوں گا۔ اگر بھائی صاحب مجھ سے کچھ ذکر کریں گے، تو بھلی کہوں گا۔ آپ کے عم عالی مقدار جو فرماتے ہیں کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزار ہا تسویلات و خیالات دکھائی دیتے ہیں، یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری طبیعت کو طرح کیا ہے اور وہ یہ سمجھے ہیں کہ جس طرح میں مبتلائے وساوس و اوہام ہوں، اور لوگ بھی

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول "سنہ ۱۲۶۰"۔ یہ تاریخ مطابق ۲ ذی الحجہ

۱۲۷۶ھ

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۶۳، مجیدی صفحہ ۳۲۶، مبارک علی صفحہ ۳۲۲،

رام فرائی صفحہ ۳۱۹، مہیش صفحہ ۳۳۷، مہر صفحہ ۷۲۔

۳۔ دیکھئے خط نمبر ۳۳۳۔

اسی طرح بھارات مرقا میں گرفتار ہوں گے۔ قیاس مع الفارق ہے ،  
 نہ تخیل صادق۔ یہاں 'لا موجود الا اللہ' کے بادل ناب کا رطل گراں  
 چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و نور و نار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں۔  
 کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر  
 سوی اللہ و اللہ ما فی الوجود

ضمیراں پر وزن در گراں لغت عربی ہے ، نہ معرب۔ میں یہ نہیں  
 کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان میں ہوتا ہے یا نہیں ، اس کی تحقیقات  
 از روئے الفاظ الادویہ ممکن ہے۔

آج آس نے جلاب لیا ، دس دست آئے ، مواد خوب اخراج ہوا۔  
 فارسی غیر فصیح : "امروز فلانی مسجل گرت ، دہ دست آمدند ،  
 مواد خوب پر آمد۔"

فارسی فصیح : "امروز فلانی پکاہ داروئے مسجل آشامید تا شام  
 دہ بار نشست یا دہ بار بمستراح رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت  
 مادہ فاسد چنانکہ باید اخراج یافت۔"

معلوم رہے کہ لوطیوں کے منطق میں خصوصاً اور اہل بارس کے  
 روزمرہ میں عموماً "نشستن" استعارہ ہے 'ریدن' کا۔ چنانچہ ایک تذکرہ  
 میں مرقوم ہے کہ :

اصفہان میں ایک امیر نے شعرا کی دعوت اپنے باغ میں کی ،  
 مرزا صائب اور آس عصر کے کئی شعرا جمع ہوئے۔ ایک شاعر کے  
 تذکرہ میں آس کا نام مندرج ہے اور میں بھول گیا ہوں۔ آکول' تھا  
 مگر بعد آس کا ضعیف تھا۔ حرص و شرہ کے سبب سے بہت کھا جاتا تھا ،  
 ہضم نہ کر سکتا تھا۔ کھانا کھا کھا کر ، شراب پی پی کر دروازہ باغ  
 کا مقفل کر کے سب سو رہے۔ اس مرد آکول' فضول نے رات بھر میں

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۴۴۔

۲۔ بہت گہانے والا۔ از غالب۔ بر حاشیہ اردوئے معلیٰ طبع اول۔

سارا باغ ہنگ بھرا۔ لہ ایک جگہ، بلکہ کبھی اس کیاری میں، کبھی اس روش پر، کبھی اس درخت کے تلے، کبھی اس دیوار کی جڑ میں۔ قصہ مختصر، غایت شرم و حیا سے دو چار گھڑی رات رہے دیوار سے کود کر چلا گیا۔ صبح کو جب سب جاگے اس کو ادھر ادھر ڈھونڈھا کہیں نہ پایا، مگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا۔ مرزا صائب نے ہنس کر فرمایا: ”یاران شاہ را چہ افتادہ است کہ می گویند فلانی در باغ نیست، مے بیند کہ مخدوم ہم دریں باغ چند جا نشستہ است۔“

صبح جمعہ ۵ رمضان [۵۱۲۷۸] و ۷ مارچ [۱۸۶۲ء] سال رستاخیز۔  
رباعی خط میں لکھنا بھول گیا۔ یہ میں نے بھائی کو تنہیت میں

بھیجی تھی :

اے کردہ ہمہ زرفشانی تعلیم  
پیدا ز کلاہ تو شکوہ دہیم  
بادا بتو فرخندہ ز یزدان کریم  
ہروانگی جدیدہ اقطاع قدیم

[۳۶۰] ایضاً (۳۹)

مولانا! علانی! نہ مجھے خوفِ مرگ، نہ دعویٰ صبر ہے۔ میرا مذہب، یہ خلاف عقیدۂ قدریہ، جبر ہے۔ تم نے میلجی گری کی، بھائی نے برادر پروری کی۔ تم جیتے رہو، وہ سلامت رہیں۔ ہم اس حوبلی میں تا قیامت رہیں۔ اس ایہام کی توضیح اور اس اجال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا، اس کی دادی

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۳۸۔

۲۔ غنہائی صفحہ ۳۶۴، مجیدی صفحہ ۳۲۷، مبارک علی صفحہ ۳۲۳،

رام نرائن صفحہ ۳۲۰، مہیش صفحہ ۳۳۶، مسر صفحہ ۸۱۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ”ایہام“۔ مہیش پرشاد و مسر ”ایہام“۔

ابھی گھبرائی۔ مجھ کو خلوت خانے کا دروازہ غرب رویہ اور اس کے آگے ایک جھوٹا سا سہ درہ یاد تھا۔ جب تمھارے ہانوں میں چوٹ لگی ہے، تو میں اسی دروازہ سے تم کو دیکھنے آیا تھا۔ یہ مسجد کو خلوت خانے کو محل سرا بنایا جاتا تھا کہ گاڑی، ڈولی، لونڈی، اسیل، کاچھن، ٹیلن، تنبولن، کھاری، ہسنہاری، ان فرقوں کا عمر وہ دروازہ رہے گا؛ میری اور میرے بھوں کی آمد و رفت دیوان خانے میں سے رہے گی۔ عیاذاً باللہ! وہ لوگ دیوان خانے میں سے آئیں جائیں، اپنے بیگانے کو ہر وقت چھٹھائیاں نظر آئیں۔

بی وفادار، جن کو تم کچھ، اور بھائی خوب جانتے ہیں، اب تمھاری بھویں نے انہیں ”وفادار بیگ“ بنا دیا ہے۔ باہر نکلتی ہیں، سودا تو کیا لالیں گی، مگر خلیق اور ملن سار ہیں، رستہ چلتوں سے باقی کرتی پھرتی ہیں۔ جب وہ محل سے نکلیں گی، ممکن نہیں کہ اطراف نہر کی سیر نہ کریں گی، ممکن نہیں کہ دروازے کے سپاہیوں سے باقی نہ کریں گی، ممکن نہیں کہ بھول نہ توڑیں، اور بی بی کو لے جا کر نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ ”یہ بھول تائی چچا کے بیٹے کی کٹی کی این۔“ شرح: تمھارے چچا کے بیٹے کی کھاری کے ہیں۔۔۔ ہے، ایسے عالی شان دیوان خانے کی یہ قسمت اور مجھ سے لازم مزاج دیوانے کی یہ شامت! معذرتاً اس سہ دری کو انہیں آدمیوں کے اور لڑکوں کے مکتب کے لیے پرگز کافی نہ جانا۔ مور اور کبوتر اور دنبہ اور بکری، باہر گھوڑوں کے پاس رہ سکتے تھے؟ ”عرفت“ وہ ہنسی العزائم پڑھا اور چپ ہو رہا۔ مگر تمھاری

۱۔ عمر: راستہ۔

۲۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۹۔

۳۔ جانا میں نے اپنے کو یہ سب ٹوٹے فصدوں کے۔ (غالب) حاشیہ

طبع اول۔

خاطر خاطر جمع رہے کہ اسباب وحشت و خوف و خطر اب نہ رہے ۔  
 مینہ کھل گیا ہے ، مکان کے مالکوں کی طرف سے مدد شروع ہو گئی  
 ہے ۔ نہ لڑکا ڈرتا ہے ، نہ بی بی کھیراتی ہے ، نہ میں بے آرام ہوں ۔  
 کھلا ہوا کوٹھا ، چاندنی رات ، ہوا سرد ، تمام رات فلک پر سرخیغ  
 پیش نظر ، دو گھڑی کے لڑکے زہرہ جلوہ گر ۔ ادھر چاند مغرب میں  
 ڈوبا ادھر مشرق سے زہرہ نکلی ۔ صبحی کا وہ لطف ، روشنی کا  
 وہ عالم !

۶ ماہ اگست سنہ ۱۸۶۲ع

### [۴۶۱] ایضاً (۵۰)

صبح ۳ شنبہ ، نہم ستمبر سنہ ۱۸۶۲ع  
 جان غالب ! مگر جسم سے نکلی ہوئی جان ، قیامت کو دوبارہ  
 ملنے کی توقع ہے خدا کا احسان ۔ مرزا قربان علی بیگ تمہاری کشش  
 کے مجذوب کیوں بنتے ؟ وہ تو خود سالک ہیں ۔ مگر ہاں ، یہ  
 صاحب زادہ سعادت مند رضوان ۳ سو اس کے آپ مالک ہیں ۔ نواب  
 صاحب کا ہم مطبخ اور آپ کا ہم مائدہ ہونا بہتر ہوا ۔ کاش تم یہ  
 لکھتے کہ مشاہیرہ کیا مقرر ہوا ؟ اٹنا عشری ایک تم ہو ، سو تمہیں کیا  
 اختیار ہے ؟ البتہ عشرۃ مبشرہ کی اولیت پر مدار ہے ۔ باپ تمہارا

۱۔ مطابق چہار شنبہ ۹ صفر ۱۲۷۹ھ

۲۔ مجناتی صفحہ ۳۹۹ ، مجیدی صفحہ ۳۳۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۳ ،

وام نرائن صفحہ ۳۳۱ ، مہیشی صفحہ ۳۳۷ ، سہر صفحہ ۸۲ ۔

تاریخ انگریزی مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۲۷۹ھ

۳۔ اردو سے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۴۴۰ ۔

رضوان و سالک کی نوکری کا قصہ ہے ۔ سالک کی ملازمت کا

انتظام نہ ہوا اور رضوان دس یا سات روپے ماہوار پر نوکر رکھ

لیے گئے ۔ مرزا اس واقعے کو مزہ لے لے کر بیان کر رہے ہیں ۔



خلاف قاعدۂ اہل سنت جماعت ، عشرہ میں سے ٹکٹہ کو کم کرتا تھا ، رضوان نے لہ مانا ۔ کہوں کر مانتا ، وہ تو ٹکٹہ کا دم بھرنا تھا ۔ تہور خان صاحب کے باب میں بندہ جو یا اس خبر کا ہے کہ اب نوپارو سے کن کا ارادہ کدھر کا ہے ؟

رضوان کو دعا پہنچے ۔ نواب صاحب کی عنایت اور سولانا علاقہ کی صحبت مبارک ہو ! پھر جی سے جب بوجھتا ہوں کہ تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے ۔ اور میں بوجھتا ہوں کس کا ؟ تو وہ فرماتے ہیں مرزا شمشاد علی بیگ کا ۔ ایں ، اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے ؟ دیکھو یوسف علی خان بیٹھے ہیں ، میرا سنگو موجود ہے ۔ واہ صاحب ! میں کیا خوشامدی ہوں ، جو منہ دیکھی کہوں ؟ میرا شیوہ حفظ الغیب ہے ، غالب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے ؟ ہاں صاحب ، آپ ایسے ہی وضع دار ہیں ، اس میں کیا ریب ہے ۔

### [ ۳۶۲ ] ایضاً ( ۵۱ )

جانا ، عالی شان ! خط پہنچا ، حظ اٹھایا ۔ تمھاری آشفہ حالی میں ہرگز شک نہیں ۔ تم کہیں ، قبائل کہیں ، والی شہر نا سازگار ، انجام کار ناپدیدوار ، ایک دل اور سو آزار ۔ اللہ تمھارا یاور ، علی تمھارا مددگار ۔ میں پا در رکاب بلکہ لعل در آتش ، کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں ؟ ایک خط میں نے علی حسین خان کو لکھا ، وہاں سے آس

- 
- ۱۔ پشیمانی صفحہ ۳۶۶ ، عییدی صفحہ ۳۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۷۵ ،
  - رام نرائن صفحہ ۳۷۲ ، مہیش صفحہ ۳۶۵ ، سہر صفحہ ۳۶۹ ۔
  - اردوئے معلیٰ و خطوط غالب مہیش ، طبع اول ”حظ اٹھا“۔ سہر
  - اور نسخہ ”مبارک علی“ ”حظ اٹھایا“ ۔ آگے چل کر اردوئے معلیٰ
  - اور مہیش میں ”ہنددار“ نسخہ ”مبارک علی و سہر میں ”ناپائدار“۔

کا جواب آگیا۔ رویلا بوڑھے بھنسی میں مبتلا ہے ، خدا اس کو صحت دے۔ شمشاد علی بیگ کہاں الور پہنچا ، اور اس طرح گیا کہ شہاب الدین خاں سے بھی مل کر نہ گیا۔ خیر : ع  
رموز مصلحت خویش خسرواں دائد

یہاں 'جشن کے وہ سامان ہو رہے ہیں کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا۔ شہر سے دو کوس پر آغا پور ناسی ایک ہستی ہے۔ آٹھ دس دن سے وہاں خیام برپا تھے۔ پرسوں صاحب کمشنر جہادر برہلی مع چند صاحبوں اور میمنوں کے آئے اور غیموں میں اترے۔ کچھ کم سو صاحب اور سیم جمع ہوئے۔ سب سرکار رام پور کے سہاں۔ کل ۵۵ شنبہ ۵ دسمبر حضور پر نور بڑے قجمل سے آغا پور تشریف لے گئے۔ بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو خلعت پہن کر آئے۔ وزیر علی خاں خانسلمان خواصی میں سے رویہ بھیکتا ہوا آتا تھا۔ دو کوس کے عرصہ میں دو ہزار رویہ سے کم نہ نثار ہوا ہوگا۔ آج صاحبان عالی شان کی دعوت ہے۔ ٹین ، شام کا کھانا یہیں کھائیں گے۔

روشنی آتش بازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کرے گی۔ طوائف کا وہ ہجوم ، حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۴۶۔

۲۔ غالب نے کاتب علی خاں کی نعت نشینی کی ہر وقار تقریب سے متاثر ہو کر اکثر احباب کو تفصیلات لکھنے اور اسے "جشن جمشیدی" کا نام دیا۔ اس موقع پر انہوں نے ایک فارسی نثر (دیکھیے کلیات نثر صفحہ ۹۱) اور ایک قصیدہ پیش کیا (دیکھیے کلیات جلد دوم صفحہ ۳۹۶ طبع مجلس ترقی ادب بہ ترتیب فاضل) قصیدہ میں قس شعر ہیں اور مطلع ہے :

نا چہ نیرنگ است این کاندہر جہاں آوردہ اند  
نوبہار طرفہ در فصل خزاں آوردہ اند

کہا چاہیے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالی شان کے کل جائیں گے ، کوئی کہتا ہے پرسوں ۔

رہس کی تصویر کھینچتا ہوں : قد ، رنگ ، شکل ، شبیلی بعینہ بھائی ضیاء الدین خاں ۔ عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لہجہ متفاوت ۔ حلیم و خلیق ، ہاذل ، کریم ، متواضع ، متشرع ، متورع ، شعر فہم ۔ سیکڑوں شعر یاد ، نظم کی طرف توجہ نہیں ۔ لٹر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں ۔ جلالائے طباطبائی کی طرز برتتے ہیں ۔ شگفتہ جیسی ایسے کہ ان کے دیکھنے سے غم کو سوں بھاگ جائے ، فصیح بیان ایسے کہ ان کی تقریر سن کر ایک اور نئی روح قالب میں آئے ۔ اللہم دام اقبالہ و زاد اجالہ ۔

بعد اختتام محافل طالبِ رخصت ہوں گا ، بعد حصولِ رخصت دلی جاؤں گا ۔ بھائی صاحب کی خدمت میں یہ شرط رسائی و تلب گویائی سلام کہنا اور بھوں کی خیر و عافیت جو تم کو معلوم ہوئی ہے ، وہ مجھ کو لکھنا ۔

۶ دسمبر سنہ ۱۸۶۵ع کی ، بدھ کا دن ، صبح کے آٹھ بج چاہئے ہیں ۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہو گے ۔

[۳۶۳] ایضاً (۵۲)

صبح یکشنبہ ، ۲۷ جولائی سنہ ۱۸۶۲ع

۱۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۳۲ ۔

۲۔ مطابق ۱۶ رجب ۱۲۸۲ھ ۔

۳۔ مجتہبی صفحہ ۳۶۸ ، مجیدی صفحہ ۳۳۱ ، مبارک علی صفحہ ۳۲۶ ،

دام نرائن صفحہ ۳۲۳ ، مہیش صفحہ ۳۳۲ ، سہر صفحہ ۷۷ تاریخ

کے سلسلے میں اردوئے معلیٰ طبع اول میں ۱۸۶۳ع چھپا ہے ،

لیکن مہیش اور چنتری سے وہ اور تاریخ ملاتی گئی تو ۱۸۶۲ع

صحیح ہے جو مطابق ۲۸ محرم ۱۲۷۹ھ کے ہے ۔

میری جان ! سن ، پنجشنبہ پنجشنبہ ، جمعہ نو ، ہفتہ دس ،  
 اتوار گیارہ ؛ ایک مڑہ برہم زدن مینہ نہیں تھا ۔ اس وقت شدت سے  
 برس رہا ہے ۔ انگلیھی میں کوئلے دھکا کر پاس رکھ لیے ہیں ۔ دو  
 سطریں لکھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا ۔ کیا کروں ؟ تمہارے  
 خط کا جواب ضرور ۔ لو سنتے جاؤ ، مرزا شمشاد علی بیگ کو تمہارا  
 خط پڑھوا دیا ، انہوں نے کہا کہ غلام حسن خاں کی معیت پر کیا  
 موقوف ہے ؟ مجھے آج سواری مل جائے ، کل چل لکوں ۔ اب میں  
 کہتا ہوں کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہیں ، گاڑی کی تدبیر ہو جائے ۔  
 چھاس برس کی بات ہے کہ الٹی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین  
 لٹی نکالی ، میں نے حسب الحکم غزل لکھی ۔ بیت الغزل یہ ہے :

ہلا دے اوک سے ساق جو ہم سے نفرت ہے  
 پیالہ گر نہیں دیتا ، نہ دے شراب تو دے

مقطع یہ ہے :

اسد خوشی سے مرے ہات بانو بھول گئے  
 کہا جو آس نے ذرا میرے ہاتو داب تو دے  
 اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع " اور چار شعر کسی نے لکھ کر آس مقطع  
 اور آس بیت الغزل کو شامل ان اشعار کے کر کے غزل بنالی ہے اور

۱۔ سہر صاحب فرماتے ہیں پنجشنبہ کے بعد "آلہ" اتفاقاً تمام نسخوں  
 سے حذف ہو گیا ہے :

۲۔ یہ شعر تعلیقات دیوان غالب میں عرشی صاحب نے صاحب عالم  
 کے روزنامے سے نقل کیے ہیں :

نہ بوسے دے مجھے ، میرا دل خراب تو دے  
 دل خراب بھی رہنے دے ، کچھ جواب تو دے  
 ہزار بوسے ہیں تجھ پر ، مرے حساب کی رو  
 پر ایک بوسہ مجھے تو علی الحساب تو دے

(باقی حاشیہ صفحہ ۸۱۲ پر)

اس کو لوگ گائے بھرتے ہیں۔ مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی آلو کے۔ جب شاعر کی زندگی میں گائے والے شاعر کے کلام کو مسخ کر دیں، تو کیا بعید ہے کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو؟ مقطع بے شک مولانا مغربی کا ہے، اور وہ شعر جو میں نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جو اب لکھتا ہوں :

دامان لکھ تنگ و گل حسن تو ہسپار

گلچین بہار تو ز دامن گلہ دارد

یہ دونوں شعر "قدسی" کے ہیں۔ "مغربی" قدما میں اور عرفا میں ہے، جیسا "عراق"۔ ان کا کلام دقائق و حقائق تصوف سے لبریز۔ "قدسی" شاہ جہانی شعرا میں "صائب" و "کام" کا ہم عصر اور ہم چشم۔ ان کا کلام شور انگیز، ان بزرگوں کی طرز و روش میں زمین و آسمان کا فرق۔

بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ نہیں کہ ادھر ستھرا داس سے قرض لیا، ادھر درباری مل کو مارا، ادھر خوب چند

(والی حاشیہ صفحہ ۸۱۳)

ادھر تو گور میں چپ ہوں غم جدائی سے

ادھر کہتے ہے فرشتہ "بھئیے حساب تو دے"

یہ کون کہہوے ہے "آباد کر ہمیں" لیکن

کبھی زمانہ مراد دل غراب تو دے

شرح غالب، صفحہ ۳۵۶، بحوالہ روز ناچہ مکتوبہ ۲۳ جولائی

۱۸۵۳ع۔

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۵۶۔

۲۔ ڈاکٹر عبدالستار صاحب حدیثی فرماتے ہیں یہ غزل جہتی کی ہے۔

لیز دیکھئے خط ۳۶ و ۳۷۔

چین سکھ کی کوٹھی جا لوں۔ ہر ایک ہاس نمسک مہری موجود۔  
 شہد لکاؤ چاٹو، نہ مول نہ سود۔ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ روٹی کا  
 خرچ بالکل ہتھوپی کے سر۔ ہا اس ہمہ کبھی خان نے کچھ دے دیا،  
 کبھی الور سے کچھ دلوا دیا، کبھی ماں نے کچھ آگرے سے بھیج  
 دیا۔ اب میں اور باسٹھ روپے آٹھ آنے کا کٹٹری کے، سو روپے رام پور  
 کے۔ قرض دینے والا ایک میرا مختار کار۔ وہ سود ماہ بہ ماہ لیا چاہے،  
 مول میں قسط اس کو دینی پڑے۔ انکم ٹکس جدا، چوکی دار جدا،  
 سود جدا، مول جدا، بی بی جدا، بچے جدا، شاگرد پیشہ جدا، آمد  
 وہی ایک سو باسٹھ۔ تنگ آ گیا، گزارہ مشکل ہو گیا۔ روزمرہ کا  
 کام بند رہنے لگا۔ سوچا کہ کیا کروں، کہاں سے گنجائش نکالوں؟  
 قہر درویش پر جان درویش صبح کی تبرید متروک، چاشت کا گوشت  
 آدھا، رات کی شراب و گلاب سوقوف۔ بیس بائیس روپیہ مہینہ بچا،  
 روزمرہ کا خرچ چلا۔ یاروں نے پوچھا: تبرید و شراب کب تک  
 نہ ہو گئے؟ کہا گیا جب تک وہ نہ پلائیں گے۔ پوچھا: نہ ہو گئے  
 تو کس طرح جیو گئے؟ جواب دیا کہ جس طرح وہ جلائیں گے۔  
 بارے مہینا پورا نہیں گزرا تھا کہ رام پور سے علاوہ وجہ مقررہ  
 اور روپیہ آ گیا، قرض مقسط ادا ہو گیا۔ متفرق رہا، خیر رہو۔ صبح  
 کی تبرید، رات کی شراب جاری ہو گئی، گوشت پورا آنے لگا۔

۱۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۴۴۴ خط نمبر ۴۴۴ میں  
 ۱۸ جولائی کو لکھ چکے ہیں کہ ترک شراب نوشی ۲۲ جون  
 کو ہوئی اور ۱۰ جولائی سے اپنا شروع کر دی۔ اسی خط کے  
 جواب میں امین الدین خان اور حمزہ خان نے کچھ لکھا تو  
 مرزا صاحب نے مندرجہ بالا جواب دیا۔

۲۔ خط نمبر ۴۴۴ میں انھوں نے شراب نوشی کی تاریخ ۲۲ جون اور  
 شروع شراب نوشی ۱۰ جولائی لکھی ہے، یعنی اٹھارہ دن نہ ہی۔

چونکہ بھائی نے وجہ موقوف و بحالی پوچھی تھی ، اُن کو یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خان کو بعد سلام کہنا :

اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

دیکھا ، ہم کو یوں ہلانے ہیں۔ درپہ کے پنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا اور رسائل ابوحنیفہ کو دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارنا اور بے اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ وحدت وجود کو اپنے دل نشین کرنا اور بے ۔ مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں ، مشرک وہ ہیں جو مسیلمہ کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں ، مشرک وہ ہیں جو نومسلموں کو ابوالائمہ کا ہم سر مانتے ہیں ۔ دوزخ اُن لوگوں کے واسطے ہے ۔ میں موحد خالص اور مومن کامل ہوں ۔ زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ سمجھتے ہوا ہوں ۔ انبیا سب واجب التعظیم اور اپنے اپنے وقت میں سب مفترض الطاعت تھے ۔ محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی ۔ یہ خاتم المرسلین اور رحمہ للعالمین ہیں ۔ مقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اِجاعی بلکہ من اللہ ہے اور امام من اللہ

۱۔ مسیلمہ : امامہ کے بنی حنیفہ کا ایک عرب مدعی نبوت جس نے آنحضرت کے آخری عہد میں نبوت کا دعویٰ کیا اور آپ کے بعد قتل کیا گیا ۔

۲۔ جہاں سے غالب اپنے عقائد کا اظہار کرنے میں ترش اور جذباتی ہو گئے ہیں اور ایسے کلمات لکھ گئے ہیں جو خالص و مجملہ شیعہ کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کے قلم سے نہیں لکھے جاسکتے۔ چونکہ علاء الدین خان خود ، مولائی ، اور اثنا عشری تھے اس واسطے خط میں صراحت زیادہ کی ہے ۔

۳۔ شیعہ عقیدے کے مطابق امامت ایسا منصب ہے جو خدا کی (باقی حاشیہ صفحہ ۸۱۵ پر)

علی علیہ السلام ہے ، تم حسن تم - حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام : ع

بریں زیست ہم بریں بگذرم

ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی سمجھتا ہوں - اگر بھوکو دوزخ میں ڈالیں گے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا ، بلکہ دوزخ کا ایندھن ہوں گا اور دوزخ کی آگ کو تیز کروں گا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اس میں جلیں -

سنو موای صاحب ! اگر ہٹ دھرمی نہ کرو گے اور کتاب حق کو گناہ جانو گے تو البتہ تم کو یاد ہوگا اور کہو گے کہ ہاں یاد ہے - جن روزوں میں تم علاء الدین خاں کو گلستان اور بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایک دن غریب کو دو تین تپانچے مارے ہیں ، لو اب امین الدین خاں آن دنوں میں لو بارو میں ہیں - علاء الدین خاں کی والدہ نے تم کو ڈیوڑھی پر سے اٹھا دیا ، تم ہا چشم پر آب میرے پاس آئے - میں نے تم سے کہا کہ بھائی شریف زادوں کو اور سردار زادوں کو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں ، مارے نہیں - تم نے بے جا کیا ، آئندہ یہ

باقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱۴

طرف سے نہیں کے ذریعے معین افراد کو مرحمت ہونا ہے اور آنحضرت نے یہ منصب اپنے بعد حضرت علی اور ان کے بعد گیارہ حضرات کے لیے معین فرمایا ہے -

۱۰ اردوئے معلیٰ طبع اول آغاز صفحہ ۴۴۵ - اردوئے معلیٰ کے تمام نسخوں میں ”اباحت“ کو عین سے لکھا گیا ہے جو غلط ہے - اباحت کو مردود سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں شریعت مجدی کے حلال و حرام کا اعتقاد رکھتا ہوں اور اس کی مخالفت کو گناہ گاری جانتا ہوں - اباحت فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا -



حرکت نہ کرنا۔ تم نادم ہوئے۔ اب وہ مکتب نشین طفل سے گذر کر  
پیر ہفتاد سالہ کے واعظ بنے۔ تم نے کئی فاقوں میں ایک شعر حافظ کا  
حفظ کیا ہے :

چوں پیر شدی حافظ الخ

اور پھر پڑھتے ہو اس کے سامنے کہ اس کی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان  
سے دو چند سے چند ہے ، مجموعہٴ نثر جداگانہ ۔ اور یہ بھی لحاظ نہیں  
کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ ہے اور ہزار شعر اس کے مخالف ہیں :  
صوفی بیا کہ آئینہ صاف است جام را  
قا بنگری صفائے سے لعل فام را

شراب ناب خور و روئے سے جبیناں ہیں  
خلاف مذهب آنان جہاں ایناں ہیں

ترسم کہ صرفہٴ نہ برد روز بازخواست  
نانِ حلالِ شیخ ، ز آبِ حرامِ ما

ساقِ مگر وظیفہٴ حافظ ز بادہ داد  
کاشفہٴ گشت ، طرہٴ دستار مولوی

میاں ! میں بڑی مصیبت میں ہوں ، محل سرا کی دیواریں گر گئی ہیں ،  
باخالیہ ڈھ گیا ہے ، چھتیں ٹپک رہی ہیں ۔ تمہاری پڑوسی کہتی ہیں :  
ہائے دی ! ہائے مری ! دیوان خانے کا حال محل سرا سے بدتر ہے ۔  
میں مرنے سے نہیں ڈرتا ، فقدانِ راحت سے گھبرا گیا ہوں ۔ چھت چھلنی  
ہے ۔ اب دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے ۔ مالک اگر  
چاہے کہ مرمت کرے ، تو کیوں کر کرے ؟ مینہ کھلے تو سب کچھ  
ہو ، اور پھر اٹائے مرمت میں ، میں بیٹھا کسی طرح رہوں ۔ اگر تم سے

ہوسکے ، تو برسات تک بھائی سے مجھ کو وہ حویلی جس میں میر حسن رہتے تھے ، اپنی بھوپہی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے وہ بالاخانہ مع دالان زردی ، جو الٹی بخش خان مرحوم کا مسکن تھا ، میرے رہنے کو دلوا دو ۔ برسات گزر جائے گی ، مرمت ہو جائے گی ، پھر 'صاحب' اور 'میم' اور 'بابا لوگ' اپنے قدیم مسکن میں آریں گے ۔ تمہارے والد کے ایشار و عطا کے جہاں مجھ پر احسان ہیں ، یہ ایک مروت کا احسان میرے پاپانِ عمر میں اور بھی سہی ۔

غالب

### [۴۶۴] ایضاً (۵۳)

چار شنبہ ، ۱۸ مئی سنہ ۱۸۶۴ ع ، بقولِ عوام 'ہاسی عید کا دن' ، صبح کا وقت ۔

میری جان ! غالبِ کثیرالمطالب کی کہانی سن ۔ میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں ۔ جہاں ایک امر کی ابتدا دیکھی ، یہ جان لیا کہ اب یہ امر مطابق اس ہدایت کے نہایت پذیر ہوگا ۔ جہاں اختلافِ طبائع کا وہ حال کہ آغازِ مغشوش ، انجامِ مخدوش ۔ مبتداِ خبر سے بیگالہ ، شرطِ جزا سے محروم ۔ 'سنا اور متواتر سنا کہ قصہ طے ہو گیا ؛ اب علاء الدین خان مع قبائل آئیں گے ۔ دل خوش ہوا کہ اپنے محبوب کی شکل مع آس کے نتائج کے دیکھوں گا ۔ برسوں آخر روز بھائی پاس گیا ۔

۱۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۷۱ ، مجیدی صفحہ ۳۴۳ ، مبارک علی صفحہ ۳۶۹ ،

رام ٹرائل صفحہ ۳۷۷ ، مہیش صفحہ ۳۵۷ ، سہر صفحہ ۹۱ ۔

اردوئے معلیٰ طبع اول اور مجتبیٰ میں اٹھارہ سو کے بعد کا ہندسہ

چھپنے سے رہ گیا ۔ مجیدی اور بعد کے نسخوں میں اسے اڑسٹھ فرض

کر لیا گیا ، حالانکہ واضح طور پر ۱۸ مئی ۱۸۶۴ ع چہار شنبہ

کے دن ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۸۰ھ تقویم میں موجود ہے ۔

۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۷۴۴ ۔

اٹائے اختلاط و البساط میں میں نے بوچھا کہ کہو بھئی علاء الدین خان کب آئیں گے ؟ جواب کچھ نہیں - ’اجی‘ وہ قصہ تو طے ہو گیا ؟ ہاں وہ تو روپیہ میں نے دے بھی دیا - میں نے کہا : ’تو اب چاہیے کہ وہ آئیں‘ - فرمایا کہ ’شاید ابھی نہ آئے‘ : [ع]  
معلوم ہوا کہ خیر ٹھینکا باجا

ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب وہ لکھ کر بھیجوں - ہر سو تو شام ہو گئی تھی ، کل بغل گیر ہونے والوں نے دم نہ لینے دیا - اُس پر طرہ یہ کہ، ثاقب نے کہا کہ بھائی تم سے شادی ہیں - اب ضرور آ پڑا کہ گذارشِ مدعا سے پہلے تمہارے رفیر ملال میں کلام کروں -

بھائی ! تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو - اگر میرا ’صلبی بیٹا اس دید و دانست و تحریر و تقریر کا ہوتا تو میں اس کو اپنا یار و فادار اور ذریعہٴ افتخار جانتا - میرے خطوط کے نہ پہنچنے کا گم غلط - تمہارا کون سا خط آیا کہ اُس کا جواب یہاں سے نہ لکھا گیا - میرے پاس جو مقاصدِ ضروری فراہم تھے ، وہ میں نے اس نظر سے نہ لکھے کہ اب تم آتے ہو ، زبانی گفت و شنید ہو جائے گی - ثاقب نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا ، تب مجھے توطیہ و تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا ، ورنہ آغازِ نگارشِ یہاں سے ہوتا :  
یا اے اللہ الغالب !

با من از جہل معارض شدہ نا متفعلی

کہ گوش ہجو کم این ہودش مدح عظیم

یہ رسالہ موسوم بہ ”محرّقِ قاطعِ برہان“ جو ثاقب نے تم کو بھیجا ہے ، میرے کہنے سے بھیجا ہے اور اس ارسال سے میرا مدعا

۱- اردوئے معلیٰ کے پہلے نسخے کی طرح تمام نسخوں میں ”اے وہ قصہ“ ہے - سبیش میں ”اجی وہ قصہ“ ہے -

یہ ہے کہ اس کے معانی کے وقت اس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت ہائے عدیدہ پر نظر نہ کرو۔ بیگانہ وار دیکھو اور از' روئے انصاف حکم بنو، بے حیف و میل - اس نے جو مجھے گالیاں دی ہیں، اس پر غصہ نہ کرو۔ غلطیاں عبارت کی، شدتِ اظہارِ مل کی صورت، سوال دیکر جواب دیگر، ان باتوں کو مطمح نظر کرو۔ بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو ان مراتب کو الگ ایک کاغذ پر لکھو اور بعد اتمام میرے پاس بھیج دو۔ میرا ایک دوست' روحانی کہ وہ منجملہ' رجال الغیب ہے، ان ہفتوں کا خاکہ اڑا رہا ہے۔ نسیر رخشاں نے اس کو مدد دی ہے، تم بھی بھائی مدد دو۔

اور وہ اس مبہم کہ جو تمہارے والد کی تقریر سے دل نشین نہیں ہوا، یعنی قصہ چک جانا اور دلی آنا اس کا ماجرا مفصل و شرح لکھ۔

دن، تاریخ، اپنا نام آغاز کتابت میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط

[۳۶۵] ایضاً (۵۳)

مہان' ! تمہارے باپ کا تابع، تمہارا مطیع، فرخ مرزا کا فرمان بردار۔ مگر ابھی آٹھا ہوں۔ اپنے کو بھی نہیں سمجھا کہ میں

- ۱- اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۳۴۸ - 'عرق قاطع برہان' کے سلسلے میں دیکھیے خط کبر ۳۴۹ عرر: ۳۰ مئی ۱۸۶۳ع -
- ۲- 'عرق' کا جواب ایک ٹو ٹھٹ علی خاں نے 'دائع پنهان' کے نام سے لکھا، دوسرے طالب نے خود لکھا مگر میان داد خان سیاح کے نام سے خائع کیا۔ اس کا نام تھا 'لطائف غیبی'۔ دونوں رسالے ۱۸۶۳ع میں اکمل المطابع دہلی ہی سے چھپے تھے۔
- ۳- مجبانی صفحہ ۳۷۳، مجبوی صفحہ ۳۴۵، مبارک علی صفحہ ۳۳۰، رام لرائی صفحہ ۳۶۹، مہیشی صفحہ ۳۷۱، سہر صفحہ ۱۰۳۔

کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائے گا۔ چھ جزو تمھارے دیے ہوئے میر مہدی حسین صاحب کو دیے اور باقی، دن چڑھے اعیانِ مطبع جمع ہو لیں، تو وہ اوراق بھی منگا دوں۔

غالب

[۶۳-۱۸۶۶ع]

[۴۶۶] ایضاً (۵۵)

شنبہ ۱۵ شعبان [۱۲۷۸ھ] و [۱۵] فروری [۱۸۶۲ع] وقت نماز ظہر۔

نیر اصغر سپہر سخن سرائی مولانا علائی کے خاطر نشان و

۱۔ سپہش پرشاد صاحب اور پھر سہر صاحب نے اس خط کو ۱۸۶۶ع کے بعد اور ۶۸ع سے پہلے کے خطوں میں شمار کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ رقعہ ۱۸۶۳ع میں لکھا گیا ہے کیونکہ انہی دنوں مرزا نے اپنے خط علائی سے مانگے ہیں (خط ۱۸) اس کے بعد مئی ۶۳ع میں قنابخا کیا۔ ۳۰ مئی کو ایک ہڈل ملا (خط ۵۱) پھر انہیں قتل کر کے واپس کیا ہے۔ (دیکھیے خط نمبر ۴۴) اس روشنی میں یہ خط تیس مئی سے پہلے کا قرار ہاتا ہے۔ لیکن فرخ مرزا کے نام کا حوالہ کہنا ہے کہ ۱۸۶۳ع میں ان کی عمر تین سال کی تھی۔ اس عمر کے بچے کو خط لکھنا ذرا مشکل ہے۔ شاید ۶۵، ۶۶ میں لکھا ہو جب کہ چھ سببھنے بوجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ نیز ”چھ جزو“ بھی کتابت ختم ہونے کی گمازی کرتے ہیں۔ دیکھیے خط ۶۸۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۳۷۳، مجیدی صفحہ ۳۳۵، مبارک علی صفحہ ۳۳۱، رام لرائی صفحہ ۳۲۹، سپہش صفحہ ۳۳۴، سہر صفحہ ۶۸۔ اودوے معلول کے تمام نسخوں میں سنہ اور فروری کی تاریخ درج نہیں ہے۔ تقویم سے ان کا اضافہ کیا گیا ہے۔

دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے۔ میں گیا اور ملا۔ علی حسین خاں کو بھی دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے۔ میں گھر آیا، کھانا کھایا، دوپہر کو تمھارا خط پایا، دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوا دیا۔

یہ مرض جو بھائی کو ہے، اس راہ سے کہ ضدِ صحت ہے، مکروہ طبع ہے، ورنہ ہرگز موجبِ خوف و خطر نہیں۔ میں تو بھول گیا تھا، اب بھائی کے بیان سے یاد آ گیا کہ ۱۲ - ۱۳ برس پہلے ایک دن ناگہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی۔ وہ موسمِ جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ افیون نہ تھے۔ تنقیہ بہ قے فوراً اور بہ اسپتال بعد چند روز عمل میں آیا۔ اب سنِ کمہولت، استعمالِ افیون مزید علیہ۔ دورہ جلد جلد متواتر ہوا۔ اضطراب از راہِ محبت ہے، از روئے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہیں۔ نظری میں یکتا حکیم امام الدین خاں، وہ ٹونک۔ عملی میں چالاک حکیم احسن اللہ خاں، وہ کربولی۔ رہے حکیم محمود خاں، وہ ہم سایہ دیوار بہ دیوار۔ حکیم غلام نجف خاں وہ دوست قدیم صادق الولاء۔ حکیم 'بقا' کے خاندان میں دو صاحب

۱۔ اردو سے معلول طبع اول، آغاز صفحہ ۴۴۹۔

۲۔ مرشد کہتے ہیں کہ جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول ہیں۔ سرکارِ بادشاہی سے عہدہ طبابت پر مامور تھے۔

۳۔ حکیم صادق علی خاں منوائی ۱۶۶۲ھ کے فرزند اور حکیم اجمل خاں کے بیٹے۔ نجف خاں کا ذکر گذر چکا۔ حکیم احسن اللہ خاں غدر کے کچھ دن بعد دہلی سے چلے گئے تھے اور ۱۸۷۳ع بروز وہ میں فوت ہوئے۔ منجھلے صاحب سے حکیم حسام الدین مراد ہیں۔

کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائے گا۔ چھ جزو  
تمہارے دیے ہوئے میر سہدی حسین صاحب کو دیے اور باقی، دن  
چڑھے اعیانِ مطبع جمع ہو لیں، تو وہ اوراق بھی منگا دوں۔

غالب

[۶۳-۱۸۶۶ع]

[۳۶۶] ایضاً (۵۵)

شنبہ ۱۵ شعبان [۵۱۲۷۸] و [۱۵] فروری [۱۸۶۲ع] وقت  
نماز ظہر۔

نیر اصغر سپہر سخن سرائی مولانا علائی کے خاطر نشان و

۱۔ سہش ہر شاد صاحب اور پھر مہر صاحب نے اس خط کو ۱۸۶۶ع  
کے بعد اور ۶۸ع سے چلے کے خطوں میں شمار کیا ہے۔ میرے  
فزدیک یہ رقعہ ۱۸۶۳ع میں لکھا گیا ہے کیونکہ انہی دنوں  
مرزا نے اپنے خط علائی سے مانگے ہیں (خط ۱۸) اس کے بعد مئی  
۶۳ع میں تقاضا کیا۔ ۳۰ مئی کو ایک پنڈل ملا (خط ۵۱) ۳۵  
نور انہیں نقل کر کے واپس کیا ہے۔ (دیکھئے خط نمبر ۳۳۳)  
اس روشنی میں یہ خط نہیں مئی سے چلے کا قرار پاتا ہے۔ لیکن  
فرخ مرزا کے نام کا حوالہ کہنا ہے کہ ۱۸۶۳ع میں ان کی عمر  
تین سال کی تھی۔ اس عمر کے بچے کو خط لکھنا ذرا مشکل ہے۔  
شاید ۶۵، ۶۶ میں لکھا ہو جب کہ یہ کچھ سمجھنے بوجھنے  
کے قابل ہو جاتا ہے۔ نیز ”چھ جزو“ بھی کثابت ختم ہونے کی  
غمازی کرتے ہیں۔ دیکھئے خط ۶۸۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۳۷۳، مجیدی صفحہ ۳۳۵، مبارک علی صفحہ ۳۳۱،  
رام فرائین صفحہ ۳۲۶، سہش صفحہ ۳۳۳، مہر صفحہ ۶۸۔  
اردوئے معلیٰ کے تمام نسخوں میں سنہ اور فروری کی تاریخ درج  
نہیں ہے۔ تقویم سے ان کا اضافہ کیا گیا ہے۔

دل لشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھنٹی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے۔ میں گیا اور ملا۔ علی حسین خاں کو بھی دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب والدہ صاحبہ کے پاس گئے۔ میں گھر آیا، کھانا کھایا، دوپہر کو سمیٹارا خط پایا، دو گھنٹی لوٹ لوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوا دیا۔

یہ مرض جو بھائی کو ہے، اس راہ سے کہ ضدِ صحت ہے، مکروہ طبع ہے، ورنہ ہرگز موجبِ خوف و خطر نہیں۔ میں تو بھول گیا تھا، اب بھائی کے بیان سے یاد آ گیا کہ ۱۲ - ۱۳ برس پہلے ایک دن ناگہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی۔ وہ موسمِ جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ اقیون نہ تھے۔ نتیجہ یہ تھے فوراً اور بہ اسہال بعد چند روز عمل میں آیا۔ اب سنِ کمبالت، استعمالِ اقیون مزید علیہ۔ دورہ جلد جلد متواتر ہوا۔ اضطراب از راہِ محبت ہے، از روئے حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہیں۔ نظری میں یکتا حکیم اسام الدین خاں، وہ ٹولک۔ عملی میں چالاک حکیم احسن اللہ خاں، وہ کرولی۔ رہے حکیم محمود خاں، وہ ہم سایہ دیوار یہ دیوار۔ حکیم غلام نجف خاں وہ دوست قدیم صادق الولا۔ حکیم 'بقا' کے خاندان میں دو صاحب

۱۔ اردو سے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۴۴۹۔

۲۔ سرسید کہتے ہیں کہ جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول ہیں۔ سرکار بادشاہی سے عہدۂ طبابت پر مامور تھے۔

۳۔ حکیم صادق علی خاں متوفی ۱۲۶۲ھ کے فرزند اور حکیم اجمل خاں کے بیٹے۔ نجف خاں کا ذکر گذر چکا۔ حکیم احسن اللہ خاں لکھنؤ کے کچھ دن بعد دہلی سے چلے گئے تھے اور ۱۲۷۳ھ بڑودہ میں فوت ہوئے۔ منجھلے صاحب سے حکیم حسام الدین مراد ہیں۔



موجود۔ تیسرے حکیم منجھلے، وہ بھی شریک ہو جائیں گے۔ اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے؟ ہاں، دو ایک ڈاکٹر باعتبار ہم قومی حکام نامور، یا کوئی ایک آدم بد سو سنزوی اور کم نام۔ پھر حال خاطر جمع رکھو۔ خدا کے فضل اور نظر رکھو۔ سبحان اللہ تم مجھ سے سبارس کرو امین الدین خاں کی۔ کیا میرے پہلو میں دل یا میرے دل میں ایمان، جس کو محبت بھی کہتے ہیں، بقدر پر پشہ و سر مور بھی نہیں؟ معالجہ حکما کی راہ پر رہے گا۔ ندیمی اور شہم خواری میں اگر قصور کروں تو گناہ کار۔ میاں ایسے موقع میں رائے اطبا میں خلاف کم واقع ہوتا ہے۔ مرض مشخص، دوا معین، سوء مزاج ساذج نہیں عادی ہے اور مادہ بارد ہے۔ کوئی طبیب سوائے تنقیہ کے کچھ ندیم نہ دے گا۔ تنقیہ میں سوائے مخرجاتِ بلغم اور کچھ نہ تجویز کرے گا۔ تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایامِ وجہ کا مسئلہ دیا جائے۔ اسبا و آیاتِ شفا بخش مقرر ہیں۔ ردِ سحر و دفعِ ہلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے۔ لیکن ان ملاؤں اور عزائمِ خانوں نے تہہ توڑ دی ہے، کچھ نہیں جانتے اور ہائیں پکھالتے ہیں۔ تمہارے باپ پر کوئی سحر کیوں کرے گا۔ بے چارہ الگ ایک ایسے گوشہ میں رہتا ہے کہ جب تک خاص وہاں کا قصد نہ کرے کبھی کوئی وہاں نہ جائے، یہ خیال عبث۔ ہاں، خیرات و مساکین سے طلبِ دعا اور اہل اللہ سے استمداد؟ شہر میں مساکین شہار سے باہر، اہل اللہ میں ایک حافظ عبدالعزیز۔ ما بخیر شاہ سلامت۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

نجات کا طالب

غالب

## [۳۶۷] ایضاً (۵۶)

اقبال' لسان والا شان ، صدرہ عزیز تر از جان میرزا علاء الدین خان  
کو دعائے درویشانہ' غالب دیوانہ پہنچے ۔

سالِ لکڑش تم کو باد ہو گا ۔ میں نے دبستانِ فارسی کا تم کو  
جانشین و خلیفہ قرار دے کر ایک سجل لکھ دیا ہے ۔ اب جو چار  
کم اسی برس کی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی برسوں کیا بلکہ  
سہینوں کی نہ رہی ، شاید بارہ مہینے ، جس کو ایک برس کہتے ہیں ،  
اور جیوں ، ورلہ دو چار مہینے ، پانچ سات ہفتے ، دس بیس دن کی  
بات وہ گئی ہے ۔ اپنے ثباتِ حواس میں ، اپنے دستخط سے ، یہ توثیق  
تم کو لکھ دیتا ہوں کہ فنِ آردو میں نظماً و نثراً تم میرے جانشین ہو ۔

۱۔ بھٹیائی صفحہ ۳۷۳ ، مجیدی صفحہ ۳۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۱ ،

رام لرائی صفحہ ۲۶۹ ، سبیل صفحہ ۳۷۲ ، سہر صفحہ ۱۰۰ ۔

۲۔ شاید اس سے وہ سند مراد ہے جس کا عکس غالب' از مہر طبع اول  
صفحہ ۳۰۸ کے مقابل میں چھپا ہے ۔

۳۔ سہر صاحب فرماتے ہیں ۔ "۵۱۲۸۵" میں غالب کی عمر ۷۳ برس

کی تھی ، معلوم نہیں کس حساب سے ۷۶ برس بنا دیا ۔ میرا خیال

ہے ، اصل لفظ چار نہیں سات ہو گا ، غلطی سے چار پڑھا گیا اور

یہی واضح رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ اکرام صاحب نے اس تحریر کا عکس

چھاپ دیا ہے ۔ اس میں "چار" کے بعد عدد میں بھی م تحریر ہے ۔

غالب بیماری کی وجہ سے یہ ظاہر ذہنی کرب میں مبتلا تھے ۔ جیسے

تحریر سے واضح ہوتا ہے ۔

۴۔ اصل خط میں 'اب' لکھ کر قلم زد کر دیا ہے ۔

۵۔ جہاں بھر عبارت لکھنے میں تکلف ہوا ہے ۔ 'نکی' سے بھی نہیں ۔

'ند' میں ابھی کلام ہے ۳ سہنو' جیسے بے ربط کلمات لکھ کر کاٹ

دے دیے ہیں ۔

چاہیے کہ میرے جاننے والے ، جیسا مجھ کو جانتے تھے ، ویسا تم کو جانیں اور جس طرح مجھ کو مانتے تھے ، تم کو مانیں ۔ کل شئی حالک [الا وجہ] و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والا کرام ۔  
 بکشمبہ ، سلخ صفر سنہ ۱۲۸۵ ہجری ، ۲۱ جون سنہ ۱۸۶۸ عیسوی  
 من مقام دہلی ۔

---

- 
- ۱۔ 'والے' کے بعد 'تم کو میری جگہ جانی' قلم زد ہے ۔
  - ۲۔ اردو سے معلوم میں 'الا وجہ' ندارد ۔
  - ۳۔ ریع الاول لکھ کر کاٹ دیا ۔ دیکھئے عکس تحریر مشمولہ مخالف نامہ بعد صفحہ ۹۳ طبع دوم بمبئی ۱۹۳۹ ع ۔

[۳۶۸] بہ نام 'مرزا امیر الدین احمد خاں ،

المدعو بہ فرخ مرزا (۱)

اے مردم 'چشم جہاں ہیں غالب !

پہلے القاب کے معنی سمجھ لو ، یعنی 'چشم جہاں ہیں' غالب کی پتلی - چشم جہاں ہیں : تمہارا باپ مرزا علاؤ الدین خاں بہادر ، اور پتلی تم ۔

آج میں نے تمہارا خط دیکھا ، مجھ کو بہت پسند آیا ۔ استاد کامل نہ ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا ۔ آفرین ، صد آفرین ۔ میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہہ رہا ہوں کہ وہ رب العالمین ہے ،

۱۔ نواب سر امین الدین خاں : علاؤ کے بڑے صاحب زادے تھے ۔

۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۱ء میں ریاست کے سربراہ قرار پائے ۔ ۱۸۶۶ء سے ۱۹۰۱ء تک پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی رہے ۔ (دیکھیے تذکرہ روماء پنجاب جلد ۲ صفحہ ۸۰۳) مہر صاحب کہتے ہیں کہ امیر الدین صاحب کو جب معلوم ہوا کہ غالب کے خطوں کا مجموعہ چھپ رہا ہے تو کہا 'دادا جان ! ہمارے نام بھی ایک خط لکھ دو' اس موقع پر فرمایا 'دادا تمہارے امین الدین خاں ہیں ، میں تو تمہارا دل دادہ ہوں' یہی فقرہ لکھ دیا ۔ یہ غالباً ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے ۔ میرے خیال میں اڑیسٹھ میں کتاب کے ابتدائی مراحل کتابت ختم ہو چکے ہوں گے ۔ اس لیے ۱۸۶۶ء کا خط ماننا چاہیے ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۶۵ ۔

۲۔ اردو سے معلول طبع اول آغاز صفحہ ۵۱ء ۔ مجتبیٰ صفحہ ۲۷۵ ، مجیدی صفحہ ۳۶۸ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۲ ، رام نرائن صفحہ ۳۳۱ ، مہیشی لادارد ، مہر صفحہ ۱۱۰ ۔

یہ دعا مانگتا ہوں کہ تم کو زیادہ نہیں تو تمہارے باپ کے برابر علم و فضل ، اور تمہارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خان بہادر جنت آرام گاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے ۔

میاں ! تمہارے دادا نواب امین الدین خان بہادر ہیں ، میں تو تمہارا دلدادہ ہوں ۔ خبردار ! ہر جمعہ کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو ۔ والدعا

دیدار کا طالب غالب

[۱۸۶۶ع]

[۶۹ م] بہ نام 'میر احمد حسین المتخلص بہ میکش (۱)

بھائی 'میکش! آفرین ، ہزار آفرین - تاریخ نے سزا دیا - خدا جانے وہ  
خرمے کس مزے کے ہوں گے جن کی تاریخ ایسی ہے - دیکھو صاحب : ع  
قلندر ہر چہ گوید دہدہ گوید

تاریخ دیکھی ، اس کی تعریف کے خرمے کھائیں گے ، اس کی تعریف  
کریں گے - کہیں یہ تمہارے خیال میں نہ آوے کہ یہ حسن طلب  
ہے کہ ناحق تم دین عہد غریب کو دوبارہ تکلیف دو - ابھی رقعہ  
لے کر آیا ہے ، ابھی خرمے لے کر آوے - لاحول ولا قوۃ الا باللہ  
العلی العظیم - اگر یہ فرض محال تم یوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں  
دین عہد صاحب کے ہاتھ خرمے بھجواؤ گے تو ہم بھی کہیں گے -  
تازہ شے بہتر بارہ سے بہتر -

[۱۸۵۶/۵۵ ع]

- ۱- میر کرار حسین دہلوی کے فرزند تھے۔ فارسی میں شعر کہتے تھے -  
کچھ دنوں تک غالباً دہلی میں وکالت عدالت دیوانی کرتے رہے -  
پھر ہائودی چلے گئے تھے۔ (کلیات نثر صفحہ ۲۱۷) سنہ ۱۸۵۷ ع  
کے ہنگامے میں ماخوذ ہو گئے اور بقول غالب پھانسی دی گئی -  
(مکتوب بہ نام غلام نجف خاں ، اردوئے معلیٰ) مالک رام کہتے  
ہیں کہ ایک گورے کی گولی کا شکار ہوئے (تلامذۃ غالب  
صفحہ ۲۶۷) - غالب کے گھرے دوستوں میں تھے -
- ۲- مجتہائی صفحہ ۳۷۵ ، مجیدی صفحہ ۳۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۳ ،  
رام نرائن صفحہ ۳۳۲ ، مہیش پرشاد : خطوط غالب صفحہ ۱۷۶ ،  
مہر صفحہ ۵۸۷ -
- ۳- یکم محرم ۱۲۷۲ مطابق چودہ ستمبر ۱۸۵۵ ع -

## [۳۷۰] ایضاً (۲)

میاں ! عجیب اتفاق ہے ۔ نہ میں تمہارے دیکھنے کو آ سکتا ہوں ، نہ تم میرے دیکھنے کو قدم رنجہ فرما سکتے ہو ۔ وہ قدم رنجہ کہاں سے کرو ، سراپا رنجہ ہو ، لاحول ولا قوۃ ۔ یہ تعطیل کے دن کیا نا خوش گزروے ۔ یوسف مرزا سے ، میر سرفراز حسین سے تمہارا حال سن لیتا ہوں اور رنجہ کھاتا ہوں ۔ خدا تمہارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا دے ۔ خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو ۔ والدعا

اسد

[۱۸۵۶ع']

-----

- 
- ۱۔ اردو سے معلول طبع اول آغاز صفحہ ۲۵۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۷۶ ،  
مجیدی صفحہ ۳۶۹ ، بیارک علی صفحہ ۳۳۳ ، رام نرائن صفحہ  
۳۳۲ ، سبیش صفحہ ۱۷۶ ، سہر صفحہ ۵۸۸ ۔  
۲۔ صرف ایک تفسیر ۔

[۴۷۱] بہ نام 'جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب (۱)

خان صاحب "جلیل المنائب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب کو غالب درد مند کا سلام - خوب یاد کیجیے کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی - اب ایک طرح کی عنایت کا سائل ہوں ؛ حامل ہذا المکتوب پنڈت جے ٹرائن میرا یہ خط لے کر حاضر ہوتے ہیں - ان کے بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکار میں مناصب عالیہ اور عہدہ پائے جلیاء رکھتے تھے - اب موقع یہ آیا ہے کہ جستجوئے نوکری میں پشالے آتے ہیں - آپ کو میرے سر کی قسم ! جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو موافق ان کی عزت کے کوئی منصب ، کوئی عہدہ دلوا دو گے تو میں یہ جانوں گا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوا دیا ہے ، بڑا احسان مند ہوں گا -

نجات کا طالب -

غالب

۱۳ شوال " سنہ ۱۲۸۱ ہجری

۱- حکیم غلام مرتضیٰ خاں دہلی کے طبیبوں میں تھے ، پشالہ میں

ملازم ریاست ہو کر چلے گئے -

۲- مجتبیٰ صفحہ ۳۷۶ ، بھیدی صفحہ ۳۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۳ ،

رام ٹرائن صفحہ ۳۳۳ ، سہیش نادر ، سہر صفحہ ۵۸۸ -

۳- مطابق ۱۱ مارچ ۱۸۶۵ ع -



## [ ۴۷۲ ] بد نام ' جناب حکیم غلام رضا خان صاحب (۱)

نور دیدہ ' و سرور دل و راحت جان ، انبال نشان حکیم غلام رضا خان کو غالبِ نِیم جان کی دعا پہنچے ۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمہیں خدا کو سونپ کر روانہ ' رام پور ہوا ۔ موسم ' اچھا تھا ، گرمی گزر گئی تھی ، جاڑا ابھی چمکا نہ تھا ، عالم اعتدال آب و ہوا ، سایہ و سرچشمہ جا بجا ، آرام سے رام پور پہنچا ۔ نواب صاحب حال بمقتضائے "الولد سر لایہ" حسنِ اخلاق میں نواب فردوس آرام گاہ کے برابر بلکہ بعض شیوہ و روش میں اُن سے بہتر ہیں ۔ بمجرد مسند نشینی کے غام کا محصول یک قلم معاف کیا ۔ علی بخش خان خالساہان کو تیس ہزار روپیہ بابت مطالبہ سرکاری بخش دیا ۔ مفصل حالات ہڈل و نوال عندالمرات زبانی کہوں گا ۔

سنو صاحب ! میں فقیر آزادہ کیش ہوں ۔ دنیا دار نہیں ، مکار نہیں ، خوشامد میرا شعار نہیں ۔ جس میں جو صفات دیکھتا ہوں وہ بیان کرتا ہوں ۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے مجھے سورویدہ مہینہ دیتے ہیں ، تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمہارے باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بمثل میرا کوئی صلیبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو ، تو میں اُس کو اپنا فخر و شرف جانتا ۔ علم و عقل و خلق و صدق و سداد و حلم کے جامع ، تورع و زہد و تقویٰ کے حاوی ۔ علم اخلاق میں حکمائے روحانی

۱۔ حکیم غلام رضا خان بھی دلی کے حکیموں میں تھے ۔

۲۔ مجناتی صفحہ ۴۷۷ ، مجیدی صفحہ ۴۴ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۳ ،

رام قرانی صفحہ ۳۳۳ ، ہمیش ندارد ، سہر صفحہ ۵۸۸ ۔

۳۔ اودوسے معلول طبع اول ، آغاز صفحہ ۵۴ ۔

نے سعادت کے جو مدارج لکھے ہیں وہ سب تم میں پائے جاتے ہیں ۔  
 پروردگار تم کو عمر طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شایع  
 زیادہ دے ۔

انشاء اللہ کہ ہم چنیں خواہد بود

غالب

[بعد ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۵ء]

---

۱۔ غالب ۷ اکتوبر ۱۸۶۵ء کو روانہ ہوئے اور ۱۲ اکتوبر کو  
 رام پور پہنچے ۔ خطوط بنام علائی ، قائب ، حکیم غلام نجف خان  
 وغیرہ دیکھئے ۔

### [۳۷۳] بہ نام 'جناب ماسٹر پیارے لال صاحب (۱)

شفیق مکرم' بابو پیارے لال صاحب کو سلام - کل رقعہ مع مسودہ بابو' چندولال صاحب کے پاس پہنچ گیا - یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہوں گے - جلدی نہیں، آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھیے - جب صاف ہو جائے گا مجھے<sup>۳</sup> دیجیے گا؛ میں اپنی سہر کر کے ڈاک میں بھیجا دوں گا - ابھی ڈہنی کمشنر بہادو کے پاس سے آیا ہوں - وہ کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئیں گے اور برسوں شملے کو تشریف لے جائیں گے - بطریق اطلاع

۱- پیارے لال آشوب : منشی رام نرائن کے فرزند اور راجہ ٹوڈرمل کے خاندان سے تھے - ۱۸۳۸ع میں پیدا ہوئے - دلی کالج میں ذکاۃ اللہ، آزاد، نذیر احمد وغیرہ کے ساتھی تھے - تعلیم ختم کر کے ۱۸۵۸ع میں بریلی میں ملازم ہو گئے - پھر پنجاب اور دہلی میں رہے - ۲۸ جولائی ۱۸۶۵ع کو دلی سوسائٹی کے سکریٹری منتخب ہوئے - ۹ دسمبر ۱۸۶۸ع کو لاہور آئے، ۱۸۹۲ع میں رائے بہادری کا خطاب ملا، ۲۸ سنی ۱۹۱۳ع کو انتقال کیا - (غالب کی قادر تحریریں، حواشی صفحہ ۱۵۸) -

۲- مجنبتائی صفحہ ۳۷۸، مجیدی صفحہ ۱۶۹، مبارک علی صفحہ ۳۳۵، رام نرائن صفحہ ۳۳۳، سہر صفحہ ۵۸۹ -

۳- چندو لال دلی میں مدرس تھے - (دیکھیے احوال غالب صفحہ ۱۹۱) -

۴- اردو سے تعلیمی طبع اول، آغاز صفحہ ۵۵۳ -

آپ کو لکھا ہے ۔ یہ منظور نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جائے اور کل میں آپ دون ۔ ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے ۔

راقم

اسد اللہ خان غالب

۳ اپریل سنہ ۱۸۶۶ع

### (۲) ایضاً [۳۷۳]

کیوں صاحب ! ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ ملنا بھی چھوڑا ۔  
خیر ، میری تقصیر معاف کرو اور اگر ایسا ہی گناہ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کر دو تاکہ میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں ۔ برخوردار پیرا سنگھ تمہارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تمہارا دست گرفتہ ہے ، دستک میں تم نے لوکر رکھوا دیا تھا ۔ خیر ، وہاں کی صورت بگڑ گئی ۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امور معاش

۱۔ اردو سے معلول طبع اول ”تین اپریل“ دوسرے نسخوں میں ۳۔  
(تیس) اپریل چھپا ہے ۔

۲۔ مجتہائی صفحہ ۳۷۸ ، مجیدی صفحہ ۱۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۵ ،  
رام نرائن صفحہ ۳۳۵ ، مہر صفحہ ۵۹۰ ۔

۳۔ آشوب ، پر اتوار کو مرزا صاحب سے ملنے آیا کرتے تھے ۔ اگر  
کبھی غیر حاضر ہوتے یا دیر کرتے تھے تو غالب پریشان ہو جاتے  
تھے ۔ چنانچہ ایک مرتبہ یہ دو مصرع لکھ کر انہیں طلب کیا تھا :  
آج یکشنبہ کا دن ہے آؤ گے  
یا فقط رستہ ہیں دکھلاؤ گے

(خم خانہ جاوید جلد اول صفحہ ۸۱)

۴۔ مالک رام کہتے ہیں کہ ”اپنے بڑے بھائی کی سفارش پر کچھ دن  
دستک میں ملازم رہے ۔“ غالب کی اس تصریح کے بعد یہ جملہ  
مشتبہ ہو جاتا ہے (دیکھیے تلامذہ غالب صفحہ ۱۰۵) ۔

میں سخت دل تنگ - تمہیں دست گیری کرو تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا  
نقشر ہستی صفحہٴ دہر سے مٹ جائے گا - والسلام

عنایت کا طالب غالب

[۱۸۶۵ع]

### [۳۷۵] ابضاً (۳)

فرزندِ ارجمند اقبال بلند ، بابو ماسٹر پیارے لال کو غالبِ ناتوان  
نیم جان کی دعا پہنچے - لاہور پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا ،  
اس کی میں جتنی شکایت کروں بجا ہے - تم نہیں جانتے کہ مجھے تم سے  
کتنی محبت ہے - میں تمہارا عاشق ہوں اور کیوں کر نہ عاشق ہوں ؛  
صورت کے تم اچھے ، سیرت کے تم اچھے ، شیوہ و روش کے تم اچھے -  
خالق نے خویاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہیں - اگر میرا  
صلبی فرزند ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو میں اس کو اپنا فخر خاندان  
سمجھتا - اور اب تم جس قوم اور جس خاندان میں ہو، اس قوم اور اس  
خاندان کے ذریعہٴ انتخاب ہو - خدا تم کو سلامت رکھے اور عمر و  
دولت و اقبال و جاہ و جلال عطا کرے -

میاں ! تم کو یاد ہے کہ میں نے تم کو سابق اس سے نور چشم  
مرزا یوسف علی خاں کے باب میں کچھ لکھا ہے - میرے اختلالِ حواس  
کا حال تم جانتے ہو - خدا جانے اس وقت کس خیال میں تھا اور میں

۱- صرف ایک تفسیر ، نیز دیکھیے خط نمبر ۳۷۸ -

۲- مجبائی صفحہ ۳۷۸ ، مجیدی صفحہ ۱۱۶۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۵ ،

رام لرائی صفحہ ۳۷۲ ، سہر صفحہ ۵۹۰ -

۳- ماسٹر پیارے لال نے ۹ دسمبر ۱۸۶۷ع کو دہلی سوسائٹی سے

استعفا دیا اور اس کے بعد لاہور آ گئے تھے -

۴- اردو سے پہلی طبع اول ، آغاز صفحہ ۳۵۵ -

کیا لکھ گیا۔ وہ جو کچھ لکھا، وہ سہل انگاری تھی، اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ، یعنی مرزا یوسف علی خاں عزیز بڑے عالی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہیں۔ شاعر بھی بہت اچھے ہیں، شعر خوب کہتے ہیں، صاحب استعداد ہیں۔ علم ان کو اچھا ہے۔ یہ بھی گویا فرقہٴ اہل علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں۔ نور چشم مولویؒ میر نصیر الدین کو میری دعا کہنا۔

عرہ ۳۰ جنوری سنہ ۱۸۶۸ عیسوی

۱۔ مولوی نصیر الدین لاہور میں مدرس ہو گئے تھے۔

۲۔ مطابق دوشنبہ ۳ رمضان ۱۲۸۳ھ۔

## [ ۳۷۶ ] بہ نام 'منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر (۱)

برخوردار 'منشی جواہر سنگھ کو بعد دعائے دوامِ عمر و دولت معلوم ہو: خط تمہارا پہنچا، خیر و عافیت تمہاری معلوم ہوئی۔ قطعے جو تم کو مطلوب تھے، اس کے حصول میں جو کوشش پہرا سنگھ نے کی ہے، میں تم سے کہہ نہیں سکتا۔ نری کوشش نہیں، روپیہ صرف کیا۔ پندرہ روپے، جو تم نے بھیجے تھے وہ، اور پچیس تیس روپے اور صرف کیے۔ پانچ پانچ اور چار چار روپے اور دو دو روپے کو قطعے مول لیے اور بنوائے۔ خرید میں روپے جدا دیے اور بنوانے میں روپے جدا لگائے۔ دوڑتا بھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ اب دوڑ رہا ہے ولی عہد بہادر کے دستخطی قطعے کے واسطے۔ یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آوے اور بعد اس قطعہ کے آنے کے وہ سب کو یک جا کر کے تمہارے پاس بھیج دے گا۔ مدد میں بھی اس کی کمر رہا ہوں۔ لیکن اس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین پندرہ روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور ماں کو عاجز کر کے اس سے بہت روپے لیے

- 
- ۱۔ منشی جواہر سنگھ جوہر: رائے چھجمل متوائی ۱۷۷۷ء کے فرزند تھے۔ غالب کو پراسنگھ اور جواہر سنگھ دونوں بھائیوں سے بہت محبت تھی۔ تینوں کے نام متعدد فارسی خط موجود ہیں۔ جوہر پنجاب اور یو۔ پی میں ملازمت کرتے رہے ہیں۔
  - ۲۔ بختیائی صفحہ ۲۷۹، مجیدی صفحہ ۳۴۸، مبارک علی صفحہ ۳۳۶، رام نرائن صفحہ ۳۴۶، سپیش صفحہ ۱۰۵، سہر صفحہ ۵۶۸۔
  - ۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول، آغاز صفحہ ۵۵۶۔ غالباً جواہر سنگھ نے اپنے چھوٹے بھائی کو لکھا تھا کہ دلی سے بادشاہ اور ولی عہد جیسے اکابر کے لکھے ہوئے قطعات بھیج دو۔

جب سب قطعے تمھارے پاس پہنچیں گے تب اس کا حسن خدمت تم پر ظاہر ہوگا۔ کیوں صاحب! وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی؟  
جہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔

والدعا

اسد اللہ

[۱۸۵۰ع]

### [۳۷۷] ایضاً (۲)

برخوردار! کانگر سعادت و اقبال نشان، منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈہ کی تحصیل داری مبارک ہو۔ پیلے سے نوح آئے، نوح سے بلب گڈہ گئے، اب بلب گڈہ سے دلی آؤ گے۔ انشاء اللہ۔

سنو صاحب! حکیم مرزا جان خلف الصدیق حکیم آغا جان صاحب کے، تمھارے علاقہ تحصیل داری میں بدصیغہ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں۔ ان کے والد ماجد میرے پچاس برس کے دوست ہیں، میں ان کو اپنے بھائی کے برابر جانتا ہوں۔ اس صورت میں حکیم مرزا جان میرے بھیجے اور تمھارے بھائی ہونے۔ لازم ہے کہ ان سے یک دل و یک رنگ رہو اور ان کے مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ

۱۔ لنگی سے مراد غالباً دستار کی لنگی ہے۔ "ہاف دودر" حصہ دوم میں

۳۱ خط جوہر کے نام ہیں۔ ان خطوں سے گمان ہوتا ہے کہ یہ خط

اپریل ۱۸۵۰ء کا ہے اور لنگی کا تقاضا کر رہے ہیں سہر صاحب

ایک خط بحرہ یکم دسمبر ۱۸۴۸ء دیکھ کر اس مکتوب کے

لئے ۱۸۴۹ء فرض کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ لنگی کا بار بار ذکر

ہے اس لئے تعین دشوار ہے۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۸۰، مجیدی صفحہ ۳۴۸، مبارک علی صفحہ ۳۳۷،

رام لرائی صفحہ ۳۳۶، سہیش صفحہ ۱۰۷، سہر صفحہ ۵۷۱۔



بہ صیفہٴ دوام ہے ۔ تم کو کوئی نئی بات پیش کڑی نہ ہوگی ۔ صرف  
اسی امر میں کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے ۔ سرکار کی خاطر  
نشان رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کار گزار آدمی ہے ۔

غالب

۲ فروری ۱۸۶۸ء ع

## [۴۷۸] یہ نام 'منشی ہیرا سنگھ صاحب (۱)

نور چشم<sup>۲</sup> غالب غم دیدہ ، منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے ۔  
تمہارا خط پھر وہ ۱۱ جنوری پہنچا ۔ دورہ کا سفر بارے تمام ہوا ،  
اب جاؤں کے دن آرام سے کاٹو ۔ گھبراؤ نہیں ۔ سال<sup>۳</sup> بھر پڑھائے  
جاؤ جب لڑکا شد و بد سے آگاہ ہو جائے ، تب ڈھٹی کعشر سے ترقی  
کی درخواست کرنا ۔ اگر نائب تحصیلدار ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ  
آکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجائش ہے ۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو لوکر  
نہیں ہو جو بابو پیارے لال کو تمہاری بدلی کا اختیار ہو ۔ زہار میں  
اس باب میں بابو صاحب سے نہ کہوں گا اور نہ یہ خط تمہارا منشی  
جواہر سنگھ کو دکھلاؤں گا ۔ ناحق آجیہو کیوں ، اس آجیہنے سے  
فائدہ کیا ؟ خاطر جمع رکھو : ع

کہ رحم کر لکند مدعی ، خدا بکند

میں ویسا ہی ہوں جیسا تم دیکھ گئے ہو اور جب تک کہ<sup>۴</sup> جیوں گا  
ایسا ہی رہوں گا ۔

۱۴\* جنوری سنہ ۱۸۶۸ع

۱۔ ہیرا سنگھ : رائے جہجمل کے چھوٹے فرزند تھے اور جواہر سنگھ  
کے بھائی ۔

۲۔ مجتبیٰ صفحہ ۳۸۰ ، مجیدی صفحہ ۳۴۹ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۷ ،  
رام لرائے صفحہ ۳۴۷ ، سہر صفحہ ۵۷۲ ۔

۳۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ، آغاز صفحہ ۵۵۳ ۔

۴۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ”سہ“ ۔ غلط نامے میں اسے ”یہ“ لکھنے  
کا حکم ہے ، لیکن صحیح ”کہ“ ہے ۔ دوسرے نسخوں سے یہ  
لفظ ہی اڑ گیا ہے ۔

۵۔ مظاہر سہ شنبہ ۱۸ رمضان ۱۲۸۸ھ ۔ نیز دیکھیے خط نمبر ۳۷۳ ۔

## [ ۹۷ ] یہ نام ' بہاری لال المتخلص بہ مشتاق (۱)

سعادت مند ہا کمال ، منشی بہاری لال کو بہ یمن تاثیر دعائے غالب خستہ حال عمر و دولت و اقبال فراوان ہو۔ منشی من بہاؤن لال تمہارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا۔ اگرچہ اس رہبر جادۂ فنا سے میری ملاقات نہ تھی لیکن تمہارے تنہا اور بے مربی رہ جانے کا میں نے بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔

غالب

۲۶ فروری سنہ ۱۸۶۸ء

۱۔ بہاری لال مشتاق (۳۵ لود ۱۸۳۵ء متوفی ۱۹۰۸ء) فارسی میں مولوی اسبن الدین مؤلف 'قاطع الناطع' کے شاگرد تھے۔ اردو و فارسی میں شعر کہتے تھے، دیوان مشتاق شائع بھی ہو چکا ہے۔ مشتاق کے نانا منشی گوشتیام لال عاصی نے غالب کی فید کے نصیے میں قطعہ 'تاریخ لکھا تھا۔ خوش نویسی اور اطباء دہلی کے دوستانہ مراسم کی بنا پر 'اکمل الاخبار' میں کام کیا پھر لالہ سری کرشن داس گڑوالی رئیس دہلی کے جاں ملازم ہو گئے تھے۔ مشتاق کے چھوٹے بھائی گوری شنکر قبصر اور فرزند منشی چندو لال شفیق تھے۔

(تلامذہ غالب صفحہ ۲۵۹)۔

۲۔ مجتہبی صفحہ ۳۸۱، مجیدی صفحہ ۳۵۰، مبارک علی صفحہ ۳۳۸،

رام نرائن صفحہ ۳۳۷، سہر صفحہ ۵۷۲۔

۳۔ اردوئے معلیٰ کے شلط نامے میں ۱۸۶۷ء کو ۱۸۶۸ء لکھنے کا

حکم ہے۔ مطابق چہار شنبہ یکم ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ۔

## [ ۳۸۰ ] ایضاً (۲)

برخوردار پہاری لال ! مجھ کو تم سے جو محبت ہے اس کے دو  
 سبب ہیں : ایک تو یہ کہ تمہارے خال فرخ فال منشی مکتدہ لال  
 میرے بڑے پرانے پار ہیں ۔ خوش خو ، شگفتہ رو ، بذلہ گو ، دوسرے  
 تمہاری سعادت مندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم ، اردو  
 نظم و نثر میں تمہاری طبع کی روانی اور تمہارے قلم کی کل فحاشی ۔  
 مگر چونکہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار  
 کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے ، بہ تقلید اور انشاء پردازوں  
 کے تمہاری عبارت میں بھی اسلا کی غلطیاں ہوتی ہیں ۔ میں تم کو جا بجا  
 آگاہ کرتا رہتا ہوں ۔ خدا چاہے تو اسلا کی غلطی کا ملکہ زائل ہو  
 جائے ۔ مگر پہاری لال ! اس ٹونہال باغ دولت یعنی حکیم غلام رضا خاں  
 کے دوام صحبت کو اپنے طالع کی پابوری سمجھو ۔ یہ دانش مند  
 ستودہ خوئے امیر نامور ہونے والا اور مراتب اعلیٰ کو پہنچنے والا  
 ہے ۔ اس کی ترقی کے ضمن میں تمہاری بھی ترقی ہونے والی ہے :

یہا دامن صاحب دولتی گیر  
 کہ مرد از صاحب دولت شود پیر

میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطالع اجمل المطالع بھی ہے ۔ حکیم غلام  
 لہی خان منجملہ خوبان روزگار ہیں ، لکو خوئے اور نیکو کردار ہیں ۔  
 میر فقیر الدین آزاد منشی اور سعادت مند نوجوان ہیں کم گفتار اور سر بخ  
 و مرعیان ہیں ۔ تم چاروں شخص پیکر صدق و صفا و مہر و ولا کے چار

۱۔ مجتہائی صفحہ ۳۸۱ ، مجیدی صفحہ ۳۵ ، مبارک علی صفحہ ۳۳۸ ،

رام نرائن صفحہ ۳۳۸ ، مہر صفحہ ۵۷۲ ۔

۲۔ مہر صاحب کہتے ہیں کہ ہال مکتدہ لال ، پادشاه ظفر کے  
 مصاحب تھے ۔

عنبر ہو۔ جہاں آفریں تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد  
اور اکمل المطایع کو ہا رونق اور آباد رکھے۔

غالب

۷ جون سنہ ۱۸۶۸ ع

---



---

۱۔ مطابق یکشنبہ ۱۵ صفر ۱۲۸۵ ع۔ اردوئے معلیٰ طبع اول ۱۸۶۹ ع  
اور طبع رام نرائن لال بک سیلر الہ آباد کا آخری خط ہے۔  
اس کے بعد طبع اول میں خاتمۃ الطبع تین سطر، خاتمہ کتاب  
از سالک، قطعہ تاریخ سالک، تاریخ طبع کتاب از جوہر، لہر  
شایعہ نامہ ہے۔

### خاتمة الطبع

الحمد لله کہ حصہ اول "اردوئے معلیٰ" بہ کمال تصحیح و تنقیح اکمل المطابع دہلی میں بہ حسن اہتمام سید فخر الدین ۲۱۲ ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری مطابق ۶ مارچ سنہ ۱۸۶۹ ع روز مبارک جمعہ کو بہ ساعت سعید و آوانِ حمید چھپ کر تیار ہو گیا۔

- 
- ۱۔ مرزا غالب کی وفات ۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ دوپہر ڈھلے یا وقت ظہر دوشنبہ کے دن ہوئی۔ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ ع۔ گویا اس کتاب کی آخری کاپی مرزا کے ایس دن بعد لکھی گئی۔
  - ۲۔ اردوئے معلیٰ طبع اول کے صفحہ ۳۵۸ کی آخری سطر۔ اس صفحہ میں کل ۱۷ سطر ہیں۔
  - مرتبضیٰ حسین نانبل ۳ رمضان ۱۳۸۷ھ۔

## خاتمہ کتاب از دوئے معلیٰ

ریختہ کلکِ بلاغت النہا ، سخن دان ہے مثال ، معنی سنج ،  
نازک خیال ، شاعر نغمہ گوئے دل آویز بیان ، ناثر جادو طراز و  
شعریں بیان ، مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک شاگرد  
مولانا غالب مرحوم ۔

شیدائیانِ شاہدِ دل فریبِ سخن ، ہر وقت اس کے خریدار اور  
شیفتگانِ حسنِ معانی پر دم اس کے خواست گار رہتے ہیں کہ اچھا کلام  
جو مطبوعِ طبائعِ ناظرینِ خرد پیشہ اور پسندِ خواطرِ شائقینِ درست  
اندیشہ ہو ، میسر آئے ۔ صاحبِ نظرانِ دیدہ ور ، جن کی آنکھیں  
شبستانِ معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں ، مشاہدۂ ماہِ پیکرانِ سہرِ کشال  
سے تسلی نہیں پاتے ، اور رنگیں مشامانِ نکتہ پرور ، جن کے دماغ میں  
کستانِ سخن کی بو بھر جاتی ہے ، ریاحینِ باغِ ارم کے سونگھنے کو  
نہیں جاتے ۔ اور پھر وہ کلام اور وہ سخن ، جو نیرِ اعظمِ سہرِ سخنوری ،  
وماہِ منیرِ آسمانِ معنی گستری ، شہِ سوارِ عرصہٗ لکتہ دانی ، یکہ تاز  
میدانِ جادو بیانی، فرمانِ روائے کشورِ نازک خیالی، زینتِ افزائے اورنگِ  
ہے مثالی ، ناثرِ نثری رفعت ، شاعرِ شعری رنیت ، چمنِ آرائے گستانِ  
فصاحت ، حدیقہٗ پیرائے خیابانِ بلاغت ، فروغِ بزمِ آفرینش ، نورِ دیدہٗ  
پیش ، استادِ یگانہ ، مسلم الثبوتِ زمانہ ، رشکِ عرفی و غیرتِ طالب ،  
جنابِ آستادی نجم الدولہ ، دیرِ الملک ، اسد اللہ خان بہادر ، نظامِ جنگ ،  
غالب کی زبان معجز بیان پر آیا ہو ، اور خاتمہٗ پروینِ انشان سے  
نکلا ہو ، علی الخصوص ، یہ سفینہٗ ہے نظیر و مجموعہٗ دل پذیر ، جس

۴۶۴  
 بادشاہ کا ہندی میں آرٹیکل میں کو جس سے گائیڈ بیان بیٹون کو طے نکتے ہیں ۱۷۵۱ء

سفر	محلہ	سفر	محلہ
۱۶	۱۳۵۲	۴	۲۰۱۶
۱۳	۱۳۵۹	۱۱	۲۱۱۲
۱۲	۱۳۶۱	۲	۲۱۱۹
۱	۱۳۶۲	۱۰	۲۱۱۸
۳	۸۸۳	۵	۲۱۲۱
۱۲	۲۱۰۵	۱	۲۱۲۸
۱۵	۵	۱۲	۲۱۳۶
۱۲	۲۱۸۹	۸	۲۱۳۹
۱۳	۲۱۹۰	۴	۲۱۴۸
۱۵	۲۱۰۳	۵	۵
۱۶	۲۱۰۲	۱۳	۲۱۵۵
۱۶	۲۱۰۲	۴	۲۱۵۸

بازار کا ہندی میں آرٹیکل میں کو جس سے گائیڈ بیان بیٹون کو طے نکتے ہیں ۱۷۵۱ء

### اعلان

اس کتاب کا تصنیف مصنف نے اپنی زیات میں حکیم غلام ضیاء خان صاحب کے تخلص سے کیا ہے اور ایک قلم بطور سند اپنی ہاتھ سے ثبت مہر لکھ دیا کہ پس کوئی صاحبان رفعات کے چاہا کر اور وہ بی اجازت حکیم صاحب سے تصدیق نہ کریں نقل اور تصدیق کی وجہ سے ذیل ہے

میکر بے روح و روان غیر اسد اللہ خان غالب تخلص سے چھپا ان کتابوں کو کہیں  
 یہ جو اردو کے تصنیف غیر مطبع اکل المطابع دہلی میں چھاپا ہوا سو میں  
 ازراہ فوط محبت پنا حق تالیف نو شہد اقبال نشان حکیم ضیاء خان کو بخشد یا ہر اور اور حق  
 خاص ان کا حق کیا اب اور کوئی صاحب اگر ان کا کل مطبع حکیم ضیاء خان کو ذرا علی حادد

حکیم ضیاء خان صاحب  
 اکل المطابع دہلی

کے چھپنے کا قصد کریں گے تو کو اخذہ سے محفوظ نہ رہیں گے  
 اور نو شہد اقبال نشان بستم ۱۳۵۸ء سنرا پا سکتے ہیں



کا ہر حرف باعث نصارت<sup>۱</sup> چشمِ نظارگان ، اور<sup>۲</sup> ہر لفظ سببِ قازگی<sup>۳</sup> دیدہ مشتاقان ہے۔ ہر سطر کو دریائے موجِ خیزِ معانی اور ہر فقرہ کو گزارِ ہمیشہ بہارِ رنگین یابی کہنا چاہیے۔

عبارت سے سلسیل کی سلامت پیدا ، مضامین سے آبِ کوثر کی لطافت ہویدا۔ کمند اندازِ رسا میں گردنِ معانی شکار ، شیرینی ادا ہر ادائے شیریں لبانِ ثناء ، غور کیجیے کہ فراہم آنا اس نسخہ<sup>۴</sup> بے بدل کا اور طبع ہونا اس کتابِ بے مثل کا کیوں کر غنیمت نہ سمجھا جائے۔ ناظرین کو لطفِ نظرِ ارزانی اور شائقین کو مذاقِ سخن کی فراوانی مبارک۔ کیوں کر شکرِ فراہمی نہ ادا کیا جائے۔ ہاں ، اے سالکِ اندوہ گیں ! کیسا شکریہ ؟ کیا کلام ہے ؟ اے بے خبر ! یہ وقتِ گریہ و ہنگامِ ماضیِ عام ہے :

باید چو شمع در دل شبہا گریستن  
سرِ کرم بودن از تیرِ دل با گریستن  
نا سازگار جسمِ مرا نا گداختن  
نا خوش گوار چشمِ مرا نا گریستن  
این ست اگر فراوشِ مرچشمہ<sup>۵</sup> حیات  
باید بعرِ خضر و مسیحا گریستن

ہنوز یہ نامہ<sup>۶</sup> دل آویز تمام و کمال تشریفِ طبع نہ پا چکا تھا کہ مہرِ بے سہر نے بہ تاریخ ۲ ذی قعدہ سنہ ۱۳۸۵ ہجری جامہ<sup>۷</sup> حیاتِ جنابِ مغفور و مرحوم کو چاک کیا۔ ہے ہے ، آفتابِ علم و کمال کو رنجِ خسوف دکھایا ، ماہتابِ افضل و ہنر کو صدمہ<sup>۸</sup> کسوف میں پھنسایا :

۱۔ نصارت : قازگی ، بہار۔ بعض نسخوں میں ”نظارت“ ہے جو غلط ہے۔

۲۔ اردو سے معلوم طبعِ اول ، آغاز صفحہ ۸۶۔

اس سہم کار سے کوئی ہوجھے

ہاتھ اس واقعے سے کیا آیا

نہ سوچا کہ عالم میں تاریکی چھائے گی ، زمانہ کو تسکین نہ ہاتھ  
آئے گی ۔ آنکھیں اشک بار ، دل بے قرار ہوں گے ، مگر :

نیشِ عقرب نہ از پٹے کین است

مقتضائے طبیعتش این سست

اپنی عادت سے ناچار ہے ، دشمنی اہلِ کمال اس کا شعار ہے ۔ کوئی  
مبتلائے آفت ہو ، خواہ گرفتار مصیبت ہو ، اس کو اپنی گردش کا  
رنگ دکھانا ، کسی نہ کسی بگائے آفاق کا نقشِ ہستی صفحہ روزگار  
سے مٹانا ۔ سخن آرائی نوحہ سرائی سے کیوں کر بدل نہ ہو ۔ سخن منجی  
کے عوض کبھی نالہ ، ہر درد اور کبھی آہِ سرد لب پر ہے ۔ کہیے ،  
جب یہ بار گرانِ اندوہ دل پر آئے ، دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے ؟  
کیسی تاریخِ خامہ کتاب ؟ کیسا سالِ وفات ؟ ہاں گفتگو کو مختصر کرنا  
ہوں اور ایک قطعہ لکھتا ہوں :

### قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا

لب پہ نالوں کا ازدحام ہوا

صلبہ مرگِ حضرتِ غالب

سببِ رنجِ خاص و عام ہوا

ہے یہی سالِ طبع و سالِ وفات

آج آن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصہ اول اردوئے معلیٰ طبع زاد  
منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص ۔

جو اردوئے معلیٰ کشت تالیف  
ہانا یک جہاں گردید طالب  
پہلے سال مسیحائی طبعش  
ہگو جوہر خستہ اردوئے غالب

۱۸ ع

۶۹

۱۔ اس کے بعد یہ عبارت ہے : ”پر چند اس کتاب کی تصحیح میں کمال  
کوشش کی گئی مگر پھر بھی یہ مقتضائے بشریت بعض اغلاط  
ہنکام مقابلہ رہ گئے ۔ اکثر الفاظ پتھر پر مفسوش ہو گئے ، لہذا  
صحیح نامہ کے الحاق کی ضرورت پڑی ۔ ناظرین سے امید یہ ہے  
کہ قبل از مطالعہ کتاب صحیح نامہ کے یہ موجب صحیح کر  
لیں۔“ سات سطری جدول پر یہ صفحہ ختم ہو کر صفحہ ۶۶ و  
۶۷ پورا اور صفحہ ۶۸ کی تیرہ سطریں صحیح نامہ ختم کرتی  
ہیں ۔ اس کے بعد ایک ”اعلان“ ہے ۔ اس کتاب کا حق تصنیف ،  
مصنف نے اپنی حیات میں حکیم غلام رضا شاہ صاحب کو بخشی  
دیا ہے اور ایک رقم بہ طور سند اپنے ہاتھ سے یہ ثبت مہر  
لکھ دیا ہے ۔ اس کوئی صاحب ان رقعات کے چھاننے کا ارادہ  
بے اجازت حکیم صاحب مدوح الصلوٰۃ کے نہ کریں ۔ نقل اس رقم  
کی متن میں درج ہے ۔

### [اجازت نامہ]

بیکر بے روح و روان، فقیر اسد اللہ خان غالب تخلص پہنچ مدد  
 کہتا ہے اور لکھ دیتا ہے کہ یہ جو اردوئے معلیٰ تصنیف فقیر، مطبع  
 اکمل المطابع دہلی میں چھاپا ہوا، سو میں نے از راہ فرط محبت اپنا  
 حق تالیف نور چشم، اقبال نشان حکیم [غلام] رضا خاں کو بخش دیا  
 ہے۔ اور اس حق کو خاص آن کا حق کیا۔ اب اور کوئی صاحب  
 اگر مالک "اکمل المطابع" حکیم [غلام] رضا خاں کے بے اطلاع  
 اردوئے معلیٰ کے چھاپنے کا قصد کریں گے تو مواخذہ سے محفوظ نہ  
 رہیں گے اور فوراً حسب منشاء قانون ستم ۱۸۳۷ع سزا پائیں گے۔

### [نشان مہر]

نجم الدولہ دہر الملک اسد اللہ خان

بہادر نظام جنگ ۱۲۶۷ھ

- 
- ۱۔ مطبوعہ عبارت میں صرف "رضا خاں" ہے "غلام" کا اضافہ میں  
 نے کیا ہے۔
  - ۲۔ ختم کتاب صفحہ ۳۶۳۔